



شریمان

ہنومان جی

کا

جیون چرتر

بطرز ناول

مہاراجہ رام چندر جی کے سپہ سالار کی سوانح عمری - ایک بہادر مشہور عالم سورمہ اور اسکے والدین کے حالات - بانر لوگ جو جنگ لنکا میں شامل تھے ان تھے؟ اس کے متعلق پوری پوری تحقیقات - انگریزی مورخوں کی شہادتیں مختلف رامائینوں کے حوالے - نئی معلومات سے اور دلچسپ واقعات وغیرہ

مصنفہ

ٹھاکر سکھرام داس مصنف جیون لابھ

سنہ ۱۹۰۱ء

کشن چند پریس لاہور میں شائع ہوئی

قیمت فی جلد ۱۲/ .... اول

جناب ٹھاکر اچھر چند صاحب مصنف

رانائین پطرز ناول کی رائے

ہم نے جیون چرتر ہنومان کا اچھی طرح مطالعہ کیا۔ وہ تمام خوبیاں جو ایک اخلاقی ناول میں ہونی چاہئیں سب اسمیں موجود ہیں۔ مصنف کی محنت جو اس کتاب کے سچے حالات کی تفتیش میں خرچ ہوئی قابل قدر ہے۔ عبارت سادہ ہے مگر سچے اور دلچسپ مضمون گوہر نایاب کی طرح ایسے چمک رہے ہیں جس طرح ابر کے ٹکڑوں سے آفتاب جہانتاب کی تیز اور روشن کرنیں۔ کتاب کا زیادہ تر دلچسپ حصہ وہ حصہ ہے جسمیں انجنا دیوی کی مصیبت کا بیان ہے۔ جس مستقل مزاجی اور عالی حوصلگی سے اس نے اپنی سختی کے دن کاٹے ایک حیرت ناک نظارہ پیش کرتے ہیں۔ ایسی پتی برتا استریوں کا فخر اگر کسی ملک کو حاصل ہے تو صرف ہندوستان کو۔ اس کے علاوہ بانر لفظ کی پوری پوری تشریح کر کے ایک ایسی عالمگیر غلطی کو رفع کیا ہے جسکی طرف آجتک کسی مصنف کی توجہ ہی نہیں ہوئی تھی۔ یہ کتاب بحیثیت اپنے قیمتی مضمونوں کے ایک اعلےٰ درجہ کی کتاب ہے۔ لہذا ہم سفارش کرتے ہیں کہ اہل ہنود کے ہر ایک گھر میں اسکی ایک ایک جلد ضرور موجود رہنی چاہئیے۔

ٹھاکر اچھر چند شاہپوریہ



ن چتر ہنومان



شبیہ مروّجہ عوام شریمان ہنومان جی

دیباچہ

رامائن جیسے گرنتھ کو پڑھکر کونسا آدمی ہوگا جس کی طبیعت خوش نہ ہوتی ہو اور مہاراجہ رامچندر جی کی استتی کئے بغیر چپ رہ سکے۔ ویدک دھرم کے سچے انسان یہی مہاراجہ ہوئے ہیں جنھوں نے تمام دنیا کی نعمتوں کو چھوڑ اور پتا کی آگیا کو مان چودہ برس کا بن باس اختیار کیا اور باپ کا قول پورا کرکے دنیا میں شہرت حاصل کی۔ لیکن جب اس بہادر راجہ کے سپہ سالار کے حالات پڑھتے ہیں تو ایک حیرت انگیز نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ کہاں ایسا بہادر گیان وان مہاراجہ رامچندر اور کہاں اُن کا سپہ سالار ہنومان جو بندر کی ذات سے موصوف کیا گیا ہے۔

پیارے سجنو! کیا یہ تعجب دینے والا نظارہ نہیں ہے؟ کیا ہنومان جی کے کام جو انھوں نے اپنی زندگی میں کئے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ پشو تھے؟ ہرگز نہیں! اُن سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک شور بیر۔ ودوان اور دانا آدمی تھے۔ نہ کہ بندر۔ تو پھر یہ کلنک اُن کو کیوں لگایا جاتا ہے؟ کیا ان کے والدین کے حالات ظاہر کرتے ہیں کہ وہ بندر تھے؟ نہیں! مطلق نہیں! آؤ پہلے ان کے جنم کا حال۔ زندگی کے واقعات اور مہاراجہ رامچندر جی کی رائے دریافت کریں کہ ان سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

اول۔ اگرچہ بالمیکی اور تلسی رامائن کئی ایک باتوں میں متفق نہیں۔ لیکن دونوں میں ہنومان جی کے باپ کا نام **پون** اور ماں کا نام **انجنا** بیان کیا ہے۔ انجنا کا اپچھرا ہو **کیسری** بانر کی استری بھئی دیکھو تلسی کرت رامائن صفحہ ۶۵۰۔ کسکندھا کانڈ

مترجمہ جوالا پرشاد مصر چھاپہ بمبئی) ثابت کرتا ہے کہ کیسری منش تھا۔ کیونکہ یہ قدرتی
بات ہے کہ جس نسل سے کوئی ہوتا ہے اُسی کو پسند کرتا ہے نہ کہ غیر کو۔ لفظ اپچھرا سے
ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ درجہ کی حسین عورت تھی۔ تو کس طرح یقین ہو سکتا ہے
کہ اُس نے حیوان کو اپنا خاوند بنایا ہو۔ اسی جگہ کشپ رکھی نے صاف طور پر واضح
کر دیا ہے کہ انجنا اور کیسری انسان تھے کیونکہ اُس میں لکھا ہے کہ کیسری
اس بن کا راجہ تھا۔ اور جب اُس نے ہاتھی کو مار کر زمین پر گرا دیا تو کشپ رکھی نے اُس کو
برہمن پالک کہا۔ اور یہ لفظ صرف انسان پر ہی عاید ہو سکتا ہے نہ کہ حیوان پر۔ کیونکہ
اُس کو تو اپنی ہی سنبھالنا کرنی مشکل ہے۔ آدمی کی پالنا کس طرح کر سکتا ہے؟ آگے چلکر مصنف
نے بالکل آئینہ کر دیا ہے۔ وہ کہتا ہے "کہ ہنومان کے جنم لینے سے دونوں استری
پرش سکھ پوروک بہار کرنے لگے"۔ یہ لفظ استری پرش کا آگیا ہے جو شکوک کو بھی اس
طرح صاف کر دیتا ہے۔ جیسے سہاگہ سونے کو۔

دوئم۔ بالمیکی رامائن میں لکھا ہے (دیکھو رامائن بالمیکی کشکندہ کانڈ صفحہ ۵۰ سرگ ۶۶
مترجمہ پنڈت ہری دیال) کہ جب انجنا رکھی کی بددعا سے بندری ہو گئی۔ تو سانتری رکھی
نے اُس کو اچھیا روپی سروپ دھارن کرنے کا ور بھی دے دیا تھا۔ اس سے واضح
ہوتا ہے کہ انجنا نے ایک گھڑی بھی بندری کا سروپ نہ رہنے دیا ہوگا۔ اور اُسی ور کی
طاقت سے فوراً استری بن گئی ہوگی۔ کیونکہ کوئی انسان خوشی سے حیوان کا جسم پسند
نہیں کر سکتا۔ آگے چل کر لکھا ہے کہ انجنا ہار سنگار کر کے سند بستر پہنے پربت کی چوٹی
پر بیٹھی تھی۔ اور یہاں اُس کو پون دیوتا سے ملاپ ہوا۔ اب غور کا مقام ہے کہ حیوانوں کو بھی
ہار سنگار یا بستروں کا شوق ہوتا ہے یا نہیں؟ جواب ہوگا ہرگز نہیں! بھلا ایک بندر کی
استری یعنی بندری کو سرمہ۔ کنگھی اور دانتن وغیرہ سولہ سنگار کی کیا تمیز ہو سکتی ہے۔

سوئم۔ اگر یہ کہا جاوے کہ ہنومان جی بموجب ہر دو رامائن پون دیوتا کی بیج

سے اوتپن ہوئی ہیں۔ کیسری کے ویرج سے نہیں تو ہم بڑی خوشی سے مان لینگے
کیونکہ بموجب پورانوں کے پون کو دیوتا مانا گیا ہے تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ ان کے
ویرج سے حیوان پیدا ہو؟ اسی طرح شو پران میں ہنومان جی کی پیدائش شو جی کے
ویرج سے قرار دی گئی ہے۔ جس کو مان کر ان کا پشو ہونا کبھی بھی سدھ نہیں ہو سکتا

چہارم۔ جب سگریو اور رامچندر جی کی متر تا ہوئی اس وقت ہنومان
نے آگ جلائی جس کے گرد پھر کر رامچندر جی اور سگریو نے عہد و پیمان کیا (دیکھو
بالمیکی رامائن کشکندھا کانڈ سرگ   ) اب غور طلب یہ بات ہے کہ آیا بندر آگ جلا سکتا
ہے یا نہیں۔ جواب ضرور یہ ہوگا کہ بندر آگ نہیں جلا سکتا۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے
کہ ہنومان منش تھا۔ نہ کہ بندر۔

پنجم۔ مہاراجہ رامچندر جی نے صاف طور پر بتلایا ہے کہ ہنومان جی رگ وید
یجروید اور شام وید کا جاننے والا تھا۔ اور ویاکرن بھی عمدہ جانتا تھا (دیکھو اردو بالمیکی
رامائن صفحہ ۵ کشکندھا کانڈ مترجمہ پربدیال) یہ بھی بیان کیا ہے کہ ہنومان جی راون
اور بالی سے زیادہ بلوان اور ورن کوبیر جمراج اور وشنو سے زیادہ بہادر تھے۔ جو علامات
پنڈت اور بدھی مان کی شاستروں میں درج ہیں۔ رامچندر جی نے سب ہنومان
جی میں بیان کی ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ مہاراجہ رامچندر جی کے
قول پر اعتبار نہ کرکے ہنومان جی کو بندر قرار دیا جاوے۔ تمام باتوں کو چھوڑ کر صرف
یہی ایک بات کو لیا جاوے تو آپ مان لیں گے کہ حیوان میں اور سب باتیں ہو سکیں تو ہو سکیں
لیکن وید شاستر کا پڑھنا بالکل ناممکن ہے۔ اور کوئی بھی اس بات کو تسلیم نہ کریگا کہ حیوان بھی
اس ودیا کو حاصل کر سکتا ہے۔ اس لئے یہاں صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہنومان
جی منش تھے نہ کہ بندر۔ چونکہ ہمارے بہادر جرنیل ہنومان جی کا تعلق سگریو سے
بھی ہے۔ اور ان کو بھی بندر قرار دیا گیا ہے لہذا مناسب معلوم ہوا کہ ان کے

حالات کی بھی تفتیش کیجاوے کہ آیا وہ بھی حیوان تھے یا انسان ؟ اور اس شک کو دور کرنے کے لئے راماین سے بڑھکر اور کوئی معتبر کتاب نہیں ہو سکتی - اگرچہ ہنومان جی کی پیدائش کی طرح بالی اور سگریو کی پیدائش کا حال بھی نرالا دکھائی دیتا ہے جو قانون قدرت کے برخلاف ہے - اور معلوم نہیں کہ مصنف نے کس ترنگ میں آنکر ایسا بیان کیا ہے خیر کچھ بھی کیوں نہ ہو لیکن دونوں دیوتا کے بیرج سے پیدا ہوئے ہیں (دیکھو راماین بالمیکی اترا کانڈ صفحہ ۳۹) اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ان کو بندر مانا جاوے اور اس بات کی تقویت کے لئے ذیل کے نوٹوں کو غور سے ملاحظہ کیجئے -

(۱) جب راون بالی سے یدھ کرنے آیا تو اس وقت بالی سندھیا کر رہا تھا - (دیکھو بالمیکی راماین اترا کانڈ صفحہ ۲۵) کیا ایک حیوان کو سندھیا وغیرہ کے ادا کرنے کا گیان ہو سکتا ہے ؟ کبھی نہیں -

(۲) جب رامچندر جی نے بالی کو تیر مارا تو (دیکھو بالمیکی راماین کسکندھا کانڈ صفحہ سرگ ۱۷) اُس نے اپنے مارے جانے کی وجہ دریافت کی - جس پر انھوں نے جواب دیا کہ تم نے سگریو کی استری کو گرہن کیا ہے - جو دھرم شاستر کے برخلاف ہے - اس لئے تمھارے مارنے کا کوئی گناہ نہیں (دیکھو بالمیکی راماین کسکنڈا کانڈ صفحہ ۲۴) ناظرین حیوانوں کو تمیز کہاں ؟ ان میں عورت خاوند کا کوئی وابستہ رشتہ نہیں ہوتا - دھرم شاستر کا ڈنڈ انسانوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے نہ کہ حیوانوں کے لئے - جب یہ بات ہے تو مہاراجہ رامچندر جی جیسے ودوان بالی کو کبھی بھی قتل نہ کرتے - اگر رامچندر جی نے حیوان سمجھ کر یہ سلوک کیا تھا تو آج دنیا کے تمام حیوان قتل کے سزاوار ہیں جو ماں بہن یا لڑکی وغیرہ کو گرہن کر لیتے ہیں -

(۳) جب بالی رامچندر جی کے ہاتھ سے مارا گیا تو انگد نے شاستر مریادہ سے مرتک سنسکار کرایا (دیکھو بالمیکی راماین کسکنڈا کانڈ صفحہ ۳۷) ناظرین کیا آپ اب بھی بالی اور سگریو کو بندر سمجھتے ہیں ؟ اگر یہی خیال ہے تو آجکل کسی بندر یا حیوان کی کریا کرم وغیرہ

ہوتے دکھاؤ۔ اس کا ہونا نا ممکن ہے۔ کسی حیوان کو اپنے ادا حق کی لاش کو دیا نے
یا جلانے بھی دکھا دینا کافی ہوگا۔ مگر نہیں ان بیچاروں کو اتنی تمیز کہاں؟ جہاں کوئی مر جاتا
پڑا سڑتا رہا۔ کہاں کا جلانا اور کہاں کا دبانا؟ اور کریا کرم وغیرہ کا تو نام ہی نہ لیجیے۔

(۴) جب رامچندر جی نے لنکا پر چڑھائی کی تو اول انگد کو جو بالی کا بیٹا تھا ایلچی کے
طور پر راون کے پاس روانہ کیا تاکہ اس کو سمجھا کے صلح کرا دے اور جنگ تک نوبت
نہ پہنچے۔ اب سوچنا چاہیئے کہ کہاں ایک حیوان نطق سے معذور اور کہاں سفیر کا
نازک عہدہ؟ عقل چکر کھاتی ہے کہ کس طرح انگد کو حیوان قرار دے۔ موجودہ زمانہ
میں جس کام کے لئے ایک لائق سے لائق تجربہ کار انسان کی جستجو کی جاتی ہے۔ رامچندر
جی نے ایک حیوان کو روانہ کیا ہو۔

(۵) جب رامچندر جی لنکا کو فتح کر کے اجودھیا میں آئے تو دربار عام کیا۔ اس وقت
ملک ملک کے راجے اور بڑے بڑے پنڈت بجملہ ہنومان، بھبھیکھن، جامونت
انگد وغیرہ اس میں شامل تھے اور دھرم چرچا ہوتا رہا۔ (دیکھو بالمیکی رامائن اترا کانڈ
صفحہ ۲۰۹ سرگ ۴۰) ناظرین اس کا فیصلہ آپ کے ذمہ ہے۔ اگر کبھی آپ نے اپنی مجلسوں
اور دھرم چرچا کے جلسوں میں حیوانوں کو شامل کیا ہے تو یہ بھی ہوا ہوگا۔ ورنہ یہ کب ممکن
ہو سکتا ہے کہ مہاراجہ رامچندر جی کا دربار اور حیوان مصاحب!! عقل کبھی
باور نہیں کر سکتی اور نہ ایسا ہوگا۔

(۶) جب رامچندر جی کو راج تلک ہوگیا تو تمام بانروں کو اپنے اپنے گھروں کو
روانہ کیا۔ اور ہر ایک کو درجہ بدرجہ خلعت عطا کیا۔ عمدہ عمدہ کپڑے زیور اور جواہرات
عنایت کئے۔ سیتا جی نے اپنے گلے کی مالا اوتار کر ہنومان کو دی (دیکھو لنکا
کانڈ صفحہ ۶۰۴ سرگ ۱۲۹) مانا کہ وہ بندر تھے مگر انہیں زیور اور کپڑوں سے کیا کام؟
زر و جواہرات کی کیا قدر؟ اگر ہے تو آجکل بھی لاکھوں بندر ہیں۔ کسی ایک کو کپڑا یا زیور

پہنتے اور زر و جواہر رکھتے و کھا دیجئے۔ پیارے ناظرین یہ ہماری سمجھ کا قصور ہے حقیقت میں وہ بانر تھے نہ کہ بندر جو ایک جنگلی قوم تھی۔ اور ان لوگوں مہاراجہ رامچندر جی کے ساتھ جنگ میں شامل تھے۔ صرف ان کے اُلٹے معنے لئے گئے ہیں۔ اس لئے آگے چل کر آپ کی دلچسپی کے لئے اس کی تشریح کی جاتی ہے۔

خلاصہ تمہید

جب ہم رامائن کو پڑھتے ہیں تو وچار کرتے ہیں کہ آدی مصنف بالمیک جی نے ہنومان وغیرہ کو بانر کیوں کہا ہے کیا اُن کے نزدیک یہ سب پشو تھے ہرگز نہیں ایسا ہے سنجول رامائین سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ بالمیک جی نے ان کو پشو نہیں مانا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم کو یہ موقعہ کبھی نہ ملتا کہ ہم ان کی تصنیف سے ہی مُنتش شدہ کرتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ کچھ اور ہی ہے۔ سنسکرت کے کوش میں بانر اُس کو لکھا ہے جو بن میں رہے اور اپنی عمر کا بہت حصہ جنگلی پھلوں پر گذارے۔ درحقیقت وہ لوگ کسی زمانہ میں اسی طرح زندگی گذارتے تھے اور بھیل اور گونڈوں کی طرح رہتے تھے (دیکھو کلچر آف انڈیا مصنفہ مسٹر ارکٹ صفحہ ۱۶۹ و ۲۹۱) اور مابین دریائے کیوری اور رام ناتھ یا ہندوستان کے اُن پہاڑوں پر جو ناسک سے بمبئی کی طرف ہوتے ہوئے ستارہ کے علاقہ سے گذر کر نظام دکن کی طرف چلے گئے ہیں آباد تھے۔ اور بانر کے خطاب سے مشہور تھے۔ چونکہ اس زمانہ میں یہ عام لفظ تھا بالمیک جی نے اس کی تشریح کرنی مناسب نہ سمجھی۔ جب جہالت کا زمانہ شروع ہوا اور بوجہ تجارت یا سیر و سیاحت دوسرے ملکوں کا آنا جانا بند ہو گیا اور نہ ہی کوئی تواریخ ہمارے حصہ میں آئی تو ہم نے اصلی حالات سے ناواقف ہو کر بانر کے ارتھوں کو بندر پر گھٹایا اور اُس پر دل کھول کر حاشیہ چڑھایا جو من میں آیا وہ ہی دھر دبایا۔ اُن کے کاموں کو بچار کرنا تو درکنار اپنی ہی تحریر کی شدہ نہ رہی کہ پہلے کیا لکھا ہے

اور اب کیا لکھ رہے ہیں غرض ان بہادروں کے کارنمایاں کو نظرانداز کر کے حیوان کا
رتبہ عنایت کر دیا۔ لہٰذا کو یہ بالا مضمون کی تائید کے واسطے ایک مثال درج کی جاتی
ہے جس سے آپ جہالت کی چالاکی بخوبی سمجھ جائیں گے۔ مثلاً آجکل لالہ رام داس سوری
ایک مشہور و معروف وکیل ہیں اور ان کا نام اعلیٰ درجہ کے وکیلوں کی فہرست میں
درج ہے اور ہر کوئی جانتا ہے کہ وہ کھتری ہیں سوری صرف ان کی ذات کا خطاب
ہے جو ان کے نام کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ عرصہ دراز کے بعد جب پنجابی بھاشا کا
رواج نہ ہو اور نہ ہی کوئی تواریخ ہو جس سے معلوم ہو سکے کہ سوری کھتریوں کی ایک
شاخ کا خطاب ہے تو اس فہرست کو دیکھ بلا لحاظ کرنے ان کی لیاقت وغیرہ کے ہر
کوئی تعجب سے کہے کہ کسی زمانہ میں پنجاب میں سور کی قسم کے حیوان بھی وکالت کرتے
تھے بالعینہ یہی حالت ہمارے بانر لفظ کی ہو گئی ہے لیکن یہ سب اودیا کی مہربانی ہے
پس اے جہالت تو کب ہمارا پیچھا چھوڑے گی؟ اب تو رحم کر! افسوس تیری مہربانی سے
ہم اپنے بہادروں کو حیوان بنا کر خوش ہو رہے ہیں۔ اگر کوئی سچ کہے تو الٹی صلواتیں
سناتے ہیں۔ جب ہماری خود یہ حالت ہے تو غیر قومیں جس قدر تمسخر میں اڑائیں
مناسب ہے۔

پیارے ناظرین! پیشتر اس کے کہ ہم ہنومان جی کی سوانح عمری پر قلم اٹھائیں
اول مناسب معلوم ہوا کہ ان کے والدین کے حالات بھی مشرح طور پر بیان کئے
جائیں کیونکہ جب تک ان کے والدین کا مفصل حال معلوم نہ ہو ہمارا اصلی مقصد
ظاہر ہونا نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے۔ گو اس سوانح عمری کا ڈھنگ ایک نرالا
ڈھنگ معلوم ہوگا۔ لیکن بجز اس کے کوئی چارہ بھی نہیں لہٰذا ہم اپنے معزز ناظرین
سے معافی مانگ کر اپنے بہادر جرنیل ہنومان کی سوانح عمری کا سلسلہ ان کے
والدین کے حالات سے ہی شروع کرتے ہیں جو کتب ہائے زبان گجراتی میں سے ایک

عرصہ کی چھان بین کے بعد حاصل ہوئے ہیں۔

ہمارا ارادہ تھا کہ سیدھی سادی عبارت میں ہدیہ ناظرین کریں لیکن رفتار زمانہ کو دیکھ اور احباب کی کثرت رائے کو مدنظر رکھ ناول کی طرز اختیار کی گئی ہے۔ اگرچہ مضمون کی دلچسپی کے لحاظ سے عبارت آرائی کی گئی ہے لیکن تاہم اصلی واقعات کو نظرانداز نہیں کیا گیا۔

آخر میں ہم ٹھاکر بلجیت سنگھ صاحب اور ٹھاکر اچھبر چند اور لالہ جسونت رائے صاحبان کے بے حد مشکوری و امتنان کے بعد اس دیباچہ کو قلم بند کرتے ہیں۔ جن کی ترغیب باعث تالیف کا ہوئی۔

یہ وہ قصہ نہیں جس میں بناوٹ کی ہوں کچھ باتیں
بیاں پُر درد ہے جرنل بہادر کی کہانی کا

ٹھاکر سکھرام داس چوہان

لاہور

باب اول

مہندر پور

ہماری ناول کا سلسلہ اس زمانہ کے واقعات سے شروع ہوتا ہے جس کو آج تقریباً آٹھ لاکھ[1] برس گذر گئے ہیں۔ اور راماین کا زمانہ کہلاتا ہے[2]۔ اس وقت راجہ مہندر رائے[3] ایک مختصر سی ریاست پر جسکا دارالخلافہ مہندر پور ہے حکمران ہیں :۔

ایک دن صبح کے وقت جبکہ آفتاب طلوع ہوا چاہتا ہے اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے راجہ مہندر رائے کی راج دلاری انجنا دیوی سکھی سہیلیوں کے ہمراہ اپنے دل کشا و فرحت افزا باغ کے اندر گلگشت کر رہی ہے قدرتی دلچسپیوں کو نہایت شوق سے دیکھتی ہوئی جا رہی تھی کہ ناگاہ اُسکی نگاہ اُس خوشنما پودے پر پڑی جس میں خوش رنگ لہلہاتے ہوئے پھول نظر آ رہے ہیں۔ نہ جانے اس کے دل میں کیا خیال گذرا ہے۔ کہ دیر سے ٹکٹکی لگا ان پھولوں کیطرف دیکھ رہی ہے اور اب کچھ سوچ کر بسنت مالا سے مخاطب ہوئی کہ

---

۱ دیکھو تواریخ دنیا حصہ دویم صفحہ ۱۸۷ مصنفہ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر

۲ دیکھو انجنا سپتوں راس بزبان گجراتی۔

۳ یہ شہر ہندوستان کے اُس جنوبی حصہ پر جو بانزدیپ کے نام سے مشہور تھا (دیکھو نقشہ منسلکہ دیا چہ) یعنی دریائے نگا بدور اور کاویری کے آباد تھا۔ یہاں کے باشندے مثل بھیل گونڈ اور کول کے تھے (دیکھو پکچرز اوف انڈین لائف مصنفہ مسٹر ارکسٹ صاحب صفحہ ۱۶۵ و ۱۷۰)

انجنا دیوی۔ سکھی! دیکھ یہ کیسے پُر فزا دل لبھانے والے پھول کھلے ہیں۔ اور یعنی شگوفے ابھی مانند اُس حسین مہ جبین کے جو سرخی مائل ہونٹوں میں مسکرا رہی ہو سبز نقاب میں سے نظر آ رہے ہیں جن کے دیکھنے سے نظر سیر نہیں ہوتی اور ایشور کی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ مگر ساتھ ہی اُن کو بھی دیکھنا جو نیچے نالی میں پڑے سڑے گندے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ یہ بھی ایسے ہی خوشرنگ اور دلپسند تھے لیکن اب تو ان کے دیکھنے سے طبیعت بیزار ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان کی زندگی بھی تین حالتوں میں منقسم ہے۔ یعنی لڑکپن جوانی اور پیری مگر پیاری سکھی! سب سے افضل اور اعلےٰ حالت جوانی ہے جس میں انسان سرمایہ دینی و دنیوی مہیا کر سکتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جب وقت انسان عالم جوانی میں ہوتا ہے نفسانی خواہشیں انتہا درجہ کی بڑھ جاتی ہیں۔ مگر بہادر وہی ہے جو ان کو مغلوب کر خود غالب آئے ورنہ انسان اور حیوان میں فرق ہی کیا ہے؟ انسان کو لازم ہے کہ جوانی کی حالت کو غنیمت جان توشۂ عاقبت و سرمایہ پیری جمع کرے۔ جہاں تک ہو سکے نیکی کرے۔ دوسرے کو ایذا نہ پہنچاوے۔ ورنہ یاد رہے اُن سڑے ہوئے پھولوں کی طرح بڑھاپے میں نکما ہو پچھتانا پڑیگا۔ دُکھ سُکھ سر پر کا بھوگ جان جو ایشر پر بھروسہ رکھتا ہے۔ وہی اس دنیا میں خوش و خورم رہتا ہے *

بسنت مالا کچھ کہنے کو تھی۔ کہ اِندرمنی بول اُٹھی۔

اِندرمنی۔ راج دُولاری! تُم تو بڑی گیان وان ہو؟ ہاں کیوں نہ ہو۔ ماتا کا گھر ہے۔ پتا کا راج ہے۔ کل یہ گیان کہاں جو آج ہے جب سسرال میں جاؤ گی۔ تب یہاں کی قدر پاؤ گی۔ وہاں اپنی خوشی سے چلنا پھرنا مشکل ہوگا۔ باغ کی سیر اور گیان تب یاد آئیگا۔ جب نند کی بولیاں اور ساس کی دھمکیاں

ہوش اُڑا دیتی ہے۔ پیاری! استری کا مان زیادہ تر خاوند پر ہوتا ہے۔ سو دیکھیں کیسا ملے۔ چین سے رکھے یا دُکھ دے۔

انجنا دیوی۔ جب وہ دن آئیگا دیکھا جائیگا۔ قسمت کے لکھے کو کون مٹا سکیگا۔ نصیبوں میں خوشی ہے تو غمی نہیں۔ ایشور پر یقین ہے۔ اور کی آس نہیں۔

اِس طرح کی باتیں کر رہی تھیں۔ کہ راجا اور پردھان وغیرہ باغ کی طرف آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ انجنا دیوی جلدی سے سہیلیوں کو ساتھ لے محل کو چلی گئی۔

راجہ۔ (لڑکیوں کو جاتے دیکھ کر) پردھان یہ کون ہیں۔

پردھان۔ مہاراج وہ آگے آگے راج دولاری سکھی سہیلیوں کے ساتھ جا رہی ہے۔

راجہ۔ ایں! وہ راج دولاری ہے؟

یہ کہا۔ اور سر جھکا فکر میں ہو گیا۔ اور تھوڑی سی سکوت کے بعد بولا

ور پراپت ہوئی انجنا سوُ متر پردھان ۔ بیٹھ بچارو ور بھلا جو را کھے کُل کی آن
دھرم کرم میں ہو جتی اور بڑا ذو وان ۔ ور گھر ایسا تب ملے جو ہو کرپا بھگوان

باب دوسرا

ور کی تلاش

آفتاب تو حسرت بھری آخری نگاہوں سے دنیا کو دیکھتا مغرب کو جا رہا ہے اور ہم اپنے خیال کو لئے گوداوری ندی کے جنوب میں جو ایک سلسلہ پہاڑوں کا رو کہاموں کے نام سے راماین میں بیان کیا گیا ہے آ رہے ہیں۔

ابھی ہم ان پہاڑوں کی سیر کرتے اور قدرتی نظارہ (ل) دیکھتے ہوئے جا رہے تھے کہ چند ایک عالی شان بلند عمارتیں دائیں طرف نظر پڑیں جنکے دیکھنے کے شوق نے ہمکو وہاں تک پہنچا ہی دیا۔ گو یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ مگر آبادی

کے لحاظ سے ان تمام پہاڑی شہروں سے کئی درجہ اچھا ہے - گلی کوچے مصفا اور مکانات سوائے اُن چند محلوں کے جو دور سے دکھائی دیتے ہیں نکمے نہ ہیں اگرچہ شام کی تاریکی کے باعث وہ چند عالیشان عمارتیں اچھی طرح نظر نہیں آتیں تاہم مصنوعی روشنی جو سرخ اور سبز شیشوں سے نمودار ہو رہی ہے بتلا رہی ہے - کہ یہ ضرور یہاں کے راجہ کے محل ہیں جنکے دیکھنے کے اشتیاق میں ہم اُس طرف کو بڑھے -

اس وقت راستہ میں ہجوم کی یہ حالت ہے کہ بازار میں چلنا دشوار ہو رہا ہے دیہاتی لوگ تو کثرت سے ہیں کوئی آٹا لے رہا ہے کوئی دال کا نرخ پوچھ رہا ہے غرض جوں توں کر کے ہم ایک چوک میں پہنچے یہاں جو کیفیت نظر آئی وہ یہ ہے کہ اس جگہ کھڑے ہونے سے دیکھنے والے کی نگاہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب کو بغیر لحاظ کسی رکاوٹ کے صاف نکل جاتی ہے -

چونکہ پیشتر اس قسم کا چوک ہماری نظر سے نہیں گذرا تھا اس لئے ہم بڑے شوق سے وہاں کھڑے ہو کر دیکھنے لگے اتنے میں ہٹو بچو کی آواز آئی چنانچہ ہم بھی ایک طرف کو ہو گئے +

دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ پردھان مدن پرکاش کی سواری آرہی ہے جو راجہ چھندر رائے کے محل کو جا رہا ہے -

آہا! یہ تو چھندر پور ہے جس کے نام سے ناظرین بخوبی واقف ہیں +

راجہ چھندر رائے کا نام سنکر ہمارا شوق بھی جوش جنون کی طرح بڑھا اور ہم اُس سواری کے پیچھے پیچھے ہو لئے - تھوڑی دور گئے ہونگے کہ ایک بڑا آہنی پھاٹک دکھائی دیا جسکے دونو طرف دو سپاہی ننگی تلواریں ہاتھوں میں لئے پہرہ دے رہے ہیں پردھان کو دیکھتے ہی پھاٹک کھولا گیا اور اسکی سواری اندر داخل

ہوئی ہم بھی سائے کی طرح سپاہیوں کی نظروں سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے ساتھ ہی نکل گئے۔

اندر جانے سے اعلےٰ درجے کی عمارتیں دکھائی دیں مگر اُن کے دیکھنے کا اتفاق ہی کچھ نہ ہوا اور ہم پردہان کے ساتھ دائیں طرف کے دالان میں جس کی چار دیواری سنگ مرمر کی طرح صاف اور ستھری بنی ہوئی ہے اور نیچے ایک بیش قیمتی قالین بچھا ہے چلے گئے۔ اس دالان میں ایک جھاڑ لٹک رہا ہے جسکی مصنوعی روشنی نے قدرتی اُجالے کو بھی شرمندہ کر دیا ہے اور سرخ قالین پر ایک سبز مخمل کا گدیلا پڑا ہے جس پر راجہ مہندر راسے گاؤ تکیہ کا سہارا لئے بڑی آن بان سے بیٹھا منتری سے گفتگو کر رہا ہے۔ پردہان کو دیکھتے ہی بولا

راجہ۔ آئیے پردہان جی! ابھی آپ کو یاد کر رہے تھے۔

پردہان۔ (آداب بجا لا کر) بندہ بھی حاضر ہے۔

یہ کہکر چند تصویریں نکال کر آگے رکھیں اور اُن میں سے دو اُٹھا کر راجہ کے ہاتھ میں دے کر کہا

پردہان۔ مہاراج! اگرچہ بہت سے راج کماروں کی تصویریں منگائی گئی ہیں مگر اُن سب میں سے میری نظر تو ان دو پر ٹھیرتی ہے آیندہ حضور مالک ہیں (باقی تصویروں کو ذرا آگے کرکے) انکا بھی ملاحظہ کیجئے

راجہ۔ (سرسری نظر ڈال کر) ان کو رہنے دو۔

یہ کہا اور پھر اُن دونو تصویروں کو اُٹھا کر دیکھنے لگا۔ بعد بہت سی قیل وقال اور اونچ نیچ کی پڑتال کے سوچتا ہوا وہاں سے اُٹھا اور رانی بیگ موہنی کے پاس لے گیا۔

راجہ۔ پریہ جی! آپ ان دو میں سے کس کو انجنا دیوی کے لایق خیال

کرتی ہیں ؟ یہ جو پیتمبری دھوتی پہنے ہے ہزان ئیات ودیا دھر کے لڑکے وودیرپ کی ہے اور یہ دوسری پر بھلا دودیا دھر کے لڑکے پون کی ہے۔

رانی بیگ موہنی پہلے تو دیر تک دونو تصویروں کو دیکھتی رہی بعدمیں کہنے لگی۔

بیگ موہنی۔ سوامی جی ! میرے نزدیک تو دونو اچھے ہیں صرف اتنا فرق ضرور ہے کہ جس کو آپ وودیرپ کے نام سے بتلاتے ہیں بدن کا کچھ کمزور ظاہر ہوتا ہے مگر اس کے چہن چکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا بھاگوان اور وِدوان ہوگا اور دوسری جو پون کی ہے یہ ایک شہور بیر اور وِدوان دکھائی دیتا ہے۔

راجہ۔ نہیں ! پریہ جی ! ایک اور بات ہے جسکو بتلانا میں بھول گیا۔ وہ یہ ہے کہ وودیرپ کی بابت منتری وغیرہ کا خیال ہے کہ اگرچہ یہ بہت ہی اچھا اور خوبصورت لڑکا ہے مگر جوتش ودیا سے معلوم ہوا ہے کہ اسکی عمر بہت کم ہے اس لئے مجکو شک پڑ گیا ہے ورنہ میری نگاہ تو اس پر تھی۔

رانی۔ سوامی جی ! اگر یہ بات ہے۔ تو اس کا نام ہی نہ لیجئے کیونکہ جس بات میں شک پڑ جاوے اُسکا نتیجہ اکثر اچھا نہیں ہوتا

راجہ۔ پریہ جی ! کیا میں نادان ہوں ؟ میری ایک ہی لڑکی ہے جتک اپنی تسلی نہ کرلونگا ! نام نہ لونگا۔

رانی۔ مہاراج ! بیشک یہ معاملہ بڑا نازک ہے انجنادیوی کی آیندہ زندگی کا مدار اسی وقت کے سوچنے پر ہے۔ ہماری تو چند روز کی خوشی ہے اور اُسکی تمام عمر کا تقاضا ہے۔

دیکھو راشی زبان گجراتی باب تیسرا سطر ۱۲

راجہ - پریہ جی! ابھینک ابھینک! آپ نے درست کہا - یہ معاملہ بڑا نازک ہے۔ اچھا! پون کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟ میری رائے میں اوس کے ساتھ انجنا دیوی کا ناطہ کیا جاوے تو اچھا ہے۔

رانی - مہاراج! ارادہ تو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اگر آپ کو اطمینان ہے تو شگن بھیجدو - مگر منتری کو پھر بھی تاکید کر دینا کہ پہلے اندرونی بیرونی کل حالات دریافت کرلیوے اور بعد میں شگن دیوے۔

راجہ - پریہ جی! ایسا ہی ہوگا - آپ تسلی رکھیں۔

یہ کہکر پردھان جی کے پاس آیا اور کہنے لگا - کہ صبح ایک لایق منتری کو انجنا دیوی کی تصویر دیکر رتن پور روانہ کر تاکید کردو کہ اول سب باتوں میں تسلی کرلیوے بعد میں شگن دے آوے

باب تیسرا

پون بھی ایک ہونہار جوان ہے

بارش ہوکر تھمی تھی کہ ایک مسافر رتن پور کے بازار میں دکھائی دیا۔

ناظرین! سفر کو جو سقر کہتے ہیں درست ہے - دیکھو! وہ گھوڑے پر ایک سفید ریش، سفید پوش اسوار جاڑے کے مارے کیسے سکڑا بیٹھا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ دور دراز کے سفر سے آیا ہے - اگرچہ بہت سے گرم کپڑے زیب تن ہیں - اور دوشالا بھی اوڑھے ہے لیکن تاہم سردی محسوس کر ہی رہا ہے - اوف! سردی بھی حد درجہ کی ہے ہوہ - ماگھ کے دن ہیں جس پر بارش نے تو اور ہی غضب کر دیا ہوا ہے - ٹھنڈی ہوا چل کر اس کے جوبن کو اور بھی دوبالا کر رہی ہے - اس بوڑھے

پر کیا منحصر ہے جوان بھی ابھی تک بستروں میں لحاف اوڑھے دبکے پڑے ہیں۔
آہا! پھر مینہ برسنے لگا۔ مگر بوڑھے نے بھی گھوڑے کو تیز کر دیا ہے۔ ابھی
دو چار قدم ہی گیا ہوگا کہ ایک سیاہ کتے نے جو جاڑے کی شدت سے راستہ
میں اینٹھا پڑا ہے ستم ہی کر دیا یونہی گھوڑا اس کے قریب پہنچا۔ جان کندنی کی
حالت میں پاؤں پھیلا سر کو حرکت دی۔ بس پھر کیا تھا! گھوڑا ڈر کر بدکا اور بے بس
ہو گیا اور بوڑھا گروہی کھاتا ہوا زمین پر آرہا۔ تمام کپڑے مع منہ ڈاڑھی کیچڑ
سے تر ہو گئے۔ اگرچہ بہتیرے ہاتھ پاؤں مار کر اٹھنے کی کوشش کر رہا ہے مگر افسوس
ہی دوشالا جو اس کو سردی سے بچا رہا تھا بدن کے ساتھ ایسا لپٹا ہے کہ اٹھنے
کی اجازت نہیں دیتا۔

یہ حالت دیکھ کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ اس کی امیرانہ وضع عمر کا تقاضا
اور سردی کی شدت پر افسوس کر رہے تھے کہ ایک شخص نے جو نا معلوم کون ہے
آگے بڑھ کر سب کو پیچھے ہٹا جلدی سے اس بوڑھے کو اٹھا کر کہا۔

وہی شخص۔ اوف! منتری جی! کہیں چوٹ تو نہیں آئی؟

آہا! آہا! یہ تو وہی منتری ہے جو جھنڈر پور سے انجنا دیوی کی نسبت
کو روانہ ہوا تھا۔ یونہی اس کے کان میں یہ آواز پہنچی بولا۔

منتری (سر کو اٹھا کر) آہ! ہری جس! بڑی تکلیف ہوئی۔

ہری جس۔ مہاراج! آپ کی عمر اب اس لائق نہیں کہ سفر کی تکالیف برداشت
کر سکو۔ یہ تو ایک خاص موقع بارش کا ہے جو جوانوں کو بھی تھرا رہا ہے۔ پھر آپکو
اس کی برداشت کس طرح ہو؟

ناظرین۔ ہری جس منتری کو اپنے مکان میں لایا اور بعد دو تین پہر کے جب
وہ امن چین سے بیٹھا تو ہری جس نے کہا۔

ہری جبس۔ منتری جی! وہ کونسا ایسا ضروری کام ہے جس نے آپ کو آنے پر مجبور کیا؟

منتری۔ دوست! کیا کہوں! وہ کام ہی جلدی کا ہے

ہری جبس۔ کیا وہ کوئی ایسی بات ہے جو ظاہر کرنے کے لائق نہیں؟

منتری۔ نہیں! تم سے پوشیدہ کیا ہے۔ ہمارے راجہ کی لڑکی جوان ہوگئی ہے اور پون جی پر سب کی نگاہ ہے سو اُن کی بابت میں کچھ دریافت کرنے آیا ہوں۔

ہری جبس۔ (خوش ہوکر) آہا! پون! وہ تو ایک ہونہار نوجوان ہے جو حقیقت میں پون[1] ہی کی سماں ہے۔ جیسے ہوامنش کے پرانوں کا ادھار ہے اسی طرح رعایا کے واسطے پون کمار ہے۔ غریب لوگوں کا وہی ودیا بھنڈار ہے پردیسی کے لئے بھوجن داتا اور مددگار ہے۔ جو گھوڑے کی سواری میں دیکھو تو پورا شہسوار ہے۔ جنگ میں دشمن کا سر اور اُس کی تلوار ہے۔ جیسے تارا منڈل میں چاند اپنا جلوہ دکھا اُن کو مات کر دیتا ہے ویسے ہی پون کمار سبھا میں بیٹھا سب کے دل کو ہر لیتا ہے۔ مہاراج! میری طاقت کہاں جو اُس کی صفت کروں۔ ایشور اس کی عمر دراز کریں۔

ہری جبس کی باتیں سُنکر منتری کا دل باغ باغ ہوگیا اور تمام تکالیف اپنی کامیابی کو دیکھ بھول گیا اور صبح ہوتے ہی راجہ پرھلاد و دیادھر کے پاس گیا۔ اتفاق سے اُس وقت راجہ اکیلا بیٹھا تھا جونہی اُس کو دیکھا بولا۔

راجہ۔ آؤ منتری! بڑی مدت کے بعد تمہارا آنا ہوا؟ راجہ مہندر راتو اچھے ہیں؟

منتری۔ مہاراج! سب آپکی عنایت ہے۔

اتنے میں پون کمار آیا اور آداب بجا لاکر بیٹھ گیا۔

[1] پون کہتے ہوا کو یعنی جیسے ہر ایک انسان کی زندگی کی جڑ ہے ایسی مہربانی کا خزانہ ہر ایک جیتا ہے

راجہ - منتری جی! چند روز گذرے ہیں کہ تمہارے راجہ نے (اس کی ڈیوڑھی کی طرف اشارہ کرکے) تصویر منگائی تھی اُسکا کیا نتیجہ نکلا؟

منتری - مہاراج! مبارک ہو میں اُسی کام کے واسطے آیا ہوں (یہ کہا اور انجنادیوی کی تصویر پون کے ہاتھ میں دی)

پون نے تصویر کو دیکھتے ہی ہاتھ سے رکھ دیا - اور شرم سے منہ نیچے کرلیا -

پھر کیا تھا چاروں طرف سے مبارکباد کی دھوم مچگئی اور منتری نے ایک طلائی تھال میں زر و جواہرات کیسر وغیرہ حسب رواج اُس وقت کے پون جی کی نذر کیا - جس کو اُس نے بسر و چشم منظور کیا -

اُسی وقت شادیانے بجنے لگے اور گھر گھر منگلاچار ہونے لگا تین چار روز تک بڑی دھوم دھام سے خوشی منائی گئی اور بہت سا دان غریبوں کو دیا - اور بیاہ کا دن مقرر کر منتری کو وداع کیا

باب چوتھا

کیا یہ حقیقت میں وہی ہے

شام کا وقت ہے کمرے میں شمعدان جل رہا ہے اور اُس کے نزدیک ہی ایک زرنگار چوکی پر پون جی ایک تصویر ہاتھ میں لیے بڑی سوچ میں سر جھکائے بیٹھے ہیں اور رہ رہ کر اس کو شمعدان کے نزدیک کر بڑے غور سے دیکھنے لگ جاتے ہیں بعد میں نیچے رکھ متحیر ہو سوچ میں پڑ جاتے ہیں اور کئی طرح کے خیال پیدا ہو اُس کے دل میں چٹکیاں لے حیران کر رہے ہیں اور دل ہی دل میں یوں کہہ رہے ہیں کیا یہ تصویر جس کو میں دیکھ رہا ہوں حقیقت میں اُسی کی ہے ؟ ایسی خوبصورت

استری تو پہلے اس روپ میں کوئی نظر سے نہیں گذری کبھی سوچتا میں کیسا خوش نصیب ہوں کہ ایسی حسین عورت سے میری شادی ہوگی۔

مگر جب تصویر کی طرف دھیان آتا تو گھنٹوں اسی وہم میں رہتا کہ پہلے تو کبھی اس شکل کی عورت کا ذکر نہیں سُنا اور نہ ہی دیکھنے میں آئی ہے۔ ضرور کسی اپچھرا نے جنم لیا ہے۔ یا مصور کا خیال تصویر کھینچتے وقت کسی اور طرف ہوگیا ہے پھر کہتا نہیں! نہیں! ایسا بھی ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ مہندر پور کا مصور بڑا ہوشیار ہے وہ ہرگز ایسی غلطی نہ کرتا اور اگر کرتا تو فوراً درست کر لیتا۔ غرض اسطرح کے وہمی خیالات پیدا ہو دل کو بے چین کر رہے تھے۔ آخر جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ مہندر پور جانے کا مصمم ارادہ کر پلنگ پر لیٹ گیا اور نہایت بے چینی سے رات بسر کی اور صبح ہوتے ہی منتری کو بُلا کر کہنے لگا۔

پون۔ منتری! ایک ضروری امر درپیش ہے اس لیے میں آج ہی مہندر پور جانا چاہتا ہوں۔ اور تم بھی ہمارے ساتھ ہی چلو۔

منتری۔ بہت اچھا عالیجاہ!

یہ کہا اور سفر کا سامان درست کر دونوں چل پڑے۔ دوسرے روز شام ہوتے ہی مہندر پور پہنچ گئے اور بڑی احتیاط کے ساتھ نگر کی سیر کرنے لگے تاکہ کوئی پہچان نہ لیوے اور بہت کوشش کیگئی کہ انجنا دیوی کو دیکھ اپنے بے قرار دل کو تسلی دے۔ مگر سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہوا جب تین روز اسی سرگردانی اور پریشانی میں گذرے تو منتری سے کہنے لگے۔

پون۔ منتری! افسوس دل کا ارمان دل میں رہا جس کی خاطر اس قدر تکلیف اٹھائی اور دور دراز کا سفر اختیار کیا اُس کے دیکھنے کی تو کوئی صورت

نظر نہیں آتی - میں نہیں جانتا میرے دل کو کیا ہو گیا ہے جو اس تصویر کو دیکھکر دیوانہ سا بن گیا ہوں - مجھکو تو عورتوں سے سخت نفرت تھی - مگر اس حسن کی دیوی کو دیکھکر میرے تمام وصف خاک میں مل گئے — جو ناعاقبت اندیشوں کی طرح در بدر پھر رہا ہوں آہ! کوئی دیکھ لیگا تو کیا کہیگا - ہائے! شرم حیا کو بھی تو بالائے طاق رکھدیا - منتری! تم سے تو کوئی بات پوشیدہ نہیں (تصویر دکھا کر) ذرا اس کو دیکھکر تم ہی انصاف کرنا کہ پہلے کبھی ایسی استری اس بانر دیپ میں دیکھی ہے"۔

یہ کہا اور اُس کے مُنہ کی طرف دیکھنے لگا (تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد خود ہی) "میری بے چینی کوئی بے وجہ نہیں - وہ کون ہے! جو اسکے حُسن کی داد نہ دیگا؟ جب تک میں اس کو دیکھ نہیں لیتا تسلی نہیں ہوتی"۔

منتری - جو کچھ آپ نے فرمایا درست ہے - اگر دنیا میں کوئی چیز بے نظیر ہے تو یہی ہے - ورنہ ہمہ صفت موصوف ہونے میں تو کوئی شک نہیں - مگر آپ کا زیادہ دیر یہاں ٹھہرنا بھی واجب نہیں - ایسا نہ ہو راز فاش ہو جاوے آپ کی بے چینی برعکس نتیجہ پیدا کرے اور تمام آرزوئیں خاک میں ملجائیں۔

پون - کچھ دیر سوچکر - جو کچھ آپ نے کہا درست ہے (آہ سرد کھینچکر) اچھا محروم ہی جانا پڑا کل چلدینگے!!!

ناظرین! شام کے وقت پون جب منتری کو ساتھ لے کر سیر کو نکلا تو اتفاق سے اس کا گذر اُس مکان کے نیچے سے ہوا جو راجہ کے محل کی دیوار بدیوار مشرق کیطرف واقع تھا۔

اس عالیشان مکان کی دیواروں پر کاریگروں نے گذشتہ بہادروں کی تصویریں اور بیل بوٹے اس خوبی کے ساتھ منقش کئے ہوئے تھے کہ دیکھنے

والا چاہے کتنی دیر کیوں نہ دیکھے مگر سیر نہ ہوتا۔ آخر پھر آنے کی آرزو رکھ وہاں سے واپس جاتا۔

658

جب پون کی نظر ان تصویروں پر پڑی وہیں کھڑا ہو گیا اور بہت دیر تک دیکھتا رہا۔ آخر دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ انجنا دیوی کا محل ہے۔

آہا! اس وقت جو خوشی پون کو نصیب ہوئی اس کا حال تحریر کرنے سے قلم عاجز ہے۔ فوراً چہرے کی رنگت بدل گئی۔ دل میں خیال پیدا ہوا کہ آج کسی نہ کسی طرح اُس کو ضرور دیکھونگا۔ اور انھیں خیالوں کو لئے اُس دیوار کی طرف دیکھ رہا تھا کہ چند لڑکیوں کی آواز سُنائی دی۔ جب غور سے سُنا تو معلوم ہوا کہ کوئی کہہ رہی ہے کہ "وِدیوپربھ بڑا عالم اور خوبصورت جوان ہے۔ وہ عورت بڑی خوش قسمت ہوگی جس کو ایسا خاوند ملیگا"۔ دوسری بولی "سکھی! امر کا بھی تو خیال ہے کیا پون ویسا نہیں"؟ تیسری جو خوش طبع تھی بڑی نزاکت سے بولی "امرت کا ایک گھونٹ اچھا ہے بہ نسبت زہر کے سمندر کے"

آہ! اس آخیر کے فقرے نے تو غضب ہی کر دیا یونہی پون کے کانوں میں یہ آواز پہونچی تمام بدن میں سناٹا پڑ گیا فوراً وہ خوشی کے خیالات غیظ و غضب میں تبدیل ہو گئے۔ اُنھیں آنکھوں سے جو خوشی خوشی کسی کی جستجو میں ادھر اودھر پھر رہی تھیں۔ غصہ کے مارے شعلے نکلنے لگے اور بدن تھر تھر کانپنے لگا۔ تلوار نیام سے نکال منتری سے بولا۔

پون۔ منتری! کچھ سُنا راج دولاری نے کیا کہا؟

منتری۔ مہاراج! ہاں! کسی نے کہا ہے کہ "امرت کا ایک گھونٹ ہی اچھا ہے بہ نسبت زہر کے سمندر کے" مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ کس نے کہا۔

اور کون تھی ؟

پون - کیا تم تمیز نہیں کر سکتے کہ جو پہلے مختلف قسم کی آوازیں سُنائی دی ہیں وہ ایسی سلیس نہ تھیں جیسا کہ آخر میں ایک بڑی دلچسپی اور نزاکت کے ساتھ فقرہ کہا گیا ہے - دوسری کو کیا واسطہ جو اس قسم کی گفتگو کرے - اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ راج دولاری ہی تھی جس نے اپنے حسن کے غرور میں آکر مجکو زہر کے سمندر سے مثال دی ہے - تلوار کو دکھا کر (اسی) اس کا خاتمہ کئے بغیر کبھی نہیں چھوڑوں گا وہ کیا یاد کریگی کہ اس طرح میں نے ایک بہادر کی پس غیبت کی !! اور اُس کا اجر نہ ملا !!!

منتری (ہاتھ پکڑ کر) آہ ! ایسا غضب نہ کرو - شانتی اور دھیرج سے کام لو - جلدی کا نتیجہ خراب ہوتا ہے - میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ آپ نے کیونکر یقین کر لیا کہ وہ انجنا دیوی ہی کی آواز تھی یا کسی اور کی - کیونکہ آپ اُس کی آواز کی شناخت ہی نہیں کر سکتے - ناحق ایک بے گناہ کے خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگو !!!

پون (کانپتا ہوا) منتری ! تم کیا خیال کرتے ہو کہ میں نادان ہوں نہیں ! میں نے اپنی تسلی بخوبی کر لی ہے کہ یہ انجنا ہی تھی - بھلا خیال تو کرو جب ابھی سے اُس کے یہ خیال ہیں تو آیندہ کب بہتری کی امید کر سکتے ہیں - اسمیں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک اعلیٰ درجہ کی حسین ہے لیکن اتنا بھی غرور کیا کہ دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھے !!!

منتری (کچھ دیر سوچکر) اول تو یقیناً کہہ ہی نہیں سکتے کہ یہ کس کی آواز تھی اور اگر بالفرض یہ بات بھی لیا جاوے جیسا کہ آپ کا خیال ہے تو بھی اس کی زندگی کا خاتمہ کرنا آپ جیسے دہرماتما کو زیبا نہیں اور انسانیت سے بھی

بعید ہے کہ آپ اس بات پر گناہ عظیم کے مرتکب ہوں۔

پون نیچے سر جھکا سوچتا رہا اور دل ہی دل میں یہ پڑ گیا کہ بیاہ سے بارہ برس تک اس سے ہمکلام نہ ہونگا۔ بولا "اچھا" اسر وسالس لی اور رتن پور کو روانہ ہوا۔ مصنف ؎

کرم بڑے بلوان ہیں کئے نہ برتھا جا بوئے پیڑ جو آک کے آم کہاں سے کہا

بعض نکتہ چین اعتراض کریں گے کہ پون نے باوجود اس قدر دانا اور عالم ہونے اور بغیر تحقیق کرنے اصلیت کے کیوں ایسی سخت پڑ گیا کی؟

ناظرین! یہ کسی کے اختیار کی بات نہیں یہ سب اپنے اعمالوں کا نتیجہ ہے۔ جب تکلیف کے دن آتے ہیں ایک اچھی بات بھی بُری معلوم ہوتی ہے۔ بڑے بڑے چاتر بھی چترائی بھول جاتے ہیں۔ ایک کیا ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ تھوڑی دیر غور کرنیسے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ بڑے بڑے عالموں اور فاضلوں نے اس تقدیر کے آگے سر جھکایا بہتیری کوشش کی مگر آخر کچھ بن نہ آیا اس پر ایک ہندی شاعر نے کہا ہے۔ ؎

سما کرے نر کیا کرے سما بڑا بلوان بھیلاں ڈولا لٹیا وہی ارجن وہی بان

میرا خیال تھا کہ مہا بھارت کے زمانہ کے ایک لایق اور عالم راجہ کی مثال پیش کر ناظرین کی تسلی کرتا۔ چونکہ یہ کوئی ایک نئی بات نہیں دن رات ہم لوگوں کو ایسے واقعات دیکھنے کا موقعہ ملتا رہتا ہے۔ اس واسطے مناسب خیال نہ کیا کہ آپ لوگوں کا وقت ضایع ہو۔

باب پانچواں

شادی

شام کا وقت ہے آفتاب کے غروب ہونے سے تمام جہان میں تاریکی چھا گئی ہے۔ وہی گلزار جس کے دیکھنے سے تفریح طبع ہوتی تھی اور ایشور کی قدرت نظر آتی تھی کہ کس طرح اس نے ایک سبز پودے سے خوشنما دل لبھانے والے رنگ برنگی پھول پیدا کر اپنی ہستی ثابت کی ہے۔ اس وقت وہ بھی ڈراونی شکل بنے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اندھیرے نے اپنا دخل نہ کیا ہو۔ ہاں آبادی میں مصنوعی روشنی نظر آ رہی ہے وہ بھی کہیں زیادہ کہیں کم۔ لیکن مہندرپور کی بہار جو اس وقت دکھائی دیتی ہے عجیب ہے۔ جدھر دیکھئے چراغاں چراغ نظر آ رہے ہیں۔ جا بجا جھاڑ اور فانوس لٹکتے دکھائی دیتے ہیں۔ راجہ کے محل کی طرف تو دھیان کیجئے۔ بڑے بڑے جھاڑ مختلف وضع اور شکل کے جن پر بڑی نفاست سے کام کیا گیا ہے روشن ہیں۔ ان کا اوجالا دیکھکر قدرتی روشنی بھی ہیچ معلوم ہوتی ہے۔ گھر گھر منگلا چار ہو رہا ہے۔ شادیانے بج رہے ہیں۔ چھوٹا بڑا مارے خوشی کے پھولا نہیں سماتا۔ امیر وزرا عمدہ عمدہ پوشاکیں زیب تن کئے آگے آگے اور تماشبینوں کا ہجوم ان کے پیچھے پیچھے شہر کے جنوبی دروازہ کو جا رہا ہے۔

اہا! آج کیا ہے؟ انجنا دیوی کی شادی ہے اور برات کی پیشوائی کو یہ لوگ جا رہے ہیں۔

وہ دیکھئے برات آگئی آگے آگے چند سوار گھوڑے دوڑاتے راستہ

صاف کرتے ہوئے آرہے ہیں۔ اُن کے بعد سنگھے بال ہیں پون جی کیسری کپڑے
پہنے سر پر جڑاؤ مکٹ (تاج) جس پر بیش قیمتی ہیرے جڑے ہوئے جگمگا رہے ہیں
رکھا ہے۔ پیرھلا دو دیادھر اور اُس کے ارکین دربار بڑی سج دھج سے گھوڑوں
اور ہاتھیوں پر سوار ہیں۔ اور اُن کے پیچھے بے شمار پیدل عمدہ عمدہ نفیس پوشاکیں
پہنے برات کی زینت کو بڑھاتے ہوئے آرہے ہیں۔ تماشبینوں کا ہجوم حد سے زیادہ
ہے۔ ہر ایک اسی کوشش میں ہے کہ سب سے آگے بڑھکر دولھا کو دیکھے۔ مگر
بہت سے مایوس ہی نظر آتے ہیں۔ ہاں چاروں طرف سے مبارکباد اور واہ واہ کی آواز
آرہی ہے۔ شادیانوں اور جھانجھ وغیرہ نوبت کی آوازوں سے آسمان گونج اُٹھا
ہے۔ کانوں کی شنوائی کی طاقت زائل ہوگئی ہے۔ اب دیکھئے اشاروں سے
کام لے رہے ہیں۔

جب یہ برات اس شان و شوکت کے ساتھ شہر کے چوک میں پہنچی تو
راجہ مہندر رائے جو پہلے ہی سے پردھان وغیرہ کو ساتھ لئے انتظار
کر رہا تھا رسم ملنی کو ادا کرنے کے لئے آگے بڑھا۔

آہا! یہ کیسا عمدہ نظارہ ہے دیکھئے دونوں راجے کس تپاک سے ایک
دوسرے سے خیر و عافیت پوچھ رہے ہیں۔ جب اس رسم کو ادا کر چکے تو
بڑی عزت کے ساتھ برات کو جنواسے کے مکان میں اوتارا۔ اور سب کے ہاتھ
پاؤں دُھلا مرچبان[1] پلا رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد حلوا پوری کچوری اور لذیذ نفیس
مٹھائیوں کے تھال ہر ایک براتی کے آگے رکھے گئے!

جب سب نے سیر ہو کر کھانوں سے ہاتھ کھینچا تو پان الاچی تقسیم کیا گیا
اور بعد ازاں سب اپنے اپنے بستروں پر جا کر لیٹ گئے۔

---

[1] برات کے ٹھہرنے کے بعد جو پانی یا شربت پلایا جاتا ہے اس کو مرچبان کہتے ہیں۔

جب لگن کا وقت ہوا تو پون جی کو لاکر بیدی کے نیچے شاہانہ مسند پر بٹھایا
ہی تھا کہ پنڈتوں نے وید منتر پڑھ ہون کرنا شروع کیا اور سکھی سہیلیوں نے
انجنا دیوی کو نہلا دھلا عروسانہ لباس پہنا جڑاؤ زیورات سے آراستہ کر
پون جی کے دائیں طرف لا بٹھایا اور گٹھ جوڑا کیا۔

آہ! جس وقت انجنا دیوی نے پون جی کے گلے میں جے مالا
ڈالی اُن کا چہرہ مارے غصہ کے سُرخ ہو گیا۔ دل میں وہی خیال پڑ گیا کا پیدا
ہوا اور کانوں میں وہی آواز بھر گئی۔ دل ہی دل میں کہنے لگے عورتوں کا چرتر دیکھئے
باطن میں تو اپنے حسن کا اس قدر غرور کہ مجھکو زہر کا سمندر جانتی ہے اور ظاہر ا
جے مالا ڈال کر زوجیت کا دم بھرتی ہے۔ میں تو ایسی سینہ سیاہ عورت سے
شادی کرنے سے باز آیا۔"

ناظرین! اس طرح کے خیال پون جی کے دل میں گذر رہے تھے
کہ اتنے میں پنڈتوں نے وید کا وہ منتر پڑھا جس کے معنے یہ تھے کہ "جب تک
میں اپنی عورت کے کسی ایک دوش (عیب) کا پورے طور پر اطمینان نہ کر لوں
یقین نہ کروں گا۔ اور اسی طرح استری کے واسطے بھی ہدایت تھی۔

اس مذکورہ بالا منتر کو سُنکر پون جی کے خیالوں نے پلٹا کھایا۔ اور
ادھر عورتوں کے دلکش راگ اور پنڈتوں کا یک زبان ہو کر آخر میں ایک سوہانی
آواز سے لفظ "سواہا" کا ادا کر ہون کنڈ میں سامگری ڈالنا اور انجنا دیوی کی
سکھی سہیلیوں کا پھولوں کی برکھا کر دولھا کو مسکراتی ہوئی نظر سے گھورنا سونے
میں سُہاگہ کا کام دے گیا گو پون جی کے جسم کے اندر انتہا درجہ کا رنج اور وہمی
خیالات چھپے ہوئے اُس کو بے چین کر رہے ہوں! لیکن اس وقت تو سب
بالائے طاق پڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔

دیکھئے! کیسے خوشی ہوئی کنڈ میں سوگندھیت سامگری ڈال رہے ہیں۔
اور وید منتروں کو پڑھ عورت خاوند کے حقوق کو مان کر عہد پیمان کر رہے ہیں۔

جب پنڈتوں نے بیاہ سنسکار کو ختم کر شانتی پاٹھ پڑھا تو چاروں طرف سے مبارکباد کی آواز آنے لگی۔

سکھی سہیلیاں انجنا دیوی کو محل میں لے گئیں اور پون جی اوتارے کے مکان میں آئے۔

راجہ مہندر رائے کا انتظام قابل تعریف تھا کسی کو شکایت کرنیکا موقعہ نہ ملا۔ جس چیز کو طلب کیا فوراً مہیا کی گئی۔

تین روز تک برات وہاں رہی چوتھے روز بے شمار جہیز دے وداع کرنے لگے تو راجہ مہندر رائے اور رانی بیگ موہنی کے چہروں پر اُداسی کی گھٹا چھا گئی اُدھر عورتوں کے الوداعی گیتوں نے سب کے دل کو ہلا دیا۔ راجہ مہندر رائے آنسو بھر ہاتھ جوڑ پرہلاد و ودیادھر سے کہنے لگا۔

راجہ مہندر رائے ۔ دوہا

دھن ودیادھر مم آج کو پورن بھئی مراد — کر جوڑ کروں بنتی سن ودیادھر پرہلاد
ہے انجنا دیوی بالکا نہ جانے جگ مریاد — ودیادرشٹی راکھیو کر لیو کھما اپرادھ

ناظرین! جس وقت راجہ مہندر رائے نے بھر بھرائی ہوئی آواز سے مذکورہ بالا دوہے کو کہا سب حاضرین کے آنسو آنکھوں میں بھر گئے اور اس کی عاجزی پر عش عش کرنے لگے

خوشبودار چیزیں شگون کی ہاتھ لئے نادان بشر! ہمیشہ مہربانی کی نظر رکھنا۔
اگر کوئی قصور ہو تو معاف کرنا

راجہ پر بھلادو یادھر (مہندر لئے کا ہاتھ پکڑ کر)

اشیور کا دھنباد ہو سنو مہندر را   کروں او یک پون سے پیار یں مت بڑھا گھبرا
آنند منگل چار سے رہیں دو لہن دولھا   آیو کریں ونیت یہہ گن الیشور کا گا

جس وقت برات وہاں سے وداع ہوئی ہر ایک کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔ سکھی سہیلیاں ابر نوبہار کی طرح آنسو بہا انجنا دیوی کے سکھ پال کی طرف ٹکٹکی لگا دیکھتی رہیں۔ اُس کے لڑکپن کی بھولی بھولی باتیں یاد کر آنسو بہاتی رہیں۔ جب نظر نے جواب دیا تو مایوسانہ صورت بنا سب واپس آئیں۔

جب دوسرے روز برات رتن پور پہنچی تمام نگر میں دھوم مچ گئی۔ عورت مرد سب انتظار کی تاب نہ لاکر دوڑے۔ دولھا اور دولہن کو دیکھ کر بہایت خوشی ہوئی۔

آہا! چھوٹے چھوٹے لڑکے اور لڑکیاں کیسے دیکھنے کے جوش میں بھاگے جاتے ہیں کہ گرنے کا بھی خوف نہیں

دیکھئے وہ لڑکی گر پڑی۔ مگر جھٹ اوڑہنی کو سنبھال پھر بھاگی جا رہی ہے غرض بڑے جاہ و جلال کے ساتھ برات شہر میں داخل ہوئی۔ چاروں طرف سے مبارکباد کی آوازیں آنے لگیں۔

جب شاہی محل کے دروازہ پر پہنچے تو رانی کیتومتی نے دولھا اور دولہن کے سر سے پانی وار کر پیا۔ اور دولہن کو دیکھ ایشور کا دھنباد کیا۔

ناظرین رانی کیتومتی انجنا دیوی کا حُسن دیکھکر ایسی فریفتہ ہوئی کہ بار بار اُس کے منھ کی طرف دیکھتی اور سیر نہ ہوتی۔ غرض بڑی خاطر تواضع سے پیش آئی۔

لے زیادہ سے زیادہ اپنی عمر الیشوری کی بھگتی میں گذاریں

انجنا دیوی نے اِن باتوں کو غنیمت جان الیشور کے حضور میں سر جھکا شکریہ ادا کیا۔

باب چھٹا

دل کے ارمان دل ہی میں رہے

صبح کا سُہاونا وقت ہے۔ آسمان پر تارے ابھی جھلملاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ انجنا دیوی بستر خواب سے اُٹھی اور ضروریات سے فارغ ہو اشنان کر نِت کرم کرنے بیٹھ گئی۔

جب سندھیا او پاسنا کر چکی تو اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی بسنت مالا کے ساتھ ادھر ادھر کی باتیں کر رہی تھی کہ کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی۔ دل میں خیال گذرا کہ پون جی آتے ہیں یہ سوچ کر دونوں خاموش ہو گئیں۔

اتنے میں ایک عورت پست قد۔ موٹی گردن۔ گول چہرہ۔ سانولا رنگ۔ سر کے بال بکھرے ہوئے۔ بسنتی ڈوپٹہ اوڑھے۔ ساڑھی پہنے آئی اور پرنام کر کے کھڑی ہو گئی۔

بسنت مالا۔ (بڑی ملایم آواز سے) بہن بیٹھ جا۔

پست قد عورت۔ مجکو کچھ بہو جی سے عرض کرنا ہے۔

انجنا دیوی۔ بہن! بیٹھو تو سہی۔

پست قد عورت۔ بہت اچھا۔

یہ کہہ کر ذرا پیچھے ہٹکر بیٹھ گئی۔

انجنا دیوی۔ کہیے! کیا حکم لائی ہو؟

پست قد عورت - کنور جی نے آپ کے لئے پالکی بھیجکر فرمایا ہے کہ آپ دوسرے محل میں جو یہاں سے قریب ہی ہے جا کر رہیں -

اس بات کو سن کر انجنا دیوی تو حیران سی رہ گئی مگر بسنت مالا چٹکی نے مسکرا کر بولی -

بسنت مالا - انجنا دیوی ! میری طرف خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ پون جی کی محبت میں آکر مجھکو بھول جاؤ - میں نے تو تمہاری خاطر ماں باپ کو چھوڑ پردیس اختیار کیا ہے -

انجنا دیوی - کیا تم میرے ساتھ وہاں نہ جاؤ گی ؟ اپنے قول[1] کو پورا کر نہ دکھلاؤ گی ؟ تم تو کہتی تھی کہ جب تک جسم میں جان ہے - تم کو نہ چھوڑوں گی - چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو تم سے منہ نہ موڑوں گی - پیاری ! ابھی سے ایسی باتیں سُنا کر کیوں ڈراتی ہے - بھلا یہ ممکن ہے کہ تم کو چھوڑ میں اکیلی جاؤں -

یہ کہا اور دونوں پالکی میں سوار ہو گئیں -

راوی بیچاری انجنا دیوی نہیں جانتی تھی کہ جو سامان خوشی کے تھے آج تمام ہوئے اور رنج و غم کچھ عرصہ کے لئے میری سیوا[2] کرنے کو آئے ہیں -

پیارے ناظرین ! آپ کو معلوم ہو کہ جو پرتگیا پون جی نے کی تھی اسکو اب پورا کرنے لگا ہے -

جب انجنا دیوی اُس محل میں آئی تو اُسے دربانوں کے جو دروازہ پر کھڑے تھے کسی کو نہ پایا - دل میں خیال گذرا کہ شائد سوامی جی تھوڑی دیر کے بعد آئیں گے - اسی انتظار میں شام ہو گئی - بسنت مالا نے شمعدان روشن کیا اور انجنا دیوی نت نیم کرنے لگی - جب فارغ ہولی تو بھی وہاں سوئے

[1] یعنی وعدہ وفا [2] یعنی خدمت

بسنت مالا کے کسی نہ دکھا مختلف خیال دل میں پیدا ہو گھبراہٹ پیدا کرنے لگے۔ کئی طرح کے فرضی گھوڑے اس بات کی اصلیت معلوم کرنے کو دوڑاتی مگر کچھ سمجھ میں نہ آتا۔ آخر جب آدھی رات گذر گئی تو بسنت مالا سے بولی۔

انجنا دیوی۔ سکھی! کیا تو بتلا سکتی ہے کہ سوامی جی کیوں نہیں آئے؟ اور مجکو اس محل میں کیوں رکھا گیا ہے؟

بسنت مالا۔ انجنا دیوی! کیوں گھبرا رہی ہے۔ ان کو کچھ ضروری کام ہو گیا ہوگا۔ اس لئے وہ نہیں آسکے!

اور یہ اکثر راجکماروں کا دستور ہے کہ شادی کرنے کے بعد ماں باپ سے علیحدہ رہنا پسند کرتے ہیں۔ شاید انھوں نے بھی یہ سوچ کر تمھارے لئے یہ محل تجویز کیا ہو۔

انجنا دیوی۔ میرا خیال تھا کہ میں بڑی خوش قسمت ہوں جو ایسی ساس ملی ہے جس کے ملنے سے ایک ہی روز میں وہ پریم جو میں اپنی والدہ کے ساتھ رکھتی تھی بھول گئی۔ اگر ان کے پاس رہتی تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ پیاری! اس بات کو سوچ کر کہ سب سے میں آئی ہوں سوامی جی نے تو میرے ساتھ بات تک نہیں کی اور نہ ہی اب تک یہاں آئے ہیں۔ میں تیرے قیاس کو کیونکر درست مان سکتی ہوں کہ انھوں نے یہ محل اپنے رہنے کے واسطے پسند کیا ہے سکھی! اس میں ضرور کچھ بھید ہے۔

یہ کہا اور نہ جانے کیا خیال دل میں گذرا کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور نہایت بے چین ہو گئی۔

بسنت مالا نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح یہ تھوڑی دیر آرام

کرے۔ مگر آرام کس کو! دل تو اُس کا ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا ہے۔ آنکھیں بے صبری سے انتظار کر رہی ہیں۔ خیال بُرے بُرے پیدا ہو مغز کو پراگندہ کر رہے ہیں اور سنسان مکان ڈرا رہا ہے۔ نیند آئے تو کیونکر؟

غرض انجنا کبھی پلنگ پر لیٹ کچھ سوچتی ہے۔ جب وہاں سے دماغ نے چکر کھایا تو جھروکے میں جا بیٹھی۔ وہاں سے اُٹھی تو بسنت مالا سے جا بولی۔ پیاری! سوامی جی تو اب تک نہیں آئے۔ ہائے کس سے پوچھوں؟

غرض انھیں باتوں میں رات بسر کی جب صبح ہونے کو ہوئی تو اشنان کر سندھیا کی۔ کہ اتنے میں وہی پست قد عورت جس کا نام شاید للتا ہے آئی جس کو دیکھکر انجنا دیوی بڑی غمگین آواز سے بولی۔ بہن آج کیا حکم لائی ہو؟

للتا۔ باغ کو جا رہی ہوں آپ کے دیکھنے کے لئے آگئی۔

بسنت مالا۔ بہن! پون جی کہاں ہیں؟

للتا۔ سندھیا کر ابھی باہر کو گئے ہیں۔

بسنت مالا۔ (بڑی رسیلی زبان سے) پیاری! بہن کیا تو بتلا سکتی ہے کہ کنور جی نے انجنا دیوی کو اس محل میں علیحدہ کیوں رکھا ہے؟ اور خود کیوں نہیں آئے اور نہ ہی رانی صاحبہ نے خبر لی ہے۔ انجنا دیوی تو کل سے رو رو کر حیران ہو رہی ہے۔

للتا نے انجنا دیوی کی طرف دیکھ سرد سانس لی اور کچھہ جواب نہ دیا۔

للتا کی یہ حرکت دیکھ انجنا دیوی کا ماتھا ٹھنکا اور بسنت مالا کے ہوش اوڑ گئے اور کہا۔ ہائے غضب ہوا۔ ایسی کیا بات ہے؟

بسنت بالا۔ (للتا کے گلے میں دونوں ہاتھ ڈال کر) بہن! سچ بتلا کیا بات ہے؟

للتا۔ کیا بتلاؤں؟ (ماتھے کو ہاتھ لگا کر) انجنا دیوی کی قسمت پھوٹ گئی!! کنور جی نے کسی بات پر جس کو وہ بتلانے سے گریز کرتے ہیں پرتگیا کی ہوئی ہے کہ بیاہ سے بارہ برس تک انجنا سے بات نہ کریں گے۔ بلکہ اس کی شکل دیکھنے کے روادار نہ ہوں گے۔ اور اپنی ماتا کو بھی بات کرنے سے قطعی ممانعت کر دی ہے۔

یہ کہکر للتا تو چلتی ہوئی۔ اور انجنا دیوی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ بولنے کی طاقت جاتی رہی اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔ بسنت بالا یہ حالت دیکھ اپنے دل کو سخت کر انجنا دیوی کا سر اپنے زانوں پر رکھ کے بولی۔

بسنت بالا۔ (انجنا دیوی کے سر کو حرکت دیکر) انجنا دیوی! انجنا دیوی! پیاری کیوں نہیں بولتی۔

جب اُس نے کچھ بھی جواب نہ دیا تو بہت گھبرائی اور چیخ مار کر بولی "ہائے! انجنا دیوی کو کیا ہو گیا؟ اب میں کیا کروں؟" اور تھوڑا سا پانی لا کر اُس کے مُنھ پر چھینٹا دیا۔ قدرے ہوش آئی تو یہ کہا "ہائے! دل کے ارمان دل ہی میں رہے" اور خاموش ہو گئی۔

تب پھر بسنت بالا نے اُس کے سر کو ملا کر کہا "سکھی! کیوں اسقدر بے چین ہو رہی ہے؟ تیری یہ حالت دیکھکر میرا جی گھبراتا ہے۔ سینہ چاک ہوا جاتا ہے۔ یہاں ہمارا غمخوار کون ہے جو پون جی کو جا کر سمجھائیگا؟ یہ ہمارے ہی حال پر ہیں کہا ہم کو تسلی دیگا۔ میں جانتی ہوں کہ تو بے گناہ ہے لیکن کیا کروں۔ میری کون سنتا ہے!! اب تو سولے ایشور

مجھے کوئی سہارا نہیں۔ اس قدر ستم کرنے سے تو کچھ فائدہ نظر نہیں آتا"
"پیاری! تم خود دانا ہو زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ذرا بچار تو کرو!
میں کیا کر سکتی ہوں؟ بجز اس کے کہ تم کو اس حالت میں دیکھ آنکھوں سے
آنسو بہاؤں"۔ یہ کہا اور پانی منھ میں ڈالا اور سر کو ہاتھ سے ہلایا جب انجنا دیوی
نے آنکھ کھول کر اس کی طرف دیکھا تو بسنت مالا نے کہا "پیاری! دل کو
مضبوط کر ایشور پر بھروسہ رکھ۔ دیکھ گیانی وہی ہے جو مصیبت میں دھیرج
رکھے۔ کیا تجکو اپنے مہندرپور کے باغ کی وہ بات جو سیر کرتے وقت اکثر
کہا کرتی تھی یاد نہیں۔ "جو دکھ سکھ سریر کا بھوگ جان ایشور پر بھروسہ رکھتا ہے
وہی سکھ پاتا ہے"۔ یہ سن کر انجنا دیوی نے بڑی نرم آواز سے کہا۔ "میں
سب کچھ جانتی ہوں۔ لیکن دل نہیں مانتا۔ من کو بہتیرا حوصلہ دیتی ہوں
کہ یہ کسی کا دوس نہیں میرے ہی کرموں کا پھل ہے۔ مگر جب اوس داسی کی
بات یاد آتی ہے بے اختیار جی گھبرانے لگ جاتا ہے۔

اور تو کچھ فکر نہیں۔ صرف خیال ہے تو اس امر کا کہ وہ کونسی ایسی
بات ہے جس نے اُس پران پیارے کو میری طرف سے بدظن کر ایسی
ہو گیا یہ کارادہ کیا؟"

"جہاں تک میں سوچتی ہوں۔ یہاں کیا ماں باپ کے گھر بھی تو کبھی
میں نے زبان سے ایسا کلمہ نہیں نکالا جو دوسرے کے ملال کا باعث ہوا ہو۔
اور خاص کر سوامی جی کے ساتھ یا اُن کی بابت گفتگو کرنے کا تو موقعہ بھی نہیں
ملا جس کو رنج ہوا تو کیونکر؟ ہائے! کچھ سمجھ میں نہیں آتا! اصلیت اس کی
کیا ہے؟"!!

بسنت مالا۔ جو کچھ تم نے کہا درست ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ تم

بے گناہ ہوں میں گھبرے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

انجنا دیوی (سرد سانس لے کر) کیا گھبرانا ہے!!! یہ پچھلے جنم کے کرموں کا پھل ہے کسی کو دوش نہیں؟

یہ کہا اور ٹپ ٹپ آنسو آنکھوں سے گرنے لگے۔

جب اس طرح دن رات کی آہ و زاری اور بے قراری میں کچھ عرصہ گذر گیا تو ایک روز بسنت مالا کو پتی کی یاد ستانے لگی تو وہ اس طرح کہنے لگی۔

دوہا

کون او گن ہم سوں بھئیو بچھڑن ۔ نہ میری اور ستو سدھ، بیتم پران

بدھنا کیا تو نے ہی لکھا بچھڑن ۔ ایسے پیتم چھڑ دیا رہے براگ

پریتم میرے پیارے کہاں کرو درشن ۔ تیرے درشن کو ترستے میرے نین آسا بدھ

بسنت مالا میری پیاری ہو کچھ کرو اپا ۔ چاند ہر چکی پون جی کر پودھی بنا

کچھ داس میں انجنا سے بہنا گھبر ۔ نہیں دوش کسے کو پیاری کرم لکھا لیا

یہ کہا اور پریشانی کی حالت میں پھر کچھ سوچنے لگ پڑی بہت دیر تک عالم سکوت میں بیٹھی رہی۔ لیکن جب یہ خیال ہو بانی سے جگر کٹتا ہوا زبان پر آیا "اہیں! بارہ سال کی پڑ گیا" تو سینہ غم سے تھرتھرا اٹھا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور پون جی کو مخاطب کر یوں کہنے لگی۔ "اے پران پیارے! میرے حال پر رحم کرو۔ بغیر آپ کے یہاں میرا کون ہے؟ مہاراج آپ اس داسی سے کیوں ایسے بدگمان ہو گئے جو ایسی سخت پڑ گیا کی؟ میں نے تو ابھی تک ٹھیک درشن بھی اچھی طرح نہیں کئے! میرے نین تو چکور کی طرح آپ کا چاند سا مکھڑا دیکھنے کو ترستے ہیں اور نہ ہی اب تک آپ کی خدمت کرنے پائی ہوں کہ اس میں کچھ لیس پیش ہوا ہو۔ ہائے! سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ میری طرف سے بدظن کیوں

ہو گئے ؟

کہا کر دا پرا دناتھ ہیں دکھیا بھاری   مات پتا کو چھوڑ آئی ہیں شرن تمہاری

بتاں آپ مہاراج کون میرا ادھکاری   دیا کا ہی بھیر اگ پتی ہیں داس تمہاری

ناظرین! انجنا دیوی نے ان مذکورہ بالا فقروں کو ایسی دردناک آواز سے روتے ہوئے زبان سے نکالا کہ جن کو سُنکر پون جی کا دل بھی جو جن اتفاق سے اُس وقت اُسی محل کے نیچے سے گذر رہے ہیں۔ پاش پاش ہو گیا ہے۔

اگر ان فقروں کو سحر ساحری کہیں تو بجا ہے۔ جنہوں نے ان کے کانوں میں پہنچتے ہی۔ آگے بڑھتے ہوئے قدم کو وہیں روک لیا اور انجنا دیوی کے پاس جانے پر آمادہ کر دیا ہے۔

آہ! جس وقت پون جی نے آخر کا دوہا سُنا تب تو بے اختیار ہو لوٹ ہی پڑے مگر ایک دو قدم چلنے کے بعد ٹھٹک کر وہیں کھڑے ہو دل ہی دل میں کہنے لگے۔ "اُف میں نے تو بارہ سال کی پرتگیا کی ہوئی ہے۔ ابھی تو گیارہ برس گذرے ہیں (پھر خود ہی) اگر میری پرتگیا۔ اِستی پر نہ ہوئی تو مجھ سے بڑھ کر بے رحم اور کم عقل کون ہوگا؟ جس نے ایک آواز کو سُن بغیر تحقیق اور تسلی کرنے کے ایسی سخت پرتگیا کی۔ افسوس! مجھ سے بڑی نادانی ہوئی!! بے شک نادانی ہوئی!!! کوئی بھی عقلمند ایسا نہیں کرتا۔ جیسا کہ میں نے کیا ہے"!!!

آہ! اگر اسی طرح گریہ زاری کرتے کرتے مر گئی تو بس قیامت ہی ہے۔ میں تو دین کا رہا نہ دنیا کا! (کچھ سوچکر) "کچھ ہی کیوں نہ ہو اب تو ضرور پران پیاری سے مل اُس کا حال دریافت کروں گا۔ ورنہ ناحق اُس کا خون میری گردن پر ہوگا" یہ سوچکر قدم اُٹھا کر آگے بڑھا مگر پھر جھجک کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

افسوس ہے کیسا بے وقوف ہوں کہ ایک دفعہ کی ناعاقبت اندیشی سے تو اب تک پشیمان ہو رہا ہوں۔ دوسرا ایک اور دھبہ اپنی زندگی پر لگانے کو تیار ہوا ہوں اس سے تو قیامت تک رہائی مشکل ہے۔ کیونکہ جب یہ بات عام مشہور ہو جاوےگی کہ یوں سنے پر تگیا کر اس کا پالن نہیں کیا تو تمام جہان میں میری رسوائی ہوگی ہر ایک سے منہ چھپانا پڑیگا اور جو پرتگیا کر اس کا پالن نہ کریگا وہی مجھکو بطور مثال کے پیش کریگا۔ آہ! ایسا کام تو میں کبھی نہیں کرونگا۔" یہ کہہ کر نیچے نظر کئے سوچتا ہوا وہاں سے چلا گیا

باب ساتواں

کشمکش دل

دن کے تیسرے پہر کا وقت ہے جبکہ راجہ پرہلاد و دیا دھر کے دربار میں ایک سناٹا سا چھا رہا ہے کہ کسی کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ کیا یہاں راجہ صاحب تشریف نہیں رکھتے اور اہلکار چلے گئے ہیں جو یہ عالم سکوت ہے ؟ نہیں! وہ دیکھو راجہ پرہلاد و دیا دھر اور لون جی دونوں چلنے کو تیار کھڑے ہیں اور درباری اہلکار اپنے اپنے کاغذات سنبھال منتظر اس بات کے دکھائی دیتے ہیں کہ یہ کب دروازہ سے باہر قدم رکھیں اور ہم چلتے پھرتے نظر آئیں۔ جونہی راجہ وہاں سے چلنے لگا ایک سپاہی فوجی وردی پہنے دروازہ سے داخل ہوا اور جھک کر آداب کرتے ہی ایک خط جیب سے نکال راجہ کو دیا اور آپ الگ کھڑا ہو گیا۔

راجہ خط کو ہاتھ میں لے کر پہلے تو کھڑا ہی پڑھتا رہا۔ مگر بعد میں بیٹھ گیا کبھی خط کو رکھ دیتا اور سر جھکا سوچنے لگ جاتا اور کبھی پھر ہاتھ میں لے کر دیکھتا

ایشور جلے نے اس خط کا مضمون کیا ہے جس کو پڑھ کر راجہ دیر سے سر جھکا کر
سوچ رہا ہے۔ ہاں! کبھی کبھی پون کی طرف بھی دیکھ لیتا ہے۔ راجہ کی یہ حالت
دیکھکر حاضرین دربار بڑی حیرت میں ہو راجہ کے منہ کی طرف دیکھنے لگے۔ مگر کسیکو
جرأت نہ پڑی کہ زبان سے کچھ کہے۔

بالآخر تھوڑی دیر کے بعد راجہ نے خود پردھان سے مخاطب ہو کر کہا۔

راجہ۔ مہاراجہ راون لکھتا ہے کہ ورمتی نگر کے راجہ ورن سے کچھ عرصہ
ہوا ہے کہ جنگ ہوا تھا۔ جس میں وہ غالب آکر کھر اور دوکھن کو قید کر کے
لے گیا ہے۔ اب اُن کے رہا کرانے کی غرض سے جنگ کا ارادہ ہے۔ اسلئے
تمام راجوں کو جو ماتحت لنکا کے ہیں طلب کیا ہے۔ چنانچہ ہم کو بھی لکھا ہے
اب میں یہ سوچتا ہوں کہ وہاں خود جاؤں یا پون کو بھیجوں۔ پردھان کچھ
جواب دینے کو تھا کہ پون جی نے آگے بڑھکر یوں کہا

پون جی۔ مہاراج! اگرچہ آپ کے نزدیک یہ کچھ اہم معاملہ نہیں۔ لیکن میری موجودگی
میں آپ کا جانا گویا میری حرمت کا جانا ہے!! اسلئے دست بستہ التماس ہے کہ
مجکو جانے کی اجازت دی جاوے۔

جب پون جی نے اس طرح کہا تو پردھان نے اس بات کی تائید کی منتری
وغیرہ نے زور دیا انکی باتیں سنکر پہلے تو راجہ کچھ دیر تک نیچے نظر کئے سوچتا رہا۔ بعد میں پردھان
سے بولا۔

راجہ۔ اچھا! فوج کی تیاری کا حکم دیدو تاکہ پون کل صبح ہی یہاں سے روانہ ہو جائے
پردھان نے یہ سنتے ہی فوراً فوجی افسروں کو بلا کر سب سامان درست کرنے کے
واسطے تاکید کی۔

صبح ہوتے ہی پانچ سو جنگی جوان ننگی تلواریں کاندھوں پر رکھے ہمرکشون

کو تیروں سے بھر گئے رتن پور کے جنوبی دروازہ سے باہر کسی کے انتظار میں دکھائی دیتے ہیں۔

آہا! جس وقت پون جی سر پر مکٹ رکھے زرہ بکتر پہنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے وہاں آئے تو سب نے جنگی قاعدہ کے مطابق سلامی دی۔

تھوڑی دیر کے بعد ناقوس بجا جس کی آواز سنتے ہی وہ سپاہی جو آگے پیچھے ہو کر صفیں باندھے قدم ملائے منتظر حکم کھڑے تھے بڑی تیزی کے ساتھ چلتے ہوئے نظر آئے۔ جن کے قدموں کی ٹھپ ٹھپ کی آواز کانوں میں پہونچ کیا سہاونی معلوم ہوتی ہے۔

سب سے آگے آگے پون جی منتری کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے جا رہے ہیں اور ان سب کے پیچھے سیناپتی دھندبیر بڑے آن بان سے گھوڑے کو ایڑی دیتا ہوا کبھی دائیں طرف نکل جاتا ہے کبھی بائیں طرف۔ ذرا کسی کا قدم اِدھر اُدھر ہوا کہ دھندبیر نے دمیں ڈانٹا۔

اس طرح بڑی شان و شوکت کے ساتھ جا رہے تھے کہ آفتاب نے اپنی شوخ کرنوں کو سرخ نقاب میں چھپا مہتاب کے خوف سے مغرب میں پناہ لی اور ان دلاوروں نے عمدہ جگہ دیکھ ایک ندی کے قریب ڈیرہ جمایا۔

آہا! سب لوگ تو سوائے اُن سپاہیوں کے جو رات کی حفاظت کے واسطے معمور کئے گئے ہیں سو گئے ہیں۔ مگر پون جی اور اُنکا منتری ابتک باتیں کرتے سنائی دیتے ہیں۔

کچھ ذکر کر رہے تھے کہ ایک جانور کی دردناک آواز سنائی دی۔ پون جی نے حیران ہو کر منتری سے پوچھا "یہ کون جانور ہے جو اس وقت بول رہا ہے"

ے جو ایک تاج کی قسم کا ہوتا ہے۔

پہلے تو کبھی ایسی آواز سُننے کا اتفاق نہیں ہوا"
منتری - مہاراج! اس کو چکوی کہتے ہیں یہ اکثر پانی میں رہتی ہے - دن بھر
نر اور مادہ اکٹھے رہتے ہیں مگر رات کو الگ الگ ہو جاتے ہیں - یہ مادہ ہے جو نر
کے ویراگ میں بول رہی ہے - گویا اُس کو بُلا رہی ہے -
پون جی (حیران ہو کر) کیا! یہ رات کو دونوں ایک جگہ نہیں رہ سکتے؟
منتری - جی! نہیں! قدرتاً ہی ایسا ہے کہ یہ رات کو ایک دوسرے سے
نہیں مل سکتے -
پون جی - یہ صرف رات کی جُدائی میں ایسی بول رہی ہے!!
منتری - جی! ہاں! آپ اس قدر حیران کیوں ہوئے - یہ کوئی نئی بات
نہیں -
پون جی - اس کی آواز سن کر مجھکو اور ہی خیال پیدا ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے
کہ ہم نے شادی کرتے ہی انجنا دیوی کو علیحدہ مکان میں رکھا ہوا ہے اور
آج تک اُس کی شکل بھی نہیں دیکھی - جب اس حیوان کا یہ حال ہے تو وہ بیچاری
کیوں نہ بے چین ہوتی ہوگی؟ گو ظاہر نہ کرتی ہو مگر دل ہی دل میں کُڑھتی ضرور ہوگی!!
منتری - (تعجب کے لہجہ میں) کیوں؟ آپ نے ایسا کیوں؟ کیا؟
پون جی - کیا! تم کو وہ مہندر پور کی بات یاد نہیں؟ جب ہم تم شادی کرنے
پہلے گئے تھے تو انجنا دیوی نے کیا کہا تھا؟ بس اُسی بات پر ہم نے پرتگیا کی ہوئی
ہے کہ شادی سے بارہ برس تک اس کے ساتھ ہمکلام نہ ہونگے -
منتری - (بڑی سنجیدگی سے) اگر آپ نے اُسی بات پر عمل کر ایسی سخت پرتگیا کی
ہے تو غضب ہی کر دیا - کیونکہ وہ بات تو قابلِ یقین نہ تھی - اور میں نے اُس وقت بھی
یہی عرض کی تھی - مگر افسوس! آپ نے کچھ توجہ نہ کی اور ناحق اُس دیوی کو اب تک پریشان

رکھا!! انجنا دیوی نے میری استری سے جو اکثر اُس کے پاس جایا آیا کرتی ہے۔
کبھی اس بات کا ذکر بھی نہیں کیا اور نہ ہی کسی قسم کی شکایت زبان پر لائی ہے۔
اُس کے دودوان ہونے پر تو تمام عورتیں عش عش کر رہی ہیں۔ اوف! بارہ سال
ہو گئے!! مگر آپ نے پہلے کبھی ذکر نہیں کیا!!! ورنہ کب ممکن تھا کہ میں اس گناہ عظیم
کا آپ کو مرتکب ہونے دیتا۔ آہ! یہ بات سُن کر میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں
آپ نے بڑا ظلم کیا!! حقیقت میں ظلم کیا!!! ایسے پاک خیالوں کے رکھنے والی
وہ دیوی! اور اُس پر یہ جور و جفا!! ستم! ستم! آپ بڑے بے رحم ہیں!!!

ناظرین! منتری کی باتیں پون جی کے بدن میں بجلی کی طرح اتر گئیں
اس پر یہ خوب موزوں ہے کہ "جادو وہ جو سر چڑھ بولے" پون جی نے بغیر
کسی بات کا جواب دینے کے یوں کہا ؎

دُکھ کا کانٹا میں چبھوتا پی نج نار۔ شیلوتی پیاری انجنا کچھ کیا بچار۔

جب پون جی نے اس طرح کہا تو منتری بولا۔

منتری۔ مہاراج! جو وقت گذر گیا وہ تو ہاتھ نہیں آتا لیکن اب بھی رتن پور
نزدیک ہے آپ جا کر اُس کی تسلی کرا دیں۔ اور میں سینا کو لے کر رام ناتھ
پر آپکا انتظار کروں گا۔

پون جی۔ (کچھ دیر سوچنے کے بعد) آہ! منتری! بڑی خوشی کی بات ہے بھائی
کہ آج بارہ سال پرتگیا کے بھی پورے ہو گئے!!

منتری۔ تو اب آپ دیر نہ کریں کیونکہ رات پہلے ہی بہت گذر چکی ہے۔

پون جی۔ خیر اس بات کا تو کچھ فکر نہیں لیکن اگر میں اس وقت واپس گیا تو
پتا جی خیال کریں گے کہ میں لڑائی سے ڈر کر واپس آگیا ہوں۔ اور یار دوست
ہنسیں گے

منتری۔ آپ کو کسی کے ملنے کی ضرورت ہی کیا؟ صرف انجنا دیوی تک جائیے۔ اور ایک دو روز رہ کر واپس آجائیے۔

پون جی کو منتری کی تجویز پسند آئی فوراً گھوڑے پر اسوار ہوا۔ اور گھوڑے کو ایڑی لگانے کی دیر تھی کہ یہ جا! وہ جا! آخر نظر سے غایب ہو گیا۔

دوہا

بلہاری جگدیش کے جامہماں اپرم پار   نام اسی کا ست ہے جھوٹھا یہ سنسار
دیا کرے جب دین پر دیر نہ لاگے دیر   نراس نہ ہو پیاری انجنا تھا دنوں کا پھیر

باب آٹھواں

حصول مراد

ایک پہر سے کسی قدر زیادہ رات باقی ہے کہ انجنا دیوی جو اس سے پہلے تمام رات پون جی کے ویراگ میں جاگتی رہی تھی بے ہوش ہو کر سو گئی ہے اور سوئی بھی اس نیند میں جس کو بےفکری کی نیند کہیں تو بجا ہے۔ کیونکہ جب سے یہ سسرال میں آئی ہے یہ میٹھی نیند تو اس سے کوسوں دور رہتی تھی رنج و آہیں اور گردش ایام کی شکایتیں اس کی ہمدم اور رفیق تھیں آج معلوم نہیں کیا باعث ہے کہ باوجود سندھیا کا وقت ہونے کے یہ بے ہوش سو رہی ہے۔

جب معمول سے زیادہ وقت ہو گیا اور انجنا دیوی نے کروٹ بھی نہ بدلی تو بسنت مالا بہت سے انتظار کے بعد انجنا دیوی کے کمرے میں دبے پاؤں آئی تو معلوم ہوا کہ وہ بے ہوش سو رہی ہے اور شمعدان جل رہا ہے

چونکہ پہلے بسنت مالا نے مدّت سے اس کو اس حالت میں کبھی نہ دیکھا تھا اسلئے گھبرا گئی اور ہاتھ بڑھا کر بیدار کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر جھجک کر اس خیال سے رہ گئی کہ بڑی مدت کے بعد اس کو یہ نیند نصیب ہوئی ہے۔

آہا! اگرچہ انجنا دیوی خواب غفلت میں بے ہوش سو رہی ہے لیکن اُس کے لبوں سے کچھ تبسم کے آثار پائے جاتے ہیں نہ صرف یہی بلکہ آہستہ آہستہ حرکت بھی کر رہے ہیں گویا یہ خواب میں کسی سے باتیں کر رہی ہے۔

بسنت مالا بڑی حیرانگی سے بہت دیر تک اِس پیاری صورت کو دیکھتی رہی۔ اور کئی طرح کے خیالات پیدا کر حیران ہوتی رہی۔

جب سندھیا کا وقت گذرنے لگا تو بسنت مالا کی بے چینی حد سے بڑھی زیادہ صبر کی تاب نہ لا کر بولی۔

بسنت مالا۔ پیاری سکھی! سندھیا کا وقت ہو گیا ہے۔ اور تم ابتک سوتی ہو۔ کیا! آج اٹھنے کو دل نہیں چاہتا۔

یہ کہا اور ہاتھ سے حرکت دی۔ انجنا دیوی نے آنکھیں کھولکر ایک دفعہ دیکھا اور پھر بند کر لیں۔

بسنت مالا انجنا دیوی کی یہ حرکت دیکھ تعجب میں ہوئی اور بولی

بسنت مالا۔ سکھی! آج یہ کیوں!! کیا میری شکل تم دیکھنا نہیں چاہتی! کمرے سے باہر نکل جاؤں؟

انجنا دیوی۔ مسکراتی ہوئی اٹھی اور بولی ۔

بسنت مالا میں سوپن میں دیکھے پیتم پیار ۔ اتی انند میں من وکھے رہی گھڑی دو چار

دھن دھن پیاری اجکا جو دیکھا سوپن اپار ۔ تب سے لگن ہے من میں میرا جو رالکھ کرتار

بسنت مالا کچھ کہنے کو تھی کہ دروازہ کھٹ کھٹانے کی آواز آئی دوڑ کر

جھروکے سے جا کر دیکھا تو پون جی کو پایا ہنستی ہوئی آئی اور یوں کہا ۔

اوٹھ دیکھ پیاری انجنا کیوں ہو رہی بیچین   سوامی کھڑے دوار پر ستیل کر اُٹھ نین

انجنا دیوی - سکھی! کیوں دل لگی کرتی ہے - کبھی تو ایشور کرپا کرینگے -

انجنا دیوی یہ کہتی رہی کہ بسنت مالا نے جا کر دروازہ کھولا اور

پون جی کو ساتھ لائی -

جونہی اُنھوں نے قدم دالان میں رکھا کہ انجنا دیوی کو اپنے پاؤں پر پایا اور یہ کہتے سُنا سُوامی ہے آجکا دن جو آپ کے درشن ہوئے مہاراج! میرے نین تو چکور کی طرح آپ کے درشن کو ترس رہے تھے - معلوم نہیں آپ میری طرف سے کیوں ایسے بدگمان ہو گئے جو آج تک خبر ہی نہ لی - سوامی جی! بنا آپ کے اور کوئی سہارا نہیں - میرے حال پر رحم کریں میں بے گناہ ہوں - ماں باپ کو چھوڑ آپ کے شرن میں آئی تھی سو آپ نے من سے ایسے تیاگ دیا جیسے سدھ دھن دھام کو اور منش مل[1] کو -

یہ کہا اور زار زار رونے لگ پڑی -

پون جی - پریہ جی! میرا قصور نہیں یہ تمھارے ہی ابھمان کا پھل[2] ہے کیا تمکو یاد نہیں - شادی سے کچھ روز پہلے شام کے وقت سکھی سہیلیوں کے ساتھ اپنے محل میں بیٹھے ہوئے اپنی خوبصورتی کے ابھمان میں آ ہم کو زہر کے سمندر سے مثال وسشو دیپ کی تعریف کر رہی تھیں -

اس بات کو سنکر انجنا دیوی تو حیران ہو پون جی کے منھ کیطرف دیکھنے لگی - مگر بسنت مالا نے جواب دیا -

---

[1] مل یعنی گندی چیز کو ۔ [2] یعنی غرور کا نتیجہ -

بسنت مالا - مہاراج! جو کچھ آپ نے فرمایا درست ہے - لیکن اس بیچاری
کو تو کچھ خبر نہیں وہ تو چندر لکھی ایک منتری کی لڑکی تھی جو دل لگی سے باتیں
کر ہنس رہی تھی کہ سوائے اوس کے وہاں اور بہت سی لڑکیاں موجود تھیں جو
طرح طرح کی باتیں کر کے خوش ہو رہی تھیں - کیا! یہ ہی بات تھی جس نے آپ کو اس
سخت پرتگیا پر آمادہ کیا تھا؟

پون جی - (آنکھ چرا کر) ہاں! بات تو یہی تھی -

بسنت مالا - افسوس! آپ نے کچھ بھی خیال نہ کیا - بھلا! یہ تو بتلایئے آپکو
یقین کیونکر آیا کہ وہ انجنا دیوی کی آواز تھی یا کسی اور کی - آپ نے پہلے
تو کبھی اس کی آواز نہیں سُنی تھی تو پہچان کیسے لیا کہ یہ اسی کی ہے - فرض
کرو کہ اس وقت آپ نے کسی سبب سے دھوکھا کھا بھی لیا تھا تو یہ بڑی
آسان بات تھی کہ شادی کے بعد آپ راج دولاری کی آواز کی پرکشا کرتے
تو بھی سچ جھوٹھ کا فرق نکل آتا - مگر ہائے! افسوس!! آپ کی اس طرف توجہ ہی
نہ ہوئی - یہ اسی کے کرموں کا کھیل ہے آپ کو کیا دوس"

یہ کہا اور دونوں رونے لگ پڑیں -

پون جی - (کچھ دیر تک سوچنے کے بعد سرد آہ بھر کر) پیاری جی! ابتک
میں نے غلطی کی! غلطی بھی سخت!! معلوم نہیں اُس وقت مجکو کیا ہو گیا کہ
بغیر سوچے سمجھے ایسی پرتگیا کر لی - آہ! پیاری!! آپ کو بہت تکلیف ہوئی ہے
مجکو معاف کر دیں تمہارا قصوروار ہوں!!!

انجنا دیوی - (ہاتھ جوڑ کر) سوامی جی! ایسی باتیں کر کے مجکو شرمندہ نکرو
اس میں آپ کا کچھ قصور نہیں - یہ کیول میرے ہی کرموں کا کھیل ہے - آپ
کچھ فکر نہ کریں - میں آج کے دن کو مبارک خیال کرتی ہوں جو آپکے درشن

ہوئے۔ بسنت مالا نے نادانی سے دو تین باتیں بے ادبی کی کہیں ہیں۔ سو اُن کے واسطے میں آپ سے معافی مانگتی ہوں گی۔

اتنے میں بسنت مالا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بسنت مالا۔ سکھی! کیا آج سندھیا نہیں کروگی؟

یہ سنتے ہی پون جی اور انجنا دیوی نے اشنان کر سندھیا کی اور بعد میں اِدھر اُدھر کی باتیں کر دل کے ارمان نکالنے لگے۔

آہا! اِس وقت انجنا دیوی کا وہی چہرہ جو زمانہ کی گردش سے رنج و غم میں مبتلا رہ کر زرد اور ڈراونا معلوم ہوتا تھا سرخ اور دل لبھانا دکھائی دے رہا ہے۔ پون جی کے دیکھنے سے وہ خون جو رگ رگ میں جم گیا تھا جوش مار رہا ہے۔ بات بات پر تبسم آ رہا ہے! اور خوشی سے چہرہ دمک رہا ہے!!!

آج وہی محل جو ایک عرصہ سے دن رات کی سرد آہوں کو سنتا ہوا تمسا بن رہا تھا خوشی کے قہقہوں سے گونج رہا ہے۔ دیکھو وہی پرندے جو مولسری کے درخت پر اکثر بیٹھکر انجنا دیوی کی غم زدہ حالت پر رویا کرتے تھے خوشی سے چہچہاتے ہوئے سنائی دیتے ہیں۔ اوسی پھلواڑی سے جس کو دیکھنے سے کلیجہ منھ کو آتا تھا آج بسنت مالا پھولوں کے ہار پرو کر انجنا دیوی اور پون جی کے گلے پہنا رہی ہے اور ایک گلدستہ بھی آگے رکھا ہے۔ سچ ہے جی سے جہان ہے۔ اگر دل خوش ہوا تو سب چیزیں بھائیں۔ ورنہ سب وبال جان ہیں۔

جب تین روز گذر گئے تو پون جی چلنے کو تیار ہوئے تب انجنا دیوی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

انجنا دیوی۔ سوامی جی! کیا آپ اپنے والدین کیطرف منھ چھپانے گئے؟

پون جی۔ پریہ جی! اس وقت تو میں نہیں جا سکتا سیدھا رام ناتھ کو جاؤں گا۔

انجنا دیوی۔ مہاراج! جس وقت یہ خبر اُن کو ہوئی تو وہ دل میں خیال کریں گے کہ میں نے آپ کو اُن کے ملنے سے باز رکھا ہے۔ اس لئے اب ضرور اُن کے پاس جائیں۔

پون جی۔ پریہ جی! اس وقت اُن کے پاس جانے سے میری ہنسی ہوگی۔ وہ یہی خیال کریں گے کہ لڑائی سے ڈر کر میں واپس آگیا ہوں۔ ورنہ جانے میں مجکو کوئی عذر نہیں۔

انجنا دیوی۔ اگر آپ خود نہیں جا سکتے تو کسی کو بھیجکر ہی اُن کو اطلاع دیں نہیں تو میرے لئے یہ بہتر نہ ہوگا۔ کیونکہ رتو کال میں آپ سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور میں امید رکھتی ہوں کہ ایشور ضرور اُس آرزو کو جو خاص مدعا شادی کا ہے اور جس کا اعلے سے ادنے خواستگار ہے پوری کریں گے۔

پون جی۔ (ہاتھ سے انگوٹھی اُتار کر) پریہ جی! یہ انگوٹھی پاس رکھو۔ اُن کو دکھلا دینا وہ تمھاری بات پر کبھی شک نہ کریں گے۔ اور میرے آنے پر یقین لائیں گے۔

یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔

اگرچہ اس وقت پون جی کا دل انجنا دیوی کی باتیں سنکر ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ ایک منٹ کے لئے بھی اُس سے جدا ہو لیکن یہ موقعہ نازک جان کر گھوڑے کو سرپٹ ڈالے جا ہی رہا ہے۔

رام ناتھ سے اپنی سپاہ کو ساتھ لے لنکا میں پونچا۔ اور جب سب راجہ جن کو طلب کیا گیا تھا آگئے تو ورن پر فوج کشی کی گئی۔ ادھر سے ورن بھی مقابلہ میں نکلا۔

ف رتو کال (حیض سے پاک ہونے کے تین روز بعد)

پانچ روز تک لڑائی کا بازار گرم رہا۔ آخر ورن دل چھوڑ میدان سے بھاگ گیا اور راون کھر اور دوکھن کو چھوڑ لنکا میں واپس آیا۔
پون جی نے ہر چند کوشش کی کہ واپس رتن پور کو جائے لیکن بباعث چند ضروری امورات کے راون نے اجازت نہ دی۔

باب نواں

میں بیگناہ ہوں

جب پون جی لنکا کو روانہ ہوئے تو انجنا دیوی محل پر چڑھی جہاں تک نگاہ نے کام دیا دیکھتی رہی۔ جب نظر نے جواب دیا تو مایوس ہو کر نیچے آ بسنت مالا سے کہنے لگی۔

انجنا دیوی۔ سوکھیں! سوامی جی کب واپس آتے ہیں؟ میری آنکھوں میں تو اُن کی موہنی صورت ایسی سمائی ہے جدھر دیکھتی ہوں وہی نظر آتے ہیں۔ کانوں میں اُنھیں کی سوہاونی آواز گونج رہی ہے۔ سیج کی طرف جو نظر پڑتی ہے تو وہی بیٹھے دکھائی دیتے ہیں۔ پیاری! میرا دل میرے قابو میں نہیں یہ جانتی ہوں کہ وہ لنکا کو چلے گئے ہیں لیکن جلد اس بات کو بھول کر یہی وہم سا ہو جاتا ہے۔ کہ وہ یہاں موجود ہیں۔ مگر جب اپنی بات کا جواب نہیں پاتی تو دیوانی ہو جاتی ہوں۔

بسنت مالا۔ (مسکرا کر) سکھی! تین ہی روز میں! تیرا یہ حال!!! نہ جانوں اگر زیادہ ٹھہرتے تو کیا ہوتا۔ چند سے صبر کر تھوڑے دنوں میں آ جائیں گے۔

انجنا دیوی۔ (شرما کر) بہن! کیا کروں یہ دل میرے بس میں نہیں۔ یہ چنچل من مانند اوس بھونرے کے جو پھول کی جستجو میں ادھر اُدھر بھٹکتا پھرتا ہے

ہر وقت اُنکے درشن کی خواہش میں رہتا ہے۔

یہ کہا اور سرد سانس لے کر دل میں کہنے لگی معلوم نہیں سوامی جی کی محبت بھری آنکھوں نے خود رفتگی کا مجھپر کیا جادو کر دیا ہے کہ ذرا چین نہیں آتا۔ طبیعت کو بہتیرا سنبھالتی ہوں لیکن کسی طرح نہیں سنبھلتی۔ ہائے! مجکو کیا ہوگیا" یہ کہا اور پلنگ پر جا کر لیٹ گئی۔

جب اس طرح پون جی کی یاد میں انجنا دیوی کو پانچ مہینے گذر گئے تو ایک روز باتیں کرتے کرتے بسنت مالا نے کہا۔

بسنت مالا۔ سکھی! گو تو ظاہر نہیں کرتی مگر یہ بات کبھی چھپانے سے بھی نہیں چھپتی میں تجھ میں حمل کے آثار پاتی ہوں۔ کیا! یہ میرا خیال درست ہے؟

انجنا دیوی (نیچے سر جھکا کر) آج کیا دل لگی سوجھی ہے جو اس طرح کی باتیں کرتی ہو۔

بسنت مالا۔ نہیں! نہیں! میں دل لگی نہیں کرتی میرا اصل مدعا پوچھنے کا صرف یہ ہے کہ اگر واقعی میرا قیاس راستی پر ہے اور ایشور کرے کہ ایسا ہی ہو۔ تو اس حالت میں تم کو کسی قسم کا رنج یا فکر کرنا واجب نہیں کیونکہ اس کا اثر سنتان پر خراب پڑیگا۔

انجنا دیوی۔ نہیں! بہن مجکو تو کوئی رنج نہیں لیکن اتنا خیال ضرور رہتا ہے کہ اگر ساس (ساس) نے سوامی جی کی انگوٹھی دیکھکر یہاں آنے کا یقین کر لیا تو بہتر ورنہ پھر بڑی بھاری مصیبت کا سامنا نظر آتا ہے!!!

بسنت مالا۔ اس بات کا ناحق فکر کرتی ہو۔ انگوٹھی سے بڑھکر اُن کے آنے کا ہم اور کیا ثبوت پیش کر سکتی ہیں۔ اگر نہ اعتبار کریں تو اُن سے پوچھ منگائیں۔ تم کیوں ڈرتی ہو؟

دیکھئے! انجنا دیوی فیاض اور رحمدل اول درجہ کی ہے - دیکھیے بہت سے حاجتمند اس کے دروازے پر کھڑے ہیں اور یہ مختلف قسم کی خیرات کر رہی ہے - کوئی روٹی لے کر خوش ہو رہا ہے کوئی روپیہ مانگ رہا ہے اور کوئی کپڑے کا سوال کر رہا ہے -

انجنا دیوی تو اس وقت غریبوں کی ہمدردی میں مصروف ہے - آئیے جب تک ہم رانی کیتومتی کے محل کو چلیں ایک تو مدت سے اوسے دیکھا نہیں دوسرا معلوم کریں کہ انجنا کی نسبت اس کا کیا خیال ہے -

آہا! رانی کیتومتی کا محل بھی نہایت عمدہ دکھائی دیتا ہے زیب و زینت کے سامان جابجا ہو رہے ہیں - نفیس چلمنیں دروازوں پر پڑی ہیں اور سرخ قالین کا فرش کیا ہوا اور ایک خواص دست بستہ باادب کھڑی ہے - اس کو تو ہم پہچانتے بھی ہیں - شاید اس کا نام للتا ہے جس کو پہلے انجنا دیوی کے پاس دیکھا تھا - بیشک وہی ہے - وہ دیکھو! رانی کیتومتی بھی بڑی آن بان سے زرق برق کی پوشاک پہنے بیٹھی ہوئی اس کے چہرے کیطرف دیکھ تیور بدل کہہ رہی ہے -

رانی - کیا یہ سچ ہے کہ انجنا بھاگ جانے کا ارادہ رکھتی ہے - اور تمام سیم و زر بیدریغ لٹا رہی ہے ؟

للتا - جی ہاں! میں نے ایسا ہی سُنا ہے ؟

یہ سُنتے ہی رانی کا گورہ گورہ چہرہ غصہ کے مارے تمتما گیا اور دماغ چکر میں آیا تو سر کو ہاتھ سے تھام نیچے جُھکا تھوڑی دیر سوچتی رہی بعد ازاں غصہ کے لہجہ میں للتا کیطرف اشارہ کر کے بولی

رانی - جاؤ! ہمارا سکھپال لانے کے واسطے حکم دو -

للتا۔ بہت اچھا۔

یہ کہا اور بھاگ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد آکر کہنے لگی۔

للتا۔ ماتاجی اُسکھپال آگیا ہے۔

رانی اُسی وقت سُکھپال میں بیٹھ انجنا کے محل کو گئی۔ جونہی اس نے والان میں قدم رکھا اور انجنا کی نگاہ اُس پر پڑی بھاگ کر رانی کے قدموں میں جا گری اور بولی۔

انجنا۔ شکر ہے کہ اتنی مدت کے بعد آپ نے درشن دیا۔ آج کا دن میرے لئے نہایت مبارک ہے جو آپ نے بھی اس طرف کا رخ کیا۔

رانی بجائے اس کے کہ اُس کی عاجزانہ گفتگو کا کچھ جواب دے ناک منہ چڑھا تیور بدل غضب ناک ہو اسکی طرف دیکھنے لگی۔ یونہی حمل کے آثار پائے آگ بگولا ہو گئی اور بڑے غصہ سے بولی۔

رانی۔ کیا تو گربھہ وتی (حاملہ) ہے یا کوئی روگ (بیماری) ہو گیا ہے؟

انجنا (شرم سے منہ نیچے کر لیا)

رانی۔ (پیٹ کی طرف اشارہ کر کے) اری یہ کیا ہوا ہے؟ تیرا خاوند تو لڑائی پر گیا ہوا ہے۔ اور یہ تو نے .... تو بڑی بے حیا نکلی۔

اِن الفاظوں کو سُنتے ہی انجنا اچمبا میں رہ گئی۔ چہرہ سفید پڑ گیا۔ نازک دل پر سخت چوٹ لگی۔ سر پر غم کا پہاڑ گرا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ دھڑکتے ہوئے دل اور سنسناتی ہوئی طبیعت کو سنبھال ہاتھ جوڑ کر بولی ؎

ماتا سنو میری بنتی میں نردوس نار — نہیں اور کسی کو جانتی بنا ایک بھرتار
کرپا کی جگدیش نے جا جہان پرم پار — سوامی آئے گرہ میرے کر کچھ سوچ بچار
دن تین وہ یہاں رہے کرتے ہت سنیہے پیار — گئے رتو دان دے یُدھ کھیتر پران آدھار

وقت وہ واپس جانے لگے میں نے بہت منّت خوشامد کی کہ آپ
یہ والدین کی قدم بوسی حاصل کریں تاکہ وہ آپ کے آنے کے حال سے
واقف ہو جاویں ورنہ دوسری صورت میں وہ میری طرف سے بدگمان ہو جائینگے
لیکن اُنھوں نے یہی کہہ کر ٹال دیا کہ اس وقت ہمارے جانے سے اُن کے
(والدین) دل میں خیال گذرے گا کہ ہم لڑائی سے ڈر کر واپس آگئے ہیں۔
اس لئے ہمارا جانا اس حالت میں اچھا نہیں۔ یہ کہا اور (انگوٹھی دکھا کر)
یہ انگوٹھی اپنے ہاتھ سے اتار کر مجکو دی تاکہ آپ کو دکھا کر اُن کے آنے کا
یقین دلاؤں۔

انجنا ابھی کہہ رہی تھی کہ رانی پھر غضب ناک ہو کر بولی ؎

جھوٹھ نہ بول ری پاپنی ایسا نہیں کمار — یدّ وکھے میرا سو رہا ہے جسکی تو نار
یہ اترتھ ہے تیں کیا ہو تجکو دھنکار — کاہے مری نہ چھینی دھرک جیون سنسار
کھوٹا کرم ہے تیں کیا کچھ نہ کرے وچار — ہوں کسکی میں پُتری کس سوامی کی نار
رہیہ بھیو کا ہوا ورسے دھریو نام کمار — جا دور ہو میری نظر سے چنچل چتر تو نار

بدبخت جب سے تیری شادی ہوئی اُس نے (پون) تیری شکل تک
نہ دیکھی! ہمکلام ہونا تو درکنار ہے۔
اب راستہ میں سے لوٹ کر تیرے ملنے کو آیا! گھڑی نہیں!! دو گھڑی نہیں!!
تین روز یہاں رہا!!! اور بغیر ملے ہمارے چلا گیا؟
بھلا کوئی بھی عقلمند تیری اس بات کو مان سکتا ہے؟ کہ پون نے ایسا کیا
ہو رہائے! تو بڑی چالاک ہے!! اس طرح کہتے ہوئے شرم تو نہیں آتی!!!
انگوٹھی دکھا کر پاکدامن بنتی ہے۔ نیکبخت اور پارسا ہونے کا دم بھرتی ہے
تیری ساری پارسائی ظاہر ہو گئی۔ جا! میری آنکھوں سے دور ہو بے حیا

تمکو موت بھی نہ آئی !!!

ناظرین ! رانی کے منھ سے یہ سخت الفاظ تیر کی طرح نکل نکل کر انجنا دیوی کے پاک دل کو جو سما ہنے اُس کے سر جھکائے ایک گنہگار کی طرح بیٹھی ہے زخمی کر رہے ہیں اور اُس کی آنکھوں کے نیچے اندھیرا پھیلتا جاتا ہے۔ کان جنھوں نے کبھی ایسے ترش سخن نہ سُنے تھے اپنی طاقت کو زائل کر رہے ہیں۔ دل میں کاتب تقدیر کی رو رو کر شکایت کر کہہ رہی ہے "ہائے! اب کیا ہوگا! کیا کروں! کدھر جاؤں!!!"

جب رانی کا غضب کم ہوا تو ایک مرتبہ کچھ یونہی سی اوپر نظر کر دیکھا اور اپنی دائیں طرف لبستت مالا کو پایا۔

آہ! اس وقت اس کی پاکدامنی اور غیرت کہہ رہی تھی کہ بس اب تیرا دنیا میں رہکر منھ دکھانا اچھا نہیں لوگ کیا کہیں گے۔ اوف! اس خیال کے آتے ہی جسم کی تمام قوتوں نے از خود رفتہ ہو کر تھوڑی دیر کے لئے اپنا اپنا کام چھوڑ دیا اور سکتے کے عالم میں ہو گئی۔

جب کچھ افاقہ ہوا تو ہاتھ جوڑ کر بولی۔

انجنا - ماتاجی! میں بے گناہ ہوں۔ سوامی جی کے آنے پر آپ کو روشن ہو جائیگا۔ اس وقت معاف کرو۔

انجنا دیوی کی عاجزی بجائے اس کے کہ رانی کے دل کو نرم کرتی۔ اُس کے غصہ کی آگ پر تیل کا کام دے گئی۔ سُرخ آنکھیں نکال پُر غضب ہو بولی۔

رانی - تیرے دل میں خیال ہوگا کہ یہاں سکران کے خاندان کو دھبہ لگا یوں کے نام کو بدنام کروں!! بھلا میں ایسا کب کرنے دونگی۔

طرف اشارہ کر کے) جاؤ جلدی بانکی رتھ لاؤ میں اس کا ابھی فیصلہ

کردوں

انجنا۔ (کانپتی ہوئی) ماتاجی! جب تک سوامی جی جنگ سے واپس نہیں آتے مجکو یہاں رہنے کی اجازت دو میں آپ کی لونڈیوں کی طرح خدمت کرونگی۔ ماں باپ کے گھر جانے سے میری بے عزتی ہوگی۔

رانی۔ خوب کہی اچھی چترہے۔ ماں باپ کے گھر جانے سے تو تیری بے عزتی ہوگی۔ اری! بے حیا یہ اُس وقت سوچا ہوتا!! تیرے یہاں رہنے سے جو ہمارے خاندان کو دھبہ لگیگا اُس کو تو نہیں بچارتی!! جا! دور ہو! زیادہ بکواس نہ کر۔

اتنے میں لونڈی نے آکر کہا "ماتاجی بانکی رتھ دروازہ پر موجود ہے اور یہ سیاہ پوشاک (انجنا کی طرف اشارہ کرکے) اس کے لئے لائی ہوں"۔ یہ کہا اور انجنا کے آگے رکھکر پہننے کا اشارہ کیا۔

آہ! جس وقت لونڈی نے سیاہ کپڑے لاکر انجنا کے آگے رکھے اور پہننے کے واسطے کہا! بہت ہی! گھبرا گئی۔ زبان سے تو کچھ بولا نہیں جاتا مگر آنکھوں سے آنسو چھم چھم گررہے ہیں۔ یا گردن پھیر پھیر کر اِدھر اُدھر دیکھ رہی ہے۔ گویا اس بات کی خواستگار ہے کہ کوئی اُس کے حال پر رحم کر رانی کے غصہ کی آگ کو فرو کرا اس کو سمجھا دے کہ یہ بے قصور ہے۔

مگر افسوس! یہاں کوئی بھی ایسا نہیں! جو اس وقت آگے بڑھکر رانی کو اس کے ارادے سے باز رکھے۔ یا یہی کہے کہ پہلے پون سے اس بات کی اصلیت معلوم کرو اور بعد میں انجنا کو سزا دو۔

لہ ایک قسم کا رتھ ہوتا ہے جس کے بیل پردے وغیرہ سامان سب سیاہ ہوتا ہے۔ جب کوئی ایسا گناہ عظیم ہو تو اُس میں سوار کیا جاتا ہے۔

ناظرین! یہاں اس وقت سوائے اُس بدذات لونڈی یا بیچاری بسنت مالا کے اور کوئی نہیں۔

آہ! سیاہ کپڑے دیکھکر بسنت مالا نہایت بے چین ہو گئی۔ اور صبر کی تاب نہ لا دوڑ کر رانی کے پاؤں پر جا گری اور بولی۔

بسنت مالا۔ ماتا جی! ایسا ظلم نہ کرو! انجنا بے قصور ہے! جب تک پون جی نہیں آتے سچ اور جھوٹھ کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ اس کو یہاں رہنے دو۔ باہر جانے سے نہ صرف اس کی آبرو جاویگی بلکہ آپ کا نام بھی زیادہ بدنام ہو گا۔ اور پون جی سُنکر بہت قلق کریں گے۔ اُس وقت سوائے پچھتانے کے اور کچھ نہ بن پڑیگا۔

بسنت مالا کی باتیں سُنکر رانی کا غصہ اور بھی بڑھا جھنجلا کر بولی۔

رانی۔ چل دور ہو۔ حرامزادی! دلالہ!! . . . .

یہ کہا اور پاؤں سے جھٹک کر پیچھے پھینکدیا اور سکھپال میں بیٹھ اپنے محل کو آئی اور راجہ سے ایک خط مہندر رائے کو اس مضمون کا لکھوا کر اُسی وقت روانہ کیا کہ جس کو دیکھکر بجائے اس کے کہ وہ اپنی ظلم رسیدہ لڑکی کے حال پر رحم کی نظر سے دیکھے!! اوس کے خون کا پیاسا ہو جاوے!!!

باب دسواں

جلاوطنی

من در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال۔

موسم گرما ہے اور دن کے پچھلے پہر کا وقت ہے جبکہ انجنا دیوی روتی اور بلبلاتی ہوئی پالکی رتھ میں بیٹھ بسنت مالا کو ساتھ لے رتن پور سے

روانہ ہوئی۔

آہ! اس وقت کے دردناک سین کو دیکھ کر بہت سے مرد عورت جمع ہو گئے مگر ان میں سے ایسا کوئی بھی نہیں جس نے آنکھوں سے آنسو بہا اس ظلم ہونے کی شہادت نہ دی ہو۔ اگرچہ ظاہرا ہر ایک کا منھ رانی کے خوف سے مقفل ہے مگر باطن میں سب رانی کے جور وجفا کی شکایت پرمیشور سے کر رہے ہیں۔

ان لوگوں کو انجنا دیوی نیچے سر جھکا حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی ہوئی جا رہی ہے۔ اور کئی طرح کے خیال دماغ سے دل اور دل سے دماغ میں آ رہے ہیں۔ خود ہی اُن کی تائید کرتی ہے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد تردید کرنے لگ جاتی ہے۔ کبھی سوچتی ہے کہ اور جگہ جانے سے ماں باپ کے گھر جانا اچھا ہے۔ کیونکہ وہ میرے حال پر ضرور رحم کر درد شریک ہوں گے۔ مگر جب وہ مجھ سے اس سیاہ لباس کا سبب دریافت کریں گے تو کیا بتاؤنگی جسم پر نظر ڈال کر) آہ! میں تو اُن کے روبرو جانے کے لائق ہی نہیں۔ ہائے الزام بھی تو مجھ پر وہ لگایا گیا ہے جس کے بیان کرنے سے شرم آتی ہے۔ ایسی زندگی سے موت اچھی ہے کیونکہ دنیا میں وہی عورت مبارک ہے جس کی زندگی حُرمت اور آبرو سے گذرے ورنہ ایسی بے حرمتی کا جینا نہ جینا برابر ہے۔ بس اب میرا مرنا ہی واجب ہے (انگوٹھی کی طرف دیکھ کر) یہی ہیرا میرا کام تمام کرنے کے لئے کافی ہے (خود ہی) نہیں! نہیں! میرا یہ بھی خیال درست نہیں۔ ایسا کرنے سے زیادہ بدنام ہوں گی۔ گو سوامی جی اپنی والدہ کی بات پر یقین نہ کریں گے لیکن دنیا کو کون سمجھائیگا اور یہ داغ جو میری عصمت پر لگایا گیا ہے ہمیشہ کے لئے رہ جائیگا۔ اوف! میں نے پچھلے جنم میں کیسے بُرے کرم کئے تھے جن کے عوض مجھکو آج یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔ اچھا! ماں باپ

کے گھر جا کر کیا کروں گی کہیں اور ہی جگہہ جا کر اپنی زندگی کے دن بسر کروں۔ (تھوڑی دیر سوچنے کے بعد) ہاں بیشک۔ یہی درست ہے اب اُن کے پاس نہ جاوں گی (پھر خود ہی) نہیں! نہیں! یہ بھی ٹھیک نہیں ایسا کرنے سے سچ اور جھوٹھ کا فیصلہ کیونکر ہوگا۔ ماں باپ کے زیر سایہ ہی رہنا اچھا ہے۔ کیونکہ میں بے قصور ہوں (خود ہی) مگر اس کا میرے پاس ثبوت ہی کیا ہے۔ وہی! ایک انگوٹھی کا! جس کو راجی جی نے یہ کہکر رو کر دیا ہے کہ اُن کی نہیں! اور میں فریب کرتی ہوں!! ہائے! لاکھوں قسمیں کھاؤں لیکن میری بات کا اس حالت میں کون یقین کریگا۔

(یہ کہا اور جھم جھم آنسو آنکھوں سے گرنے لگ پڑے۔ بسنت مالا جو سر جھکائے اس کی مصیبت زدہ حالت پر کچھ سوچ رہی تھی یہ حالت دیکھکر کہنے لگی)

بسنت مالا۔ انجنا! کیوں روتی ہے۔ سکھی! رونے سے تو کچھ حاصل نہیں۔ صبر کر! ایشور پر بھروسہ رکھ وہی سب کے دُکھوں کو دور کر سُکھ کے دینے والا ہے۔

انجنا دیوی۔ بہن! تم میرے رونے کا خیال نہ کرو۔ ابھی غم کا پہاڑ گرا ہے۔ تازہ صدمہ ہے اب ایکبارگی تو میں دل کو پتھر نہیں بنا سکتی۔ خود ہی سنبھلتے سنبھلتے سنبھل جائیگا جو مقسوم کا لکھا ہے۔ قہراً و جبراً ماننا پڑیگا۔

بسنت مالا! کہاں تمہیں خیال دامنگیر تھا کہ کب سوامی جی واپس آئیں اور میں اُن کو یہ خوشخبری سناوں۔ اور کہاں آج! اپنی یہ درد ناک (خراب حالت) دیکھ رہی ہوں۔ بتلا! روؤں نہ تو کیا کروں ہمعلوم نہیں! ابھی کیا کیا مصیبت میری قسمت میں لکھی ہے۔ ماتا پتا میرے ساتھ کیا سلوک کرینگے؟ آہ! مہندر پور کا نام یاد آتے ہی کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

بسنت مالا - حوصلہ رکھ! گھبرانا اچھا نہیں تُو تو خود دانا ہے۔ ماں باپ کے گھر جانے سے کوئی عیب نہیں وہ تیرے حال پر ضرور رحم کرینگے اور کوئی ایسی ویسی بات کہنے نہیں پاویگا۔

ناظرین! انجنا تو اپنی مصیبت کے دو کھڑے روتی ہوئی مہندر پور کے نزدیک منزلیں طے کرتی ہوئی آگئی ہے جن کو سُن کر ہماری طبیعت بھی بے چین ہوتی جاتی ہے اسلئے اِن کو یہیں چھوڑ کر ہم آگے بڑھکر دیکھیں کہ آیا راجہ پرہلادو دیا دھر کا خط یہاں پہنچ گیا ہے یا نہیں؟ اور اس کی والدہ اُس پر کیا سوچتی ہے

آہا! رانی ہیگ موہنی تو انجنا سے بھی بڑھکر بے چین ہو رہی ہے۔ وہ دیکھو راجہ مہندر رائے چوکی پر غمگین صورت بنائے ہاتھ میں ایک کاغذ لئے (شائد یہ وہی خط پرہلادو دیا دھر کا ہے) پڑھ رہا ہے۔ اور رانی پلنگ پر بیٹھی کیسی حواس باختہ ہو راجہ کے منہ کی طرف دیکھ رہی ہے۔ اور طرح طرح کے خیالات اس کے دل سے دماغ تک چکّر کھا اس کو پریشان کر رہے ہیں حواسوں میں اختلال ہوتا جاتا ہے اور خفقان ہونے کا اندیشہ ہے۔

رانی - (گھبراہٹ کے لہجہ میں) مہاراج! ہائے! انجنا کو کیا ہوا!! وہ تو بڑی عقلمند تھی!!!

راجہ - پریہ جی! میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا ایشور جانے کیا معاملہ ہوا ہے جو راجہ پرہلادو دیا دھر انجنا کے برخلاف اس قدر سخت لکھتا ہے۔

رانی - ذرا پھر اس خط کو تو دیکھو اور راجہ کے دستخط پہچانوں۔ کسی دشمن کا لکھا تو نہیں! انجنا تو اس الزام کے لائق نہ تھی۔

راجہ - (خط کو دوبارہ دیکھ کر) پریہ جی! یہ دیکھو (خط کو آگے کر کے) اُسی کے ہاتھ کا تو لکھا ہوا ہے - راجہ پر صلا دو دیا دھر کوئی معمولی سمجھ کا آدمی نہیں اُس نے بھی تو خوب چھان بین کر کے ایسی تحریر کا حوصلہ کیا ہوگا ورنہ وہ ہرگز ایسی جرأت نہ کرتا - کیا! اُس کو اپنی آبرو کا خیال نہیں ہے؟ آہ! اب تو میں کسی صورت سے انجنا کا دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا اور نہ ہی اُس کو پناہ دینے کے لئے تیار ہوں (آنسو بہا کر) اور تم کو بھی تاکید کرتا ہوں کہ اُس کو یہاں ہرگز نہ آنے دینا اور نہ ہی کوئی بات کرنا اُس نے ہماری عزت خاک میں ملا دی -!

یہ کہا اور رومال سے آنسو پونچھتا اور سرد آہ بھرتا ہوا باہر چلا گیا اور ان فقروں کو راجہ کے منھ سے سُن رانی کا رنگ فق ہو گیا دل بیٹھ گیا - سر جھک گیا - اور سینکڑوں سرد آہیں نکلنے لگیں - رنج و غم کا ابر دل پر چھا گیا اور آنکھوں سے آنسو ابر بہار کی طرح برسنے لگے اور انجنا کے لڑکپن کی باتیں یاد آ اس کے دل کو بے چین کرنے لگیں -

آہ! انجنا کی بھولی بھولی باتیں سکھی سہیلیوں کے ساتھ ہنس ہنس کر کھیلنا یہ سب لڑکپن کا سین رانی کی آنکھوں کے آگے پھر رہا تھا کہ یک لخت یہ خیال دماغ سے اور سینہ میں آ زبان سے نکلا - آہ! آج اُسی پیاری انجنا کو جس کو ایک پل بھر نہ دیکھنے سے راجہ بے چین ہوتا تھا آج دیکھنا نہیں چاہتا یہ کہا تو سر چکر کھا گیا اور آنکھوں کے آگے سرسوں پھول گئی - بیہوش ہو کر گر پڑی -

لونڈی نے بھاگ کر دوپٹے کے انچل سے ہوا کی اور گلاب اور کیوڑا چھڑکا تو آنکھیں کھول لیٹے لیٹے دل ہی دل میں کہنے لگی - اُیں! کیا یہ سچ ہے کہ انجنا بدچلن ہو گئی ہے - ہائے! میں اُس پیاری بیٹی کے حق میں کیسا

ہو اب لفظ زبان پر لائی ہوں جس کو اپنی جان سے عزیز جانتی تھی آہ! میری یہ زبان جل جائے جس سے یہ کلمہ نکلا وہ تو اس لائق نہیں ہے - وہ تو ایک صاحب عصمت اور پارسا لڑکی ہے جو لڑکپن کے زمانہ میں بھی ایشور کی بھگتی سے غافل نہ تھی لوگ اُس کو حیا اور شرم کی دیوی کہتے تھے - اوف! اب اُس کو کیا ہو گیا؟ ......

اتنے میں ایک لونڈی نے دبی ہوئی زبان سے آکر کہا - انجنا دیوی آئی ہے -

رانی - (تعجب کے لہجہ میں) ایں کیا کہا؟ انجنا آئی! کہاں؟

یہ کہا اور اُٹھ کر بیٹھ گئی اور لونڈی سے کچھ پوچھنا چاہتی تھی کہ انجنا دوڑ کر رانی کے گلے سے جا چمٹی اور زار زار رونے لگ پڑی - پہلے تو رانی نے بھی رو کر اُس کی مصیبت کی داد دی - مگر بعد میں جو کچھ خیال آگیا تو بولی -

رانی - انجنا! (اُس کے لباس کی طرف اشارہ کر کے) یہ کیوں؟ تجھ سے تو ایسی امید نہ تھی! تو کیوں ایسی بے شرم ہو گئی!! دھکار ہے تیری اِس زندگی پر! تجکو موت بھی نہ آئی - یہاں آنے سے زہر کھا کر مر جاتی تو کیا ہی اچھا ہوتا - آہ! میں ایسی اولاد ہونے سے بانجھ کیوں نہ ہوئی تاکہ آج کا دن تو دیکھنا نہ پڑتا - کمبخت! تو نے کچھ بھی خیال نہ کیا باپ اور بھائی کی عزت کو خاک میں ملا دیا - جا! جہاں تیرا دل چاہے چلی جا!! لیکن ہمارے دیس میں نہ رہنا -

اِن باتوں کو سُنکر انجنا کے بدن میں سناٹا سا چھا گیا - خون جہاں حرکت کر رہا تھا وہیں جم گیا - آنکھیں پتھرا گئیں - چہرہ گو پہلے ہی سے زرد ہو رہا تھا - مگر صرف ایک یہاں کی امید باقی تھی جس نے ابھی تک اُس کو ڈراونا نہیں بنایا تھا جیسا کہ اب دکھائی دیتا ہے - وہی موٹی موٹی آنکھیں جن کو دیکھ کر ہرن بھی

شرم سے منہ چھپاتے تھے اندر کو گھس گئی ہیں۔ وہی چہرہ جو کسی وقت دمکتے ہوئے کندن سے تشبیہ دیا جاتا تھا اس وقت گوشت تو نام کو نہیں رہ گیا تھا

ہاں استخوان اور پوست ضرور ہے۔ اس کا چلا چلا کر زور سے رونا بھی بند ہو گیا ہے خواہ اُس کی وجہ یہ ہو کہ اب دنیا میں اُس کو اپنا کوئی غمخوار نظر نہیں آتا جو اس کی گریہ وزاری کو سُنکر رحم کرے اسلئے اُنھیں آہوں نے اندر کو رُخ کر پرمیشور کے حضور میں جو محبوب خیال اہل ہنود کے سب کے اندر موجود ہے انجنا کی داد کی فریاد کرنی شروع کر دی ہے۔ یا یہ کہو کہ ان حیرت انگیز بالتوں کو جن کا اس کو خواب وخیال نہ تھا سُنکر اس کے دل کو سخت صدمہ پہونچا ہے۔ اور اس حیرانگی کی وجہ سے سینے ہی میں جذب ہو گئی ہیں۔ خیر کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ دیر تک انجنا کھڑی ہو ماتا کی طرف دیکھتی رہی اور آنکھوں سے گرم گرم آنسو گر اس کے سکوت کو دور کرنے میں کوشاں رہے۔ آخر جیوں توں کر بڑی عاجزی سے بولی۔

انجنا۔ ”ماتا جی! میں بے قصور ہوں۔ بھلا میں آپ کو چھوڑ کر کہاں جا سکتی ہوں امیر! اور غمخوار کون ہے۔ جہاں مصیبت کے دن بسر کروں۔ عورت کا زیادہ تر زور خاوند پر دوسرا والدین اور تیسرا ساس سسر پر ہوتا ہے۔ ایک میں ایسی بدنصیب ہوں کہ خاوند کے پردیس جانے سے سب کوئی دشمن ہو گیا۔ ماتا! میں سچ کہتی ہوں کہ ساس کی باتیں سُنکر میں اس قدر نہ گھبرائی تھی جیسا کہ اب! مجکو یقین تھا کہ آپ ضرور سچ اور جھوٹھ کا فیصلہ کر میری داد دیں گی۔ مگر ہائے! شعبدہ باز فلک نے آپ کے کومل دل کو بھی پتھر بنا دیا!!!“

یہ کہا اور زمین پر بے ہوش ہو گر پڑی! اراتی نے جلدی سے ہوش میں لانیکی

تدبیریں کیں اور رو رو کر خود بے حال ہوگئی!۔
جب انجنا کو قدرے ہوش آئی تو بولی!

انجنا۔ ماتا جی! جب تک سوامی جی واپس نہیں آتے مجکو یہاں رہنے کی اجازت دیجئے اُن کے آنے پر آپ کو سب حال روشن ہو جائیگا۔ اُس وقت جو دل میں آئے سو کیجئیے۔

رانی۔ انجنا! میرے کچھ اختیار نہیں! بے بس ہوں!! اگر کوئی اور بات ہوتی تو اپنی جان پر کھیل جاتی! لیکن تجکو اس حالت میں باہر جانے ہرگز نہ دیتی! انگر ہائے تم نے وہ کام کیا جس کو بیان کرنے سے شرم آتی ہے۔ وہی تیرا باپ جو تجھپر جان نثار کرتا تھا آج تیرا نام سننے سے بیزار ہو جاتا ہے۔ اگر تجکو یہاں رہنے کی خواہش ہوتی تو اِن باتوں سے نفرت کرتی جا! یہاں سے جلد چلی جا۔ کہیں میری بھی دُرگت نہ کرانا۔

انجنا۔ آہ! یہ میرے ہی کرموں کا پھل ہے جو آپ جیسی شیل ونتی کا دل بھی پتھر ہوگیا اور کا کیا کہنا

رانی (باہر کی طرف دیکھ کر) بس زیادہ باتیں نہ بنا۔ جلد چلی جا۔ اگر سوامی جی آگئے تو میری بھی شامت آجائیگی۔

رانی کے منھ سے یہ بات نکلنے کی دیر تھی کہ دو تین لونڈیوں نے روتی ہوئی انجنا کو گھر سے باہر نکال دیا۔ اگرچہ اس نے بہت کوشش کی کہ ایک دفعہ پھر قسمت آزمائی کرے لیکن افسوس لونڈیوں نے کچھ بھی نہ سنا۔ اور ایک اون میں سے بولی۔

لونڈی سے

ہے داسی سُن انجنا یہاں تیرا کیا کام کیا ساس سسر ماں باپ کو جگ میں کیے بدنام

ادھم کل مہاراج کی دھول ملا پا نام دور ہو جا دراچارنی اور نہ کر بدنام

لونڈی کی یہ باتیں سنکر انجنا دیوی کے دل کو سخت صدمہ پونچا - اور تو

کچھ پیش نہ گئی رو کر اتنا کہا ؎

بول کبول نہ بول ری پتی برتا ہیں نار کٹھور بچن کیوں بولتی داسی جیب سمہار

بپت دھونی نہیں پھر ول نہ دوس جن نار کرم ریکھ پیاری رنڑے جو لکھیا کرتار

والدہ کا آخری حکم سنکر انجنا روتی ہوئی دروازہ سے نکلکر تھوڑی دور پر گئی ہوگی

کہ ایک شخص جس کی عمر چالیس پچاس سال سے کم نہیں اور عمدہ لباس ہی زیب تن

ہے ملا - جس کو دیکھتے ہی انجنا کی چیخیں نکل گئیں اور بے اختیار ہو کر اُس کے

گلے لپٹ رونا شروع کر دیا جس کی آہ وزاری کو سُنکر وہ شخص بھی از خود رفتہ

سا ہو گیا ہے - اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے ہیں - ایک ہاتھ تو اُس کے

سر پر رکھا ہے دوسرا کمر پر ہے اور زبان سے کہہ رہا ہے - کیوں رو رو پریشان

ہوتی ہے اب رونے سے تو کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے اور ساتھ ہی اِدھر اُدھر بھی

دیکھ لیتا ہے - جس سے پایا جاتا ہے کہ کسی رخوف بھی اس کو ضرور ہے -

ناظرین! آپ حیران ہوں گے کہ یہ شخص کون ہے جو انجنا دیوی کی مصیبت

زدہ حالت پر آنسو بہا رہا ہے ؟ آئیے ہم آپ کو بتلاتے ہیں یہ انجنا کا بھائی

ہے جو اتفاق سے اس کو اس جگہ مل گیا ہے - سنئیے! کیا کہہ رہا ہے ؟

پرسن کیرتی - انجنا! تیری مصیبت کو دیکھ میرے دل کو سخت صدمہ

پونچا ہے اور جگر پاش پاش ہو گیا ہے - مگر اس حالت میں تیری کسی طرح

دستگیری نہیں کر سکتا - کیونکہ تجھسے نہایت . . . .

قصور ہوا ہے - جس کے باعث تم سے بات کرنے میں عار معلوم ہوتی ہے

(دل میں) اوف اپتاجی دیکھ لیں گے تو کیا کہیں گے -

انجنا! کچھ کہنے کو تھی کہ پرسن کیرتی جلد جلد قدم اُٹھا اپنے محل کی طرف
چلا گیا اور انجنا دیوی اچنبا سا رہ گئی۔ دفعتہً وہ خیال جو دل میں پیدا ہو
کچھ کچھ تسکین دینے لگے تھے ناامیدی میں بدل گئے۔ طبیعت یکبارگی تقدیر
کی طرح بگڑ گئی۔ دنیا نظروں میں تیرہ و تار ہو گئی۔ ہوش و حواس اُڑ گئے۔ اور بیخودی
کے عالم میں جو سر چکر کھا گیا تو سر کو ہاتھ سے پکڑ ایک دیوار کے سہارے کھڑی
ہو گئی ہے۔ تھوڑی دیر کے سکوت کے بعد پہلے جو اس کے منہ سے بات
نکلی وہ یہ ہے۔ اُف ایشور! میں نے ایسا کیا گناہ کیا ہے کہ سب کے سب
اپنے بیگانے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ہائے! اس دنیا میں کوئی ہمدرد نظر نہیں آتا
ایشور! یہ ماجرا کیا ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا! آپ پر بھی الزام نہیں دے سکتی!
کیونکہ انصاف خاص آپ کا ہی وصف ہے۔ تو پھر یہ کیونکر...... (تھوڑی
دیر سوچنے کے بعد) اُف! یہ میرے ہی پوربلے[1] کرموں کے پھل ہیں۔ اور کسی کو
کیا دوش[2] دوں!

ناظرین! اس وقت بہت سی عورتیں اور نو عمر لڑکیاں انجنا دیوی کے ارد
گرد کھڑی ہیں۔ مگر سب کی سب الشویہا افسوس کر رہی ہیں۔ جنھوں نے اسکے لڑکپن
کا زمانہ دیکھا ہوا ہے وہ تو متحیر ہو انگشت بدندان ایام گردش کی شکایت کر کر کے اُس
کی تعریف کر رہی ہیں۔ مگر جن کو ابھی تک اس کے دیکھنے کا موقعہ ہی نہیں ملا
انجنا کے منہ پر سے آنچل اُٹھا صورت کو دیکھ ہاتھ مل مل کر افسوس کر رہی ہیں
اور طرح طرح کی باتیں کر ہمدردی ظاہر کرتی ہیں۔

آہ! اس وقت انجنا دیوی کے دل میں ہزاروں خیال سراسیمگی کے پیدا
ہو طبیعت کو اُلجھا کر دل کو بگاڑ کر رہے جاتے ہیں اور یہ بیچاری قسمت کی ماری
زیادہ سننے کی تاب نہ لا کر آہستہ آہستہ قدم رکھتی ہوئی آگے کو بڑھی چلی جاتی ہے۔

[1] پچھلے جنم کے اعمال۔ [2] الزام

باب گیارھواں

ہائے اب کدھر جاؤں

وہی دن ہے اور اُسی دن کا پہلا پہر گذر چکا ہے جبکہ انجنا دیوی دلکی افسردگی سے گردن جھکائے اور پھر خود ہی سر اُٹھا حسرت بھری نگاہیں مہندر پور کے مردوزن در و دیوار پر ڈالتی اور روتی ہوئی بسنت بالا کو ساتھ لئے شہر سے باہر نکل اُس پک ڈنڈی سے جو کھیتوں میں سے ہوکر شمال کو جاتی ہے جا رہی ہے۔ ابھی دو تین کوس ہی گئی ہوگی کہ تین راستے مختلف سمتوں کو جاتے ہوئے دکھائی دیئے۔ اِن کو دیکھ کر انجنا بہت گھبرائی اور دل میں کہا کہ اب کونسا رستہ اختیار کروں۔ پہلے دائیں طرف کو دیکھتی رہی اور پھر بائیں کو۔ مگر ان دونوں میں مسافروں کی کثرت سے آمد و رفت دیکھ اور اپنے لباس پر نظر کر نہ جانے کس سوچ میں پڑ گئی ہے کہ پلک تک نہیں جھپکتی اور پریشان ہو کر کھڑی ہے۔ تھوڑے سے سکوت کے بعد آسمان سے نظر ملا یہ کہا۔ ہائے "اب کدھر جاؤں"۔ پھر سرد سانس لے یوں کہنے لگی۔

دیا ساس سسر نے تیاگ پتی نے سدھ بساری — کریں سبھی دھتکار نگر کے نرادر ناری
ہوئے نراس اداس آئی ہیں شرن تمہاری — بتا آپ بھگوان کون میرا ہتکاری
کون کرے ہتکار پربھو جب تم رسیاؤ[1] — میرے اوگن بیشمار پربھو جی نہ چت لاؤ
کس پہ کروں پوکار نہیں کوئی اور ٹھکانا — تھا مات پتا پر زور سوئی میں جھوٹھا جانا
بھائی نے دینی تراہ دیکھ کر بیت کا بانا — ہائے کہیں داسی بربار سنائیں اپنے کانا
اور نہ دو سنتاپ پربھو میں ات دوکھیاری — نہیں جینے کی چاہ مجھے اب موت پیاری
کرو کاہے اب دیر جلد جم دوت پٹھاؤ — ہو کر پال دیال پربھو میرا دوکھ مٹاؤ

[1] رسیا و خفا ہونا

ہیں اپنے منہ سے بھاگ نہ بھیجو میری آو کیا جانو کیا رنگ ابھی بد بھنا دکھلاوے ہے مجکو بنواش نہیں پر یہ اینیاکاری ہولی ہے بلوان اُسی کی کھیل ہے ساری دوس نہیں کچھ ساس سسر کو نہ پتا اور مائی داس دوس ہے پورب کرماں بدھانا بنائی یہ کہا اور ان دونوں راستوں کو چھوڑ اور سامنے کا جہاں سے کوئی بھی گذرتا ہوا دکھائی نہیں دیتا اور نہ ہی زیادہ آمدورفت کے آثار پائے جاتے ہیں اختیار کیا ہے۔

آہ پیاری انجنا! تو کہاں کو جارہی ہے؟ اس طرف تو کوئی ٹھکانا نہیں جہاں بیٹھ کر اپنا غم غلط کرے گی یا کسی کو اپنا دردِ دل سنائے گی! تیری تقدیر کیا ہوئی وبال جان ہو گئی کہ دنیا کی تمام تکلیفوں نے تجکو گھیر آ لیا ہے دن کونسی مصیبت کا بوجھ تیرے نازک دل کو دبا رہا ہے!! اُف! دُکھ کا تو ایک دن بھی پہاڑ دکھائی دیتا ہے تجکو تو تیرہ سالوں سے اسی کا سامنا ہے! پہلے بارہ سال تو سوامی جی کی جدائی میں گذرے اور تیرھواں سب سے بڑھکر منحوس نکلا۔ انجنا! بتلا تو سہی اب کدھر کو جائیگی؟ جنگل کیطرف کیوں جارہی ہے؟ اس طرف تو خونخوار درندے پھرتے ہونگے! جن کی شکل دیکھکر تیرا ننھا سا دل گھبرا جائیگا! کیونکہ تو نے پہلے کبھی اُن کو نہیں دیکھا! دیوی! یہ راستہ چھوڑ دے اور دائیں ہاتھ کا راستہ اختیار کر جو آبادی کو جارہا ہے۔ افسوس وہ کچھ نہیں سنتی۔ اور قسمت بالا اُسی طرف جانے کے لئے مجبور کر رہی ہے۔ اگرچہ وہ بہت سمجھاتی ہے اور اس طرف کے جانے میں کئی طرح کی مصیبتیں بتلا جان کا خوف جتلاتی ہے لیکن یہ ایک نہیں مانتی! کیا اسکو آبادی سے نفرت ہے؟ جو اس کو چھوڑ جنگل کو جارہی ہے! ہاں! ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیا آپ بھول گئے؟ ساس سسر کی بدسلوکی۔ ماں باپ

لہ بے انصاف

کی بے پرواہی - لونڈیوں کے طعنے اور شہر کی عورتوں کی باتوں کو سُنکر اُس کے دل نے آبادی سے جنگل کو ترجیح دی ہے - اور یہ سچ بھی ہے جہاں کوئی اپنا غمخوار اور پُرسان حال نہ ہو وہاں جانے سے سوائے رنج کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا - اس وقت اس کا کوئی بھی دردی نہیں جو اس کی مصیبت زدہ حالت کو دیکھ آنسو بہا اس کے پژمردہ دل کو تسلی دیوے - یا یہ ہی کہے کہ پیاسے تجکو دیا کل[1] کر رکھا ہے اِس چشمہ سے جو نزدیک ہی ہے پانی پی لے - نہیں ! نہیں ! وہ دیکھئے اس کی پرانی غمخوار جس نے دنیا کی تمام نعمتوں کو چھوڑ لڑکوں سے منہ موڑ لڑکپن ہی سے اس کا ساتھ دے رکھا ہے برابر کہہ رہی ہے - مگر انجنا یہی جواب دیتی ہے کہ دل نہیں چاہتا !!

ناظرین ! انجنا ابھی چند ہی کوس گئی ہوگی کہ پہاڑوں کی بلند چوٹیاں درختوں میں سے دکھائی دینے لگیں اور آفتاب کا رنگ بھی تبدیل ہو گیا ہے اُسکی شوخ کرنیں اب مدھم پڑ گئیں ہیں - اور بجائے اُن کے کچھ زردی سی چھائی ہوئی معلوم ہوتی ہے - جس کو دیکھتے ہی گھبرا کر **بسنت مالا** نے **انجنا دیوی** سے کہا -

بسنت مالا - سکھی ! آفتاب غروب ہوا چاہتا ہے اور سنسان ویران جنگل ہی چاروں طرف دکھائی دیتا ہے ذرا قدم کو تیز کرو تاکہ پناہ کی جگہ دیکھ رات گذارنے کی تجویز کریں -

انجنا - پیاری اس آفتاب کے غروب ہونیسے تو کچھ فکر نہیں میں تو اپنے مقدر کے مہتاب کو رو رہی ہوں جو آج کئی دن سے غروب ہو چکا ہے جس کے معدوم ہونے سے ہر ایک کے دل پر میری طرف سے تاریکی چھا گئی ہے - اس جنگل کو دیکھ کیوں گھبراتی ہے میں تو اس کو آبادی بستے ترجیح دیتی ہوں

[1] بے چین

کیونکہ میرے دل کو دو کھ دینے والا تو یہاں کوئی نہیں (رو کر) آہ! جلد چل کر کس کی پناہ میں جانا ہے۔ جہاں رات پڑ گئی وہی ہمارا ٹھکانا ہے"۔

بسنت مالا۔ سکھی! جو کچھ تم نے کہا درست ہے۔ زمانہ کی جس قدر شکایت کریں بجا ہے۔ مگر گرگٹ کی طرح زمانہ کے بدلتے ہوئے رنگ اس کے تغیرات کو ثابت کر رہے ہیں۔ اور مصیبت زدوں کو اچھی طرح یقین دلا رہے ہیں کہ اگر کل کا دن آج نہیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کی حالت بھی کل تک نہ رہیگی کبھی تو مقدر رسیدھا ہوگا۔ کبھی تو اچھے دن پھریں گے۔

انجنا۔ (مغموم آواز) **بسنت**! کیا کہتی ہو۔ یہ وہ تقدیر نہیں جو کبھی پلٹے زمانہ کے انقلاب کی میں خود قایل تھی اور جانتی تھی کہ دوکھ سکھ چند روزہ ہوتا ہے۔ مگر اب یقین ہو گیا کہ یہ سب من کے ڈھکوسلے ہیں۔ سراسر غلط اور جھوٹھ ہے۔ ذرا خیال تو کرو جب سے شادی ہوئی کیا سکھ نصیب ہوا ہے؟ آج تیرہ سال سے برابر یہی حال ہو رہا ہے۔ انقلاب کی امید کہاں ہے!

بسنت مالا۔ (بات کاٹکر) اب تو آفتاب کہیں نظر نہیں آتا۔ ہاں! رات کی تاریکی اپنے چاروں دامن پھیلاؤ او لی شکل بنا تمام جنگل کو اپنے آغوش میں چھپائے چلی جاتی ہے۔

انجنا۔ (آسمان کی طرف نظر کر کے) اوف! میں نے تو ابھی سندھیا کرنی ہے۔ یہ کہا اور ایک بڑ کے درخت کے نیچے سندھیا کرنے بیٹھ گئی اور **بسنت مالا** نے گھاس پات بچھا کر بستر جمایا اور کچھ جنگلی پھل جو اس وقت میسر ہو سکے لا کر رکھے۔

آہ! **بسنت مالا** تو **انجنا** کو ان پھلوں کے کھانے کے واسطے مجبور کر قسمیں دے رہی ہے اور یہ بیچاری زار زار رو رہی ہے!!!

ناظرین! پرمیسر کرے کہ مصیبت کا دن کسی کو نصیب نہ ہو۔ دیکھئے وہی راجہ کی
لڑکی ہے جس نے اپنا لڑکپن کا زمانہ عیش و عشرت میں بسر کیا تھا ہزاروں
لونڈیاں ہر وقت دست بستہ حاضر رہتی تھیں کھانے کے واسطے طرح طرح
کے کھانے دسترخوان پر چُنے جاتے تھے۔ کمخواب اور مخمل کی توشکیں بچھا سونے
کا خیال کیا جاتا تھا۔ ذراسی تکلیف ہونے سے تمام محل میں کہرام مچ جاتا تھا
اور ہزاروں بلکہ لاکھوں روپیوں کی خیرات کی جاتی تھی۔ آج وہی بے سروسامان
سنسان ویران جنگل میں اس حالت میں جبکہ پانچ چھ ماہ کے حمل سے ہے اور
یہ وہ وقت ہے جس کو حکماء نے عورتوں کے لئے نہایت نازک قرار دیا ہے
بیٹھی ہے۔ اور تین دن کے بعد یہ چند جنگلی پھل آگے پڑے ہیں اور بجائے
اُن مخملی توشکوں کے گھاس پات کا بستر ہو رہا ہے بیچاری! روئے نہ تو
کیا کرے؟ بصد مشکل ایک دو پھل کھا کر پانی پیا دن بھر کی تکان نے مجبور
کیا تو لیٹ گئی۔

آہ! لیٹتے ہی کئی طرح کے خیال پیدا ہو طبیعت کو اور بھی بے چین کرنے لگے۔
تو گھبرا کر اُٹھ بیٹھی اور دل میں کہنے لگی "مجکو کیا ہو گیا ہے؟ میں کیوں بدنام کی گئی!
میری کیسی رسوائی ہوئی!! لوگ دل میں کیا خیال کرتے ہونگے!!! والدہ کے
دل میں کیا گذرتی ہوگی"؟

اوف! اس خیال کے آتے ہی طبیعت بگڑ گئی بدن میں سناٹا سا پڑ گیا۔
سر آسمان کی طرح چکر کھا گیا تو اُس کو ایک ہاتھ سے اور بیقرار دل کو دوسرے
ہاتھ سے پکڑ کر رہ گئی۔ اتنے میں یہ خیال دماغ سے اُتر سینہ میں آ زبان سے
نکلا۔ ہائے! کیسی کیسی مصیبتوں کے بعد سوامی جی کا درشن نصیب ہوا تھا
دل میں کہتی تھی کہ اب مصیبت کے دن گذر گئے۔ آئندہ چین سے گذریگی

مگر واہ ری قسمت! خوب ہی رنگ دکھایا!!

غرض اسی طرح کبھی تو گھبرا کر لیٹ جاتی اور کبھی دیوانوں کی طرح اُٹھ بیٹھتی اور اسی آہ زاری میں صبح ہوگئی تو اشنان کرنت کرم سے فراغت پا آگے کو چل پڑی۔ آہ! یہ تو اُن گنجان کو درختوں کو جا رہی ہے جن کے بیچ میں سے ایک پگڈنڈی پتوں کھاجن میں سے گزر کر اُن اونچے اونچے پہاڑوں کو جاتی ہے جو دور سے دکھائی دے رہے ہیں۔ ابھی چار پانچ ہی کوس گئی ہوگی کہ درختوں اور جنگلی جھاڑیوں کی گنجانی کے باعث ایک تنگ وتاریک راستے سے گذرنا پڑا۔ گو بسنت مالا نے ہر چند کوشش کی اور عقل کے گھوڑے دوڑائے مگر سوائے اس راستہ کے اور کوئی بھی نظر نہ آیا۔ تب گھبرا کر بولی۔

بسنت مالا۔ بہن! یہاں سے واپس ہو کر کسی اور طرف کو جانا اچھا ہے۔ کیونکہ ایسے خوفناک راستہ سے گذرنا اچھا نہیں! اول تو ہم کو معلوم نہیں کہ کہاں کو جاتا ہے۔ دوسرا اوجالا ابھی بہت کم ہے۔ تیسرے اگر اس کو طے کرنے سے پہلے رات پڑ گئی تو اس حالت میں جیسے کہ اب دیکھ رہی ہو شب باش کہاں ہوگی؟

انجنا۔ سکھی! ہمارا تو کوئی ٹھکانا نہیں۔ جہاں قسمت لیجاوے گی وہیں چلی جائیں گی! رات کی فکر نہ کر جہاں دیکھیں گی۔ وہاں ہی پڑ رہیں گی!! (ذرا اوپر نظر کرکے) ابھی دن بہت باقی ہے۔ شام تک آٹھ دس کوس نجوبی چلی جائیں گی (راستہ کی طرف دیکھ کر) ایسا بکھڑا راستہ تو تھوڑی دور تک معلوم ہوتا ہے (پھر غور سے دیکھ کر) اندازاً دو تین کوس سے زیادہ نہ ہوگا۔ اب پیچھے لوٹنا واجب نہیں۔

ناظرین! باوجود اس قدر تنگ وتاریک بکھڑا اور خوفناک راستہ ہونے کے

سلہ سندھیا اوپاسنا

انجنا اور ابھی نہیں گھبرائی اور ایشور پر بھروسہ رکھتی ہوئی ایسی جا رہی ہے جیسے
بہادر سپاہی دشمن کے تعاقب میں۔ اگرچہ کئی قسم کے جنگلی جانور خوفناک
بولیاں بول رہے ہیں جن کی آواز سنکر ایک نوجوان بہادر کا بھی حوصلہ چھوٹ
جائے لیکن یہ (انجنا) بڑے استقلال کے ساتھ آگے کو پاؤں رکھتی ہوئی
جا رہی ہے۔

آہ! جھاڑیوں کے نشتر کانٹے چبھ کر خون پاؤں سے بہہ رہا ہے۔ اور بدن
حیران کر رہی ہے۔ مگر یہ ان باتوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کرتی ہوئی یہی کہتی جا رہی
ہے کہ "ایشور تیری منگل اچھیا پورن ہو"

ایسے خوفناک اور تنگ تاریک راستہ کو ختم کر اب ایک ایسی جگہ آئی ہے
جو بہ نسبت پہلے کے تو بہت فراخ ہے مگر دائیں بائیں دور تک جنگل ہی
جنگل دکھائی دیتا ہے۔ اور سامنے دو چار کوس کے فاصلہ پر ایک جھونپڑی
بھی نظر آتی ہے۔ جو غالباً زمین کی سطح سے بلند جگہ پر واقع ہے۔ جس کو
دیکھ کر انجنا دیوی کو قدرے تسکین ہوئی کہ یہاں کوئی نہ کوئی رہتا ہوگا
آج رات ہم یہاں ہی بسر کریں گی۔

آہ! فلک کج رفتار کو اس کی اتنی تسلی بھی ناگوار گذری اور یکایک سیاہ بادل
اٹھے اور گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔ اوف! اندھیرا بھی کیسا ہے ہاتھ پسارا
نظر نہیں آتا! ہو کا عالم ہے تمام جنگل میں وحشت سی برس رہی ہے جنگلی جانور
مختلف خوفناک بولیاں بول شور مچا رہے ہیں مگر انجنا دیوی بسنت مالا
کے حوصلہ کو بڑھاتی ہوئی بڑے استقلال کے ساتھ جا رہی ہے۔ حالانکہ تاریکی
انتہا درجہ کی بڑھ گئی ہے کہ ایک دوسری آپس میں نظر نہیں آتی۔ آہ! ایک تند
دو شیر بھی کہیں نزدیک ہی ڈکارتا ہوا سنائی دیتا ہے! بادل گرج

اور بجلی کڑکڑا کر دم خشک کر رہی ہے۔ اس وقت لبسنت مالا گھبرا گئی - اور بولی -

لبسنت مالا - بہن! کہاں ہو۔ مجکو تو کچھ نہیں سوجھتا!!

انجنا دیوی اس کی آواز کو سُنکر سمجھ گئی کہ اندھیرے کو دیکھکر گھبرا گئی ہے جھٹ اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی بغل میں دبا لیا اور بولی -

انجنا - بسنت! گھبراؤ مت حوصلہ رکھو (آسمان کی طرف دیکھ کر) اول پھٹنے کی دیر ہے ابھی تھوڑی دیر میں اوجالا ہو جائیگا (دل میں) آہ! واہ ری قسمت! پہلے تو صرف اندھیرا ہی ستا رہا تھا یا درندوں کی خوفناک آوازیں دل ہلا رہی تھیں اب زمین بھی ناہموار آ گئی ہے -

اگر ایک پاؤں ہموار زمین پر پڑتا ہے تو دوسرا گڑھے میں پڑ کر سر کو جھکا کمر کو لچکاتا ہے اگر ٹوٹتے ٹاٹتے وہاں سے بچا ہی لیا تو جنگلی جھاڑیوں نے اپنا ہی شکار بنا لیا یہ حالت دیکھکر انجنا کے آنسو نکل پڑے اور نہ جانے کیا دل میں خیال گذرا کہ سرد سانس لی اور بولی " اچھا! جو ایشور تیری مرضی " تب لبسنت مالا نے کہا -

لبسنت مالا - انجنا! میں سنتی تھی! نہیں! نہیں! یقیناً جانتی تھی کہ تیرا والد بڑا دانا اور نیک سیرت راجہ ہے اور اسی طرح علی ہذا القیاس تیری والدہ کو - لیکن اس وقت تو میں نے ان سے بڑھکر کوئی بھی بے رحم اور ...... نہیں دیکھا - ہائے! اُنھوں نے جب اپنے لخت جگر کی مصیبت کا کچھ بھی خیال نہیں کیا تو دوسرے کا کیا خاک انصاف کریں گے!!!

لبسنت مالا کی باتیں **انجنا** کے نازک دل پر تیر کی طرح لگیں اور بڑے غصہ میں ہو کر کہا -

پتا میر اسکھی ات گنی اور بڑا بدھی مان دیا دھرم کو پالتا کرتا ہر کا دھیان
راج کاج میں چتر ہے مستک دیکھے جو گن اوگن پہچان کر ڈنڈ دے نرکشی ہو
جو ہم حال نہ پرکھیا تس کا اور ہے بھید پورب کرم میرے ات برے جن دکھلایا کھید
ماتا شیل سبھاؤ ہے پتی برتا تس نام کنٹھ میں جسکے بس رہا پیاری ایک ایشور کا نام
کٹھور بچن نہیں جانتی سب سے کرے پیار نگر نواسی ہت کریں کیا پرش کیا نار
بسنت بالا مت بول ری مکھ سے تا آلوگ مات پتا کے بس نہیں بدھنا لکھیا سنجوگ

بسنت! کیا کہا؟ ذرا سوچ کر بات کیا کر سکھی! والدین کبھی نہیں چاہتے کہ اپنی اولاد کو رنج میں دیکھیں! دنیا میں! ایشور کے بعد انھیں کا مرتبہ ہے!! انکا حق تو کبھی ادا نہیں ہو سکتا! بھلا سوچ وہ والدہ جس نے برسوں خونِ جگر پلایا۔ رات دن گودیوں میں کھلایا۔ ناز و نعمت سے پرورش کیا۔ لکھایا۔ پڑھایا۔ ہماری خوشی ہی اپنی خوشی سمجھی۔ ذرا سا رنج ہونے سے خود رنج میں مبتلا ہو گئی۔ ہمارے لئے اپنے کل آرام چھوڑ دیئے۔ نہایت افسوس ہے کہ ایسی مادر مہربان کے بے شمار احسانوں کو بھول کر اُس کو بے رحم یا ظالم قرار دیں؟

بسنت! اُن کا قصور نہیں۔ یہ میرے بُرے اعمالوں کا نتیجہ ہے۔ افسوس!

ابھی یہ کہہ ہی رہی تھی کہ دھم سے ایک گڈھا میں جو قریب تین گز کے گہرا اور چار پانچ گز طول میں ہے (جہاں کبھی زمانہ میں کنواں ہوتا تھا) گر پڑی اور بسنت بالا کے اوپر گرنے سے اور بھی صدمہ پہونچا۔ سر کو سخت چوٹ لگی۔ ہاتھ پاؤں کانٹوں سے زخمی ہو گئے۔ بے ہوش ہو کچھ دیر تو پڑی رہی جب ہوش آئی تو سانپ اور بچھوؤں کا رینگتے ہوئے سُنائی دینا اور خونخوار درندوں کی خوفناک آوازوں کا کانوں میں آنا جلتی آگ پر تیل کا کام دے گیا۔

آہ! ایسے دردناک سین کو دیکھ کر وہ کونسا جوانمرد ہے جو استقلال سے کام

اور بجلی کڑاکڑ اکر دم خشک کر رہی ہے۔ اس وقت بسنت مالا گھبرا گئی - اور بولی -

بسنت مالا - بہن! کہاں ہو - مجکو تو کچھ نہیں سوجھتا!!

انجنا دیوی اس کی آواز کو سنکر سمجھ گئی کہ اندھیرے کو دیکھکر گھبرا گئی ہے جھٹ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی بغل میں دبا لیا اور بولی -

انجنا - بسنت! گھبرا مت حوصلہ رکھو (آسمان کی طرف دیکھکر) اول پھٹنے کی دیر ہے ابھی تھوڑی دیر میں اُجالا ہو جائیگا (دل میں) آہ! اداس رہی بسنت! پہلے تو صرف اندھیرا ہی ستا رہا تھا یا درندوں کی خوفناک آوازیں دل ہلا رہی تھیں اب زمین بھی ناہموار آ گئی ہے -

اگر ایک پاؤں ہموار زمین پر پڑتا ہے تو دوسرا گڑھے میں پڑ کر سر کو جھکا کمر کو لچکاتا ہے اگر ٹوٹتے ٹوٹتے وہاں سے بچا ہی لیا تو جنگلی جھاڑیوں نے اپنا ہی شکار بنا لیا یہ حالت دیکھکر انجنا کے آنسو نکل پڑے اور نہ جانے کیا دل میں خیال گذرا کہ سرد سانس لی اور بولی "اچھا! جو ایشور تیری مرضی" تب بسنت مالا نے کہا -

بسنت مالا - انجنا! میں سنتی تھی! نہیں! نہیں! یقیناً جانتی تھی کہ تیرا والد بڑا دانا اور نیک سیرت راجہ ہے اور اسی طرح علی ہذا القیاس تیری والدہ کو - لیکن اس وقت تو میں نے ان سے بڑھکر کوئی بھی بے رحم اور .... نہیں دیکھا - ہائے! انھوں نے جب اپنے لخت جگر کی مصیبت کا کچھ بھی خیال نہیں کیا تو دوسرے کا کیا خاک انصاف کریں گے!!!

بسنت مالا کی باتیں انجنا کے نازک دل پر تیر کی طرح لگیں اور بڑے غصہ میں ہو کر کہا -

پتا میر اسکھی ات گنی اور بڑا بدھی مان ۔۔۔ دیا دھرم کو پالتا کرتا ہر کا دھیان
راج کاج میں چتر ہے سنک دیکھے جو ۔۔۔ گُن اوگن پہچان کر ڈانڈ دے نرکلنشی ہو
جو مم حال نہ پرکھیا تس کا اور ہے بید ۔۔۔ پورب کرم میرے ات بُرے جن دکھلایا کھید
ماتا شیل سبھاؤ ہے پتی برتا تس نام ۔۔۔ کنٹھ میں جسکے بس رہا پیاری ایک ایشور کا نام
کٹھور بچن نہیں جانتی سب سے کرے پیار ۔۔۔ نگر نواسی ہت کریں کیا پرش کیا نار
بسنت ماتا پِتا است بول رہی کہو ہے یا آلوگ ۔۔۔ مات پتا کے بس نہیں بدھنا لکھیا سنجوگ

بسنت! کیا کہا؟ ذرا سوچ کر بات کیا کر سکھی! والدین کبھی نہیں چاہتے کہ اپنی اولاد کو رنج میں دیکھیں!! دنیا میں! ایشور کے بعد اُنھیں کا مرتبہ ہے!! اُنکا حق تو کبھی ادا نہیں ہو سکتا! بھلا سوچ وہ والدہ جس نے برسوں خونِ جگر پلایا۔ رات دن گودیوں میں کھلایا۔ ناز و نعمت سے پرورش کیا۔ لکھایا۔ پڑھایا۔ ہماری خوشی ہی اپنی خوشی سمجھی۔ ذرا سا رنج ہونے سے خود رنج میں مبتلا ہوگئی۔ ہمارے لئے اپنے کل آرام چھوڑ دیئے۔ نہایت افسوس ہے کہ ایسی مادر مہربان کے بے شمار احسانوں کو بھول کر اُس کو بے رحم یا ظالم قرار دیں؟

بسنت! اُن کا قصور نہیں۔ یہ میرے بُرے اعمالوں کا نتیجہ ہے۔ افسوس! ابھی یہ کہہ ہی رہی تھی کہ دھم سے ایک گڈھا ہیں جو قریب تین گز کے گہرا اور چار پانچ گز طول میں ہے (جہاں کسی زمانہ میں کنواں ہوتا تھا) گر پڑی اور بسنت بالا کے اوپر گرنے سے اور بھی صدمہ پہنچا۔ سر کو سخت چوٹ لگی۔ ہاتھ پاؤں کانٹوں سے زخمی ہوگئے۔ بے ہوش ہو کچھ دیر تو پڑی رہی جب ہوش آئی تو سانپ اور بچھیوں کا رینگتے ہوئے سُنائی دینا اور خونخوار درندوں کی خوفناک آوازوں کا کانوں میں آنا جلتی آگ پر تیل کا کام دے گیا۔

آہ! ایسے دردناک سین کو دیکھ کر وہ کونسا جوانمرد ہے جو استقلال سے کام

بے! مگر نہیں! دھرم کے پالنے والی سوشیلا انجنا بالکل نہیں گھبرائی اور
بڑے حوصلے سے لبسنت مالا کو کہنے لگی۔

انجنا۔ لبسنت! گردشِ ایام اسی کو کہتے ہیں جب تکلیف پر تکلیف اور رنج پر رنج ہو۔ مگر اس حالت میں گھبرانا انسان کا کام نہیں! ہاں ان باتوں کو دیکھ گناہوں سے عبرت پکڑنی فرض ہے! یہ دنیا ناپایدار ہے کسی کو قیام نہیں۔ کوئی دس روز آگے اور کوئی پیچھے۔ مرنا برحق ہے۔ پس جب ایک دن اس جہان فانی کو چھوڑنا ضروری ہے تو ہم کو ان درندوں سے کیا ڈر۔ موت کا کیا فکر! اگر ہماری حیات کا خاتمہ انھیں کے ذریعہ لکھا ہے تو بچانے والا بھی کوئی نہیں!!! پیاری! گھبراؤ نہیں! اٹھو کمر ہمت باندھو اور یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔

دونوں نے ہر چند تدبیریں کیں اور عقل کے گھوڑے دوڑائے مگر افسوس کامیاب نہ ہوئیں۔ اور ہار کر بیٹھ گئیں۔ آہ! اس وقت انجنا کے دل میں ہزاروں خیال سراسیمگی کے پیدا ہو، اس کے مایوس دل کی چٹکیاں لینے لگے کبھی تو سکھی سہیلیوں سے کھیلنا۔ باغ کی سیر کرنا۔ ماتا کا اس کو ذرا سی تکلیف میں دیکھ اپنے آرام کو قربان کرنا اور کبھی سوامی جی کا ایک بے بنیاد بات پر یقین کر کے تیاگ کر پچھتانا۔ یہ سب باتیں آلات برقی کی طرح دماغ سے دل اور دل سے دماغ میں دورہ کرنے لگیں۔ بتیرا دل کو سنبھالا کئی طرح کے خیالوں سے ٹالا۔ مگر اب وہ طاقت نہیں رہی جو ان باتوں کو اندر ہی اندر جذب کر سکے بے اختیار زبان سے نکل ہی گیا۔

ماتا دیکھو وہی تیری انجنا! جس کے پاؤں میں ذرا سا کنکر چبھنے سے تو لونڈیوں کو مار مار کر ہلاک کر دیتی تھی کہ اچھی طرح جھاڑو نہ دینے کے باعث اس کو تکلیف

ہوئی ہے - جان سے بیزار ہو رہی ہے - ہاتھ پاؤں زخمی ہو خونخوار درندے ڈرا رہے ہیں! بھوکھ پیاس ستا رہی ہے اب کوئی دم کی مہمان ہے - اسی گڑھے میں تڑپتی تڑپتی مرجائیگی اور لاش بھی جنگلی جانور اور پرندے نوچ کھائیں گے"!!!

آہ! اس فقرہ کے زبان نکلتے ہی انجنا بے ہوش ہو بے اختیار زمین پر گر پڑی وہ دیکھئے کیسے ہاتھ پاؤں پھیلائے بے حس و حرکت پڑی ہے اور بالیں پر بسنت مالا بیٹھی رو رہی ہے!!!

آہ! بسنت مالا کیا ہوا؟ کیوں! کچھ امید ہے کہ بس خاتمہ ہو گیا! اہا! ایک ہاتھ سے تو نبض کی حرکت دیکھ رہی ہے دوسرا منھ کے قریب رکھ سرد گرم سانس کی تمیز کر رہی ہے!! کچھ دل کو تسلی ہوئی تو بلند آواز سے بولی! انجنا کیوں گھبرا گئی! ادھر ہلا کر سکھی! زبان سے تو بول!!! آہ! اس وقت ایک سرد آہ! اوس قریب الاختتام جسم سے نکلی اور ساتھ ہی یہ کہتی سنائی دی۔ سوامی جی اگر آپ اپنے والدین کو مل کر جاتے تو آج کا دن مجھکو دیکھنا نصیب نہ ہوتا - آہ! میں کیسی بدقسمت ہوں کہ اچھی طرح آپ کا دیدار بھی نصیب نہ ہوا اور مصیبت کی بجلی ٹوٹ پڑی - امید تھی کہ آپ کے درشن ہونے سے یہ سب تکلیفیں بھول جاؤں گی - اور وہ داغ جو میری عصمت پر جھوٹا لگایا گیا ہے دور ہو جائیگا - آہ! دل کی آرزوئیں دل ہی میں رہیں اور موت کا پیغام آ پہونچا!!! اب کوئی صورت یہاں سے رہائی کی نظر نہیں آتی! مگر ہاں! اتنا شکر ہے کہ گو لوگ کچھ ہی کیوں نہ خیال کریں - لیکن آپ پر تو بخوبی واضح ہے کہ جس بات کا مجھ کو الزام لگایا گیا ہے سراسر جھوٹھ اور غلط ہے"

یہ کہا اور سرد آہ بھر کے خاموش ہوگئی۔ بسنت مالا کچھ کہنے کو تھی کہ آندھی کا طوفان آیا اور کڑ...... کڑ..... کڑ کی آواز آئی اور کچھ وزن دار چیز اُس گڑھے میں گری بسنت مالا کے دل میں خیال گذرا کہ شیر کودا ہے یہ سوچ کر وہ تو انجنا کے ساتھ لپٹ گئی اور بڑی حیرت سے اُس طرف دیکھنے لگی عجب قدر تی روشنی کا چمکار جو سب روشنیوں سے اعلیٰ اور افضل ہے پڑا تو اس گری ہوئی چیز کی ماہیت کو پہنچی جس کو دیکھتے ہی بسنت مالا کی سب حیرانگی کافور ہوگئی اور زور سے چلا اُٹھی ۔ "انجنا! دیکھ اُس پاربرہم پرماتما کی قدرت نرالی ہے جس کو میں شیر سمجھی تھی وہ تو ایک درخت کا ٹھنہ ہے"

یہ کہا اور انجنا کا ہاتھ پکڑ بڑی آسانی سے دونوں نے اوپر آ الیشور کا شکریہ ادا کیا۔ اب ہوا اور بادل بھی چھٹنا شروع ہو گیا اجالا ہی پہلی کو بھگائے چلا جاتا ہے اور یہ دونوں آگے کو چلی جاتی ہیں تھوڑی ہی دور چلنے پر ایک جلتا ہوا چراغ دکھائی دیا جبکہ انھوں نے اپنا سہارا سمجھ اُسی طرف کا رُخ کر لیا ہے۔ اور اب کیسے جلد جلد قدم اُٹھاتے جا رہی ہیں۔

باب بارھواں

آہ یہ کیا معاملہ ہے

راجہ ہاتھ کے شمال میں ابھی ایک جہاز نے لنگر کیا ہے۔ جس میں سے بہت سپاہی فوجی وردی پہنے اتر رہے ہیں۔ مگر ایک نوجوان جو سب سے پہلے بڑے کر و فر سے اُترا ہے ہاتھ سے چھڑی کو گھماتا ہوا جہاز کیطرف دیکھ رہا ہے گویا ان سب کے انتظار میں کھڑا ہے۔

اس کا شاہانہ لباس۔ امیرانہ وضع اور جاہ و جلال بتلا رہا ہے کہ یہ کوئی افسر

یا راجہ کا لڑکا ہے -

جب سب اتر چکے تو ان میں سے ایک عہدہ دار - زرہ بکتر پہنے - تلوار کمر سے لگائے ڈھال ہاتھ میں لئے آیا - جس کو یہ نوجوان افسر مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے -

وہی افسر - دیکھو! ہم منتری کو ساتھ لے آگے چلتے ہیں - تم نے خبرداری سے سپاہ کو لے کر منزل بمنزل آنا -

یہ کہہ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا پہلے تو اس نے گھوڑے کو خوب سرپٹ ڈال دیا مگر بعد میں نہ جانے کیا سوچ کر باگ کو اس قدر زور سے کھینچ لیا ہے کہ گھوڑے کی گردن بھی دوہری ہوئی جاتی ہے اور یہ روکے ہی چلا جاتا ہے اگرچہ اس کا گھوڑا بہت چاہتا ہے کہ اپنی تیز رفتاری کے جوہر دکھائے - لیکن یہ افسر اس کو اس بات کی اجازت ہی نہیں دیتا اور سر جھکائے دل ہی دل میں کہنے لگ جاتا ہے - آہ! آج رات کیسی پریشان خواب دیکھی ہے - ایشور کرے یہ جھوٹھ ہو! اُس پران پیاری کو تو میں نے اچھی طرح ابھی دیکھا بھی نہیں - (خود ہی) کہیں وہ ہی بات تو نہیں ہوئی جس سے وہ ڈر رہی تھی؟ نہیں! نہیں! میں سمجھ گیا!! جس وقت میں روانہ ہونے لگا تھا اُس نے کہا تھا کہ میں حمل کی امید رکھتی ہوں - شاید اب وہ وضع حمل کے باعث تکلیف میں ہو - (گھوڑے کو روک کر کچھ دیر سوچنے کے بعد) ہاں بیشک! یہ ہی درست ہوگا - زچہ کو اکثر اس موقع پر سخت مصیبت کا سامنا ہوتا ہے - انجام بخیر ہو - (پھر کچھ سوچ کر) ایں! اس بات کو تو ڈیڑھ سال گذر گیا ہے اگر پریہ جی کا خیال راستی پر تھا اور ایشور کرے کہ ایسا ہی ہو تو اس وقت بچہ بھی آٹھ سات ماہ کا ہوگا (تھوڑے سکوت کے بعد) "آہ! یہ کیا معاملہ ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا -

یہ کہا اور سرد سانس لے سوچتا ہوا آہستہ آہستہ گھوڑے کو روکے جا رہا ہے۔ ناظرین! آپ سمجھ تو گئے ہوں گے کہ یہ افسر پون ہی ہے جو لنکا سے واپس آ رہا ہے۔ اس کی یہ حرکت دیکھ منتری نہایت حیران ہو کر بولا۔

منتری۔ مہاراج! ایسا کیا پیچیدہ معاملہ خیال مبارک میں آ گیا جس نے چلتے چلتے ایسا فکرمند کر دیا کہ گھوڑے کو تھام کر سوچنا پڑا۔ کیا خیر تو ہے؟

پون۔ کیا بتاؤں، بتھیرا سوچتا ہوں مگر تقدیر کے لکھے کی طرح کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اصلیت اسکی کیا ہے؟

منتری۔ اگر کوئی راز پوشیدہ نہ ہو تو بندہ کو بھی اس امر سے آگاہ کیجئے۔

پون۔ آہ! کیا کہوں اُس سین کو! جو کل رات خواب میں دیکھا ہے بیان کرنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ انجنا دیوی نہایت بے چین ہو زمین پر بے حس و حرکت پڑی ہے اور رو رو کر کہہ رہی ہے۔ ہے پران پیارے! تیری داسی اب کوئی دم کی مہمان ہے۔ اب تو کرپا کر درشن دو تاکہ یہ ارمان دل میں نہ رہ جائے کہ انت میں آپکا درشن نہ ہوا۔ اوف! جس وقت سے یہ خواب دیکھا ہے ہزاروں طرح کے خیال پیدا ہو رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے آپ کی طرح بے چین کر رہے ہیں اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ معاملہ کیا ہے۔

منتری۔ بیشک! بیشک! بالکل درست! آپ کا متفکر ہونا بیجا نہیں۔ واقعی یہ حیرت انگیز خواب ہے۔ آپ کے منہ سے سُنکر میرے اوسان خطا ہوئے جاتے ہیں۔ مگر! ان خوابوں کا اعتبار ہی کچھ نہیں!

پون۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ ان کا اعتبار کچھ نہیں۔ لیکن دل کو چین نہیں آتا! جب تک بچشم خود اُس کو دیکھ نہیں لیتا تسکین نہیں ہوتی!

یہ کہا اور گھوڑوں کو سرپٹ ڈال منزلیں طے کرتے ہوئے رتن پور پہنچے

جب پون نے انجنا کے محل کو مقفل پایا تو دلمیں خیال گذرا کہ بچہ پیدا ہونے کے باعث والدہ اس کا علیحدہ رکھنا گوارا نہ کر اپنے ہی محل میں لے گئی ہوگی کچھ سوچکر ضرور ایسا ہی ہوا ہوگا۔ بھلا مدتوں کے بعد اس کو یہ دن نصیب ہوا یہاں کیونکر رہنے دیتی تھی۔

یہ کہا اور محل میں آتے ہی رانی کیتومتی (والدہ) کے پاؤں پر جو کسی خیال کی دھن میں سر جھکائے بیٹھی کچھ سوچ رہی ہے سر کو رکھا۔ پہلے تو وہ جھجک گئی مگر بعد میں پون کو دیکھ باغ باغ ہو پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور کلیجہ سے لگا ایشور کا شکریہ ادا کیا اور بولی۔

رانی۔ بیٹا تیری مفارقت نے پرمیشر جانتا ہے جو ہمارا حال کیا۔ دن رات تیرا ذکر۔ تیرا ہی فکر دل کو مسلتا رہا۔ تیری کہانی ورد زبان تھی۔ شکر ہے جو آج تجکو دیکھا کلیجہ ٹھنڈا ہوا۔ دل کے فکر دور ہوئے۔ کہو تم اتنی مدت لینکا میں ہی رہے؟

پون۔ ماتاجی! کیا کہوں جب گھر اور دوکھن کو چھوڑا لینکا میں واپس آئے تو بھیلوں سے تنازع شروع ہو گیا۔ اُدھر سے فارغ ہوئے تو اوری جھگڑوں میں پڑ گیا۔ غرض اسی ہیر پھیر میں ڈیڑھ سال گزر گیا۔

گو پون اپنی والدہ کی باتوں کا جلد جلد جواب دے رہا ہے مگر اس کا پریشان دل دلی ولولوں کو اندر ہی اندر ضبط کر آنکھوں سے کام لے رہا ہے۔ بیترا اِدھر اُدھر دیکھتا ہے مگر انجنا اور بسنت مالا کو اب تک نہ دیکھ کر بیقرار ہو جاتا ہے اور جلدی سے اپنے مایوس دل کو سنبھال کر والدہ کے سوال کا جواب دے رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد رانی اٹھ کر دوسرے کمرے میں گئی تو پون نے اس وقت کو غنیمت جان لونڈی سے پوچھا۔

لون - پر یہ جی اور بسنت مالا کہاں ہیں؟ ذرا اُن کو بھی خبر کر دو؟

لونڈی - (سرد آہ بھر سر جھکا خاموش)

لون - (حیرانگی سے اُس کی طرف دیکھ کر) کیوں! خیر تو ہے؟

لونڈی - (تھر تھراتی ہوئی آواز سے) مہاراج! اُن کو تو ایک سال ہوا ہے کہ یہاں سے ....

آہ! اس بات کو سُنکر لون اچنبا سا رہگیا - دل دھڑکا - کلیجہ پھڑکا - بدن میں سنسناہٹ سی پیدا ہوگئی - آنکھیں لونڈی کی طرف دیکھتے دیکھتے پتھرا گئیں خون جہاں حرکت کرتا تھا برف کی طرح جم گیا - لونڈی اُس کی اس قدر پریشان صورت دیکھ گھبرا گئی - اور بھاگ کر رانی کو اس امر کی اطلاع کی -

لونڈی سے لون کا حال سُنکر رانی کے دل میں خیال گذرا شاید لون اُس کی بات سمجھا نہیں - اصل مطلب کی تہ کو پہنچا نہیں - اس لئے متفکر ہوگیا ہے - یہ سوچ آنکر کہنے لگی -

رانی - بیٹا! کیوں مغموم صورت بنائے سر جھکائے بیٹھا ہے - میں نے تو بعمداً دانستہ پہلے اسی واسطے ذکر نہیں کیا تھا کہ سُنکر تجھکو ملال نہ ہو - دل میں کچھ خیال نہ ہو - اُس بےحیا نے تو ننگ و ناموس کا کچھ بھی خیال نہ کیا شرم حیا کو بالائے طاق رکھ غیر دل سے ....

جب پوچھا تو تیری انگوٹھی دکھا مجکو بھرمانے لگی - کئی طرح کی باتیں بنا پہچاننے لگی - لیکن میں نے اُسی وقت پالکی رتھ میں بٹھا شہر بدر کیا - غیروں کے طعنوں سے اپنی آبرو کو بچا لیا - بیٹا! اس بات کا فکر کر پھر بھی اچھا ہوا جو وقت پر خبر ہوگئی - اب یہاں سے مہندرپور گئی ہے -

ناظرین! لون جو لونڈی کی کلام جس کو مصیبت کا پیام کہا جائے تو بیجا ہوگا

سُنکر حواس باختہ ہو رہی تھا اب رانی کی زبان سے یہ باتیں نکل نکل کر اس کے
بالوں دل پر تیز نشتر کا کام کر رہی ہیں۔ رنج و غم کے لشکر نے اس بے چارے کے
عضو عضو پر قبضہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ طبیعت کا اُلجھن۔ دل کی بیکلی حواسوں
کا انتشار۔ دماغی قوت کو زائل کر رہا ہے۔ قوت سامعہ نے ایسی بے حرمتی کی باتیں
سُنکر سر کے دو بیٹھ کو اندر کھینچ بہرہ بنا دیا ہے۔ جگر کا ضعف ترقی پر ہے۔
دل نیچے بیٹھنے کو بھاگا جاتا ہے۔ تمناؤں کا لُٹا ہوا قافلہ سامنے دکھائی دینے
لگا۔ اُدھر بے قرار دل نے انجنا کی بدحواس صورت کو جو خواب میں دیکھی تھی
جلدی سے پیش کر دیا۔ جس کو دیکھتے ہی سب بدن کانپ اُٹھا۔ اور آہوں کا
غبار ریل کے سٹیم کی طرح کلیجہ سے نکل دماغ کو چڑھا تو بے اختیار ہو کر وہاں سے
اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور نہایت پُر درد لہجہ میں یہ کہا ؎

آہ جیو کو ٹھا دیا کلنک اُس نہیں رنج رتی ایک
تین دیوس تک میں رہا کھتی رہی کر جوڑ
سپا بھو لا نہ کچھ مجھے گیا بد تت کال
ہوا نسپھل میرا سب جتن و صول بلا یا نام
ٹسے ڈری تھی جس بات سے وہی بنا سنجوگ

دو دکھ کا کارن تو ہی الیشور رلکھے ٹیک
بات بتا سے تم بلو شنکا کریں نہ اور
نشچہ کارن آپ کے کر کھوتن دیا نکال
دو دکھ دیا اُسے ات گھنا آپ ہوئی بدنام
رائے مہندر کی سُتا تجھے ملا دوکھ آیوگ

اُوف! کیا کیا آرزوئیں تھیں۔ کیا کیا تمنائیں تھیں۔ مگر آج سب خاک میں ملگئیں
(باہر کی طرف دیکھ کر) آہ! وہ پیاری صورت اب کہاں دیکھنی نصیب ہو گی؟
اُس بے گناہ کو جو اذیت پونچی وہ سب میرے ہی باعث۔ (والدہ کی طرف
دیکھ کر) آہ! ماتو کیسی سنگدل ہے تجکو کچھ بھی رحم نہ آیا؟
یہ کہا اور سرد آہ بھر منتری کو ساتھ لے وہاں سے انجنا کی تلاش میں نکل پڑا۔

؎ انگوٹھی

باب تیرھواں

"دلبری میں کم نہ ہوگا"

صبح کا وقت ہے آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔ اُس کی سرخی مائل زرد کرنیں پنشو کھابن کے بلند درختوں پر پڑ اُن کے جوبن کی بہار دکھلا رہی ہیں۔ اور پرندے اوڑ اوڑ کر درختوں کی شاخوں پر بیٹھ خوشی سے چہچہاتے ہوئے اپنی نوکدار منقاروں سے پروں کو صاف کر رہے ہیں پنجے پھیلا پھیلا کر انگڑائیاں لے رہے ہیں۔ اور بعضے اوڑ اوڑ کر اپنی خوراک کی تلاش میں جا رہے ہیں۔ مگر منحوس گدّ ایک پیپل کی بلند شاخ پر بیٹھی ہوئی گردن پھیر پھیر کر اِدھر اُدھر اپنے شکار کی جستجو کر رہی ہے۔ اور انجنا دیوی ایک جھونپڑی کے باہر جو ایک پہاڑ کی سطح پر واقع ہے اور جس کے چاروں طرف جنگل ہی جنگل دکھائی دیتا ہے بیٹھی ہوئی اپنے دائیں ہاتھ کو اولٹا پلٹا کر دیکھ کچھ سوچتی ہوئی اِدھر اُدھر بڑی حیرانگی سے دیکھ رہی ہے۔ اس کے چہرہ پر حد درجہ کی بڑھی ہوئی مایوسی بتلا رہی ہے کہ کسی چیز کے گم ہونے سے یہ اس قدر پریشان ہو رہی ہے اور یہی صحیح ہے سُنیئے لبنت مالا سے کہہ رہی ہے۔

انجنا۔ لبنت! کہیں انگوٹھی تو نہیں دیکھی؟

لبنت مالا۔ (تعجب کے لہجہ میں) ایں! کونسی؟

انجنا۔ وہی جو سوامی جی دے گئے تھے! اور کون؟

لبنت مالا۔ وہ تو تمھارے ہاتھ میں تھی۔ کیوں نہیں ہیتی!!

لہ پنشو کھابن یہ دریائی کرشنا کے شمال میں راماین کے زمانہ میں واقع تھا جنگلی جانور یہاں کثرت سے پائے جاتے تھے۔

انجنا۔ ہائے غضب ہوا وہی ایک زندگی کا سہارا تھی اُسی کو دیکھ کر قدرے تسکین ہوتی تھی اُس کا گم ہونا میری تمام تمناؤں کا گم ہونا ہے۔ ہائے اب کیا کروں ؟

یہ سُنکر بسنت مالا بڑی حیرانگی میں پڑ گئی دیر تک کھڑی سوچتی رہی بعد میں کہنے لگی۔ "رات کو کہیں اِدھر اُدھر گر گئی ہوگی آؤ تلاش تو کریں"۔

یہ کہا اور دونوں دور تک سر جھکائے دیکھتی ہوئی چلی گئیں۔ جھکے جھکے کمریں تھک گئیں۔ بلکہ لکڑی کی طرح اکڑ گئیں مگر انگوٹھی کا کچھ پتا نہ ملا تو مایوس ہو واپس اوس جھونپڑی کو آئیں۔ تب انجنا سرد آہ بھر کہنے لگی۔ آہ او او ری قسمت او ادے مقدر" یہ ہی ایک سہارا تھا وہ بھی جاتا رہا! یہ کہا اور زار زار بلند آواز سے رونے لگ پڑی۔

یونہی اُس کے رونے کی آواز اُس سادھو نے سُنی جو اس جھونپڑی میں ایشور کے دھیان میں محو بیٹھا تھا جلدی سے باہر نکل آیا۔

آہا اس جٹا جوٹ دراز قد سفید براق ریش سادھو کو دیکھتے ہی انجنا دیوی جھک سی رنگئی اور بڑی حیرانگی سے ایک دفعہ اُس کی طرف نظر اُٹھا نیچے سر جھکا سوچ میں پڑ گئی۔ تب اُس سادھو نے کہا۔

سادھو۔ بیٹی! کچھ فکر نہ کرو۔ صرف اتنا بتلا دو کہ تم کون ہو۔ اور ہی سنسان ویران جنگل میں کیونکر آنا ہوا ؟

انجنا دیوی اُس کی پدرانہ شفقت بزرگانہ محبت کی باتیں سُنکر ہاتھ جوڑ کر بولی

دوہا

راجہ مہندر نگر کا رائے مہندر نام — تاراجہ کی میں سُتا انجنا میرا نام

پہلاد وو یادھر سسر پون نام بھرتار — نام نگر ہے رتن اور پر مسن تے دیو کمار

ط یعنی لڑکی

کلنک لگایوات بُرا کر نہ سکوں بکھان ببپت کال بھروں کاٹتی آئی تو استھان

پتا کھوں سچ آپ سے ہوں نردوسن نا ۔ نشچہ سب ہو جائیگا جب گھرا دن بھرتار

انجنا کی مصیبت کو سُنکر سادھو کے دل میں رحم آیا۔ گردشِ فلک کو لعنت ملامت کر ہمدردی کا کلمہ پڑھ کر کہنے لگا۔

سادھو ۔ بیٹی کچھ غم نہ کرو۔ جب تک دل چاہے یہاں بے فکر رہو۔ مگر ہاں اتنا ضرور ہو گا کہ بجز جنگلی پھلوں کے یہاں اور کچھ میسّر نہ ہوگا۔

ناظرین! انجنا نے اس بات کو غنیمت جان سادھو کا شکریہ ادا کیا اور وہاں رہ کر اپنے ایامِ گردش کے دن گذارنے لگی۔

جب انجنا دیوی کو اس جگہ رہتے کچھ عرصہ گذر گیا تو وضع حمل کا دن بھی آگیا اور اس بے سروسامانی میں ہمارے بہادر جرنیل نے جنم لیا ؎

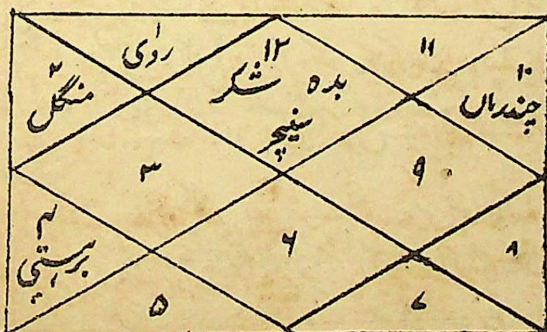
چیتر اس بدی اشٹمی [1] بُدھ نچھتر جان دن منگل بھر بھات کو جنم لیا ہنومان

کارے کیس سوہاونے مستک چندر سمان بڑا پر کرمی [2] بھا شتانین مرگ سم جان

دیکھ انجنا بار ہم بار بکھ پربھ کا کرتی دھیان کٹھن سمے سہاینا کر اسکی بھگوان

کوئی نہیں بن آپکے ہو جس کا تجکو مان داس ہوں تیرے دوار کی دین بنو بھگوان

ہم اپنے ناظرین کی دلچسپی کے لئے جنم کنڈلی [3] جو اس سادھو نے تیار کی ذیل میں درج کرتے ہیں۔



[1] ستارے والا [2] ظاہر ہوتا [3] دیکھو رامائن بحروف گجراتی صفحہ ۷۳

اس جنم کنڈلی کو کاغذ پر کھینچکر سادھو دیر سے دیکھ رہا ہے۔ کبھی تو علم جوتش کی کتاب پر نظر ڈال لیتا ہے اور کبھی دل ہی دل میں سوچنے لگ جاتا ہے! جب کچھ دیر اسی طرح گذر گئی تو بسنت مالا زیادہ صبر کی تاب نہ لاکر بولی۔

بسنت مالا۔ مہاراج! مجکو بھی کچھ بتائیے؟

سادھو۔ بیٹی! (خوش ہوکر) اگرچہ انجنا کی مصیبت کو دیکھ مجکو بھی ملال ہو رہا ہے کئی طرح کا خیال ہو رہا ہے لیکن اس ہونہار لڑکے کا زائچہ دیکھ اس سے بڑھکر خوشی کا سرور آرہا ہے۔ یہ لڑکا دلیری میں کم نہ ہوگا۔ شجاعت میں شمشیر کا مقابلہ کر بہادری کی داد لیگا۔ علم میں یکتائے زمانہ ہو دھرم کا پابند رہیگا۔ خویش و اقربا سب کی نظروں میں عزیز۔ دغابازوں اور آدھرمیوں[1] کے واسطے موت کا پیام ہوگا۔ غرض جو وصف اس میں پاتا ہوں ایک سے ایک اعلیٰ دیکھتا ہوں۔ ایشور اسکی عمر دراز کرے

بسنت مالا سادھو کی باتیں سُنکر جلدی سے انجنا دیوی کے پاس گئی اور سب حال اُس کے گوش گذار کیا۔ جس کو سُنکر اُس کا وہ چہرہ جو مدتوں کی پریشانیوں اور رات دن کی مصیبتوں سے ہنسنا بھی بھول گیا تھا اس وقت کچھ کھلا ہوا نظر آرہا ہے۔ اور لڑکے کی طرف دیکھ کر دل میں کہہ رہی ہے کہ

وہ دن کب پربھو آئیگا جب گھر آون بھرتار نام کرن کروں کر خوشی گا کر منگل چار۔
کریں سبھی وہ ہت مجھے جو کرتے دھتکار لوگن ماہیں اوجلی کب کر سو کرتار

اور کئی طرح کے خیال لڑکے کو دیکھ دیکھ کر پیدا ہو ہو چکیاں لے رہے ہیں۔ جب بے سروسامانی کے سامان دیکھ آنکھوں سے آنسو بہ نکلے تو بسنت مالا نے کہا

بسنت مالا۔ سکھی! میں بڑے تعجب میں ہوں کہ تو اس قدر دانا ہوکر بھی نہیں سوچتی کہ تیرا اس وقت غمگین ہونا کیا نتیجہ پیدا کریگا۔ کیا! اس کا اثر دودھ پر پڑ

[1] جو دھرم کے برخلاف جانے والا

بچہ کے لئے مُضر نہ ہوگا؟ آہ! سچ ہے ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور۔ پیاری! کیا تو اپنے قول کو بھول گئی جو اکثر کہا کرتی تھی کہ "جو دوکھ سُکھ سر پر کا بھوگ جان ایشور پر بھروسہ رکھتا ہے وہی دنیا میں خوش رہتا ہے"

انجنا۔ بسنت! میں سب کچھ جانتی ہوں ہر چند کوشش کر بے قرار دل کو سنبھالتی ہوں۔ مگر کیا کروں یہ میرے قابو میں نہیں رہتا۔

آہ! جس وقت یہ لڑکا زمین پر لیٹے لیٹے خود بخود کبھی ہاتھ پاؤں کو پھیلا اور کبھی سمیٹ کر ناک مُنہ چڑھا رونے لگ جاتا ہے تو انجنا اس کو بیکسی کی حالت میں قدرتی فرش پر لیٹا دیکھ بے چین ہو جلدی سے گود میں لے لیتی ہے۔

جب گیارہ ماہ اسی طرح گذر گئے تو ایک روز دوپہر کے وقت جبکہ بارش ہو رہی ہے اور انجنا دیوی لڑکے کو لئے جھونپڑی میں بیٹھی دل بہلا رہی ہے۔ مگر لڑکا ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے کچھ تنگ آگیا ہے جو زور سے چلا چلا کر رو رہا ہے اگرچہ انجنا کھڑی ہو اور ایک دو قدم اِدھر اُدھر ٹہل کر بھی اس کو بہلاتی ہے۔ مگر یہ بچہ رو ہی رہا ہے۔

بارش تھمی تو لڑکے کو لے کر جھونپڑی کے باہر آکھڑی ہوئی۔ اور اُن جنگلی درختوں اور خودرو پودوں کو جو جھونپڑی کے ارد گرد دور تک پھیلے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اُنگلی کے اشارہ سے لڑکے کو دکھا اس کا دل بہلا رہی ہے۔

آہ! ان خودرو پودوں کے رنگ برنگی پھولوں اور سبزہ زار کے خوشنما سین کو دیکھ انجنا کو اپنے باغ کی بہار جو لڑکپن کے زمانہ میں سیر کے وقت دیکھا کرتی تھی یاد آگئی۔ آنکھوں سے آنسو بہ نکلے اور دل میں کئی طرح کے خیال پیدا ہو کمزور کرنے لگے تب اس نے بڑے حوصلے سے دلی ولولوں کو ضبط کر اُدھر سے نگاہ کو روک آسمان کا نیلا نیلا رنگ اور اُس میں جا بجا اُن سفید بادلوں کے ٹکڑوں کو دیکھا

شروع کر دیا ہے۔ جن کو ہوا نے چھوٹے لڑکوں کی طرح اپنا کھلونا بنا رکھا ہے۔ کبھی وہ ٹکڑے مل کر ایک ہو جاتے ہیں اور کبھی ہوا کا ایک دھپیڑ لگنے سے الگ الگ نظر آتے ہیں۔ ہاں بڑے بڑے بادل ہوا کے لگنے سے ہاتھی اور گھوڑوں کی شکلوں میں ہو جاتے ہیں۔ چیلیں اوڑتی اوڑتی ایسی بلند ہو گئی ہیں کہ سیاہ ٹکیہ کے بغیر کچھ معلوم ہی نہیں ہوتا۔ مگر جب وہ سفید بادلوں کے نیچے آجاتی ہیں تو گویا ابر کے ساتھ جڑ جاتی ہیں۔

اسی طرح **انجنا دیوی** دل بہلا رہی تھی کہ یکایک ایک چمکدار چیز جو آفتاب کا ہم پلہ معلوم ہوتی ہے اس طرف کو آتی ہوئی دکھائی دی۔ پہلے تو بڑے غور سے دیکھتی رہی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ کوئی بوان آرہا ہے۔ تب یہ جلدی سے وہیں بیٹھ گئی اور نیچے سر جھکا لیا۔ مگر اس کو بیٹھے دیکھ لڑکا چلا اُٹھا اور زار زار رونا شروع کر دیا۔

ناظرین! اس بوان میں ایک شخص سفید ریش عمدہ لباس زیب تن کئے ایک عورت سے باتیں کرتا ہوا آرہا تھا کہ ناگاہ اس کی نظر انجنا پر پڑی اور لڑکے کے رونے کی آواز کانوں میں پہنچی۔ نہ جانے اس کے دل میں کیا خیال گذرا ہے کہ بوان کو تھام کر اپنے ہمنشین عورت سے کہہ رہا ہے۔

وہی شخص ۔ پریہ جی! آپ نے کچھ دیکھا؟

عورت ۔ نہیں سوامی جی! میں نے تو کچھ نہیں دیکھا کیا ہے؟

وہی شخص ۔ (انگلی کے اشارے سے) وہ دیکھو جھونپڑی کے آگے ایک نوجوان عورت سر جھکائے غمگیں صورت بنائے بیٹھی ہے اور شاید وہ اس کا لڑکا ہے جو پاس ہی بیٹھا رو رہا ہے۔

عورت ۔ (گردن پھیر کر پیچھے کو دیکھ کے) ہاں (بے پرواہی سے) کسی سادھو

کی لڑکی ہوگی! ایں! اس کا سیاہ لباس کیوں ہے؟

وہی شخص - اسی بات کو تو میں سوچ رہا ہوں۔ اگر سادھو کی لڑکی ہوتی تو ایسے سیاہ کپڑے ہرگز نہ پہنتی۔ اس میں ضرور کچھ بھید ہے۔

یہ کہہ کر بوان کو درختوں کی آڑ میں زمین پر اُتارا اور خود **انجنا** کے پاس جا کر بولا۔

وہی شخص - دیوی! تو کون ہے۔ اور اس سنسان ویران جنگل میں کیوں رہتی ہے؟

انجنا دیوی جو اپنے ہی خیال میں سر جھکائے بیٹھی کچھ سوچ رہی ہے اس ناگہانی آواز کو سنتے ہی چونک پڑی اور جلدی سے سر اوٹھا اوپر کی طرف دیکھا تو فوراً اس کے گلے سے لپٹ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ پڑی۔

گو یہ شخص بھی اس کی شکل کو دیکھ شک میں پڑ گیا ہے اور بتیرا دل میں سوچتا ہے مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کون ہے اور کیوں رو رہی ہے؟ آخر جب کچھ دیر اسی طرح گذری تو تسلی کی باتیں کر پیار دلاسا دے بڑی مشکل سے اس کو اپنے جسم سے علیحدہ کیا۔ یوں ہی اس کے چہرے کو غور سے دیکھا آواز کو بخوبی پہچانا تو خود رفتہ سا ہو بولا۔

وہی شخص - (حیرانگی سے) ایں! انجنا! تو کہاں؟

اہا! کسی نے سچ کہا ہے ؎

اُسے فضل کرتے نہیں لگتی بار ۔ نہ ہو اُس سے مایوس امیدوار

ناظرین! دیکھئے ایشور کی قدرت کہ اتفاقاً **انجنا** کا ماموں راجہ پرتی سوریا اپنی عورت روپی سندری کو ساتھ لئے سیر کرتا ہوا یہاں آ گیا ہے۔ پہلے تو انجنا دیوی کو اس حالت میں دیکھ پہچان نہیں سکا۔ مگر جب اس نے

پہچان کر یہ کہا کہ "انجنا تو کہاں" آہ! اب تو انجنا اور بھی بلند آواز سے رو پڑی اور کچھ جواب نہ دے سکی تو راجہ بھی آنسو بھر کر بولا۔

راجہ پرتی سوریا۔ بیٹی! کیوں رو رو پریشان ہوتی ہے؟ اب کچھ فکر نہ کرو اور یہ بتلا کہ اس جگہ تیرا آنا کیونکر ہوا۔ اور یہ سیاہ کپڑے کیوں پہنے؟

اگرچہ انجنا کچھ کہنا چاہتی ہے مگر رو رو کر ہچکی بندھ جانے سے اس کی بات اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتی۔ لیکن بسنت مالا جو انجنا کے رونے کی آواز سنکر آگئی ہے راجہ کو اس کی داستانِ مصیبت سنا رہی ہے۔ دیکھئے! بسنت مالا کی زبان سے ایک ایک حرف نکل کر راجہ کو متفکر بنا رہا ہے کبھی انجنا کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا ہے اور کبھی پھر سر جھکائے سننے لگ جاتا ہے۔ اُف! جس وقت بسنت مالا نے یہ کہا کہ "اس کی والدہ نے بھی پرہلاد و دیا اور فوراً کی بات پر یقین کر سچ اور جھوٹھ کا کچھ بھی فیصلہ نہ کیا اور اس کو شہر بدر کر دیا" اُس وقت راجہ کے بدن میں سناٹا سا پڑ گیا۔ چہرہ مارے غصہ کے سرخ ہو تمتما گیا۔ زیادہ سننے کی تاب نہ لایا اور انجنا کو گلے سے لگا کر بولا۔

راجہ۔ انجنا! اب کچھ فکر نہ کر۔ گذشتہ کے لئے تو میں کچھ کہہ نہیں سکتا لیکن آئندہ کوئی بھی تمہاری طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔

یہ کہہ۔ انجنا اور بسنت مالا کو ساتھ لے رانی روپ سندری کے پاس آیا اور اُس کو اس کی مصیبت کے حال سے آگاہ کر بوان میں بیٹھ وہاں سے روانہ ہوا۔

آہا! بوان کو دیکھئے کشتی نما شکل کا ہے۔ ایک طرف کلا کوشل کا سامان ہے دوسری طرف ایک قسم کا سائبان تنا ہے۔ جس کے چاروں طرف سنہری کام اس خوبی سے کیا ہوا ہے کہ آفتاب کی روشنی میں اس کی طرف دیکھنا دشوار

ہے۔ اس پر کاریگر نے موتیوں کی جھالر بنا اور اس میں تھوڑے تھوڑے فاصل
پر ایک ایک سونے کا مصنوعی موتی گیند کے برابر اس حکمت سے لگایا ہوا ہے
کہ جیسے اس کی رفتار تیز ہوتی جاتی ہے ویسے ان کی چمک دمک زیادہ خوشنما
معلوم ہوتی ہے۔

یونہی انجنا دیوی کے لڑکے کی نظر ان چمکدار مصنوعی موتیوں پر پڑی بے
اختیار گود سے اوچھلا[1] اور ان کو پکڑنا چاہا مگر کامیاب نہیں ہوا۔ اور نیچے زمین پر
گر پڑا!!!

آہ! لڑکے کو گرتا دیکھ سب چلا اٹھے اگرچہ اسی دم بوان کو روکا گیا تاہم فاصلہ
بہت ہو گیا۔ اس لئے بوان کو پیچھے لوٹا زمین پر اوتارا۔ راجہ تو لڑکے کی تلاش
میں چلا گیا اور یہ تینوں بدحواس ہو اس طرف کو دیکھ رہی ہیں جس طرف وہ گیا
ہے اور برے برے خیال پیدا ہو ان کے مایوس دل کی چٹکیاں لے پریشان
کر رہے ہیں کہ اتنے میں راجہ لڑکے کو لے کر واپس آیا اور بولا۔

راجہ۔ انجنا! تیرے لڑکے کا جسم تو بجر[2] کی مانند سخت ہے کہ اتنی دور سے
گرا اور گرا بھی پتھر کی چٹان پر لیکن شکر ہے کہ جب میں گیا تو یہ بیٹھا انگوٹھا چوس
رہا تھا اور مجھکو دیکھتے ہی دونوں ہاتھ پسار رونے لگ پڑا! راجہ کی باتیں سن اور
لڑکے کو دیکھ سب کی جان میں جان آئی اور رانی روپ سندری نے

---

[1] یہ جو ایک عام بات مشہور ہے کہ ہنومان نے پیدا ہوتے ہی آفتاب کو اوچھل کر
پکڑا اور منہ میں چھپا لیا بدیں خیال کہ یہ ایک سرخ پھل کھانے کا ہے۔
ناظرین! حقیقت میں نہ تو کوئی پھل تھا اور نہ ہی سورج تھا بلکہ اسی بوان کے چمکدار طلائی مصنوعی
موتی تھے جنکو مصنفوں نے آفتاب سے تشبیہ دی تھی (در بعد میں ٹیکا کاروں نے اصل مطلب کو فوت
کر آفتاب ہی بنا لیا۔ دیکھو اجنا ستبوں راس صفحہ ۴۴) [2] جسکا جسم پتھر کی مانند سخت ہے

جلدی سے لڑکے کو راجہ سے لیکر چھاتی سے لگایا - اور پیشانی پر بوسہ دیکر کہنے لگی "بیٹا بجرنگی گیان کی سیر کی" تب سے اس کو سب کوئی بجرنگی کہنے لگ پڑا اور بوان وہاں سے آگے کو روانہ ہوا -

ناظرین! انجنا دیوی تو اپنے ماموں کے ساتھ ہنوں پور کو جا رہی ہے اور پون بیچارا معلوم نہیں کہاں بھٹک رہا ہے - آؤ ذرا اس کا بھی تو پتہ لیں

باب چودھواں

"اُس دم بھر میں اِس کو کیا ہو گیا"

راجہ مہندر رائے کے محل میں ابھی ایک شخص نفیس پوشاک پہنے چھڑی ہاتھ میں لئے چوکی پر آنکر بیٹھا ہے اور رانی بیگ موہنی اُس کی پیشانی کو بوسہ دے سامنے کھڑی خیر عافیت پوچھ رہی ہے - لیکن اس کی جھکی ہوئی گردن دبی ہوئی نظر اور اس نووارد کو دیکھکر آہ سرد بھرنا بتلا رہا ہے کہ اس شخص کے آنیسے اسکے دلکو سخت صدمہ پہونچا ہے اور بیشک یہی درست معلوم ہوتا ہے ادیکھئے کیسے آہستہ آہستہ قدم رکھتی ہوئی اب اپنے کمرے کو جا رہی ہے - اور دل میں یہہ خیال پیدا ہوا اس کو اور بھی جانے پر مجبور کر رہے ہیں - آہ! جب وہ انجنا کا حال دریافت کریگا تو کیا بتاؤں گی - اوف! اُس نے تو مجکو کہیں کا نہ رکھا - اگر مر جاتی تو اچھا ہوتا - آج اِس کے (پون) سامنے سرنگوں تو نہ ہونا پڑتا! اے زمین تو پھٹ جا کہ میں تجھ میں سما جاؤں تاکہ انجنا کا ذکر سُننے کی نوبت نہ پہونچی" ناظرین یہ تو اس طرح دل میں کہتی ہوئی پلنگ پر جا کر لیٹ گئی ہے مگر وہ نووارد شخص جو غالباً پون ہی ہے - انجنا کی تلاش کرتا کرتا یہاں آ گیا ہے - رانی کی یہ حرکت دیکھ نہایت حیران ہو گیا ہے اب بڑی مایوسی سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہے - لیکن

انجنا کو نہ پاکر اُس کا بے قرار دل اور بھی بے چین ہوتا جاتا ہے۔ اس امر میں ہر چند غور کرتا ہے کہ کیا معاملہ ہے جو وہ (انجنا) دکھائی نہیں دیتی۔ مگر مقدر کے لکھے کی طرح جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو گھبرا کر وہاں سے اُٹھنا چاہا کہ اتنے میں پرسن کیرتی کا لڑکا سامنے آتا ہوا نظر پڑا۔ جلدی سے پکڑ گود میں بٹھا لیا اور پوچھنے لگا۔

پون۔ بیٹا! تیری بہوا کہاں ہے۔

لڑکا۔ (مایوسانہ لہجہ میں) ایں! بہوا! سُنا ہے وہ تو روتی ہوئی یہاں سے پشو نکھابن کو چلی گئی تھی۔ یہاں تو صرف تھوڑی دیر کھڑی کھڑی روتی رہی بعد میں دادی نے غصہ ہو کر باہر نکال دیا تھا۔

آہ! اس بات کو سنتے ہی پون کا رنگ فق ہو گیا۔ دلی آرزوئیں نا امیدی میں بدل گئیں۔ پشو نکھا کے نام نے اُس کے ہر ایک اعضا کو اُس کے دل کی طرح بیکار کر دیا۔ اب یہ کہے تو کیا کہے۔ کرے تو کیا کرے۔ بتیرا دل سنبھالتا ہے مگر وہ کسی طرح سنبھلتا ہی نہیں اور خود رفتہ سا ہو عالم سکوت میں اُس جوگی پر جیسی حرکت ہو کر دیکھتا کا دیکھتا رہ جاتا ہے۔

جب کچھ دیر اس طرح گذری تو پھر دماغ میں خراش سی پیدا ہوئی جس نے بجلی کی طرح اس کی رگ رگ میں حرکت دی۔ مُہر خاموشی کو توڑ زبان کو وا کیا!!! آہ! مجھ سے کیسی غلطی ہوئی!! میرے ہی باعث اُس پران پیاری پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ (انجنا کے والدین کی طرف اشارہ کر) تم ہی کچھ سوچتے۔ اس کے حال پر رحم کرتے تمہارا تو لخت جگر تھی۔ مگر تم سب سے زیادہ بے رحم اور بے مروت نکلے جو اس کی اس حالت پر بھی کچھ خیال نہ کیا۔ اُف! کیسا خون سفید ہو گیا۔ رحم تو دنیا سے جاتا ہی رہا (کچھ سکوت کے بعد) پیاری انجنا! تو کن مصیبتوں میں پھنس گئی

جن پر تیری امیدیں ناز کرتی تھیں وہی تیرے دشمن ہو گئے۔ تو غمخوار کون ہوتا؟
اوف! تیرے ننھے سے دل نے ایسی بے حرمتی کی باتیں کیونکر برداشت کی ہونگی؟
تو ایسی ذیہوش ذی علم دھرم ہیں مستعد حسن صورت اور حسن سیرت دونوں
میں یکتا۔ مگر افسوس تیری قسمت نے اِن سب کو خاک میں ملا دیا۔" لون
کی باتیں سُنکر ایک خواص نے رانی سے جا کر کہا۔

خواص۔ ماتاجی! آپ کس فکر میں پڑی ہیں۔ کس بات کو سوچ رہی ہیں۔
ذرا باہر نکلکر لون جی کی باتیں تو سُنئے کیا کہہ رہے ہیں۔

رانی۔ (افسوس کے لہجہ) وہی انجنا کی شکایت کرتے ہونگے۔

خواص۔ جی نہیں! وہ تو سراسر جھوٹھ اور غلط قرار دیتے ہیں اور انجنا
کو بے قصور اور آپ پر بیرحمی کا الزام لگاتے ہیں۔

رانی۔ (سرد آہ بھر کر) آہ! ایسی قسمت کہاں!!

خواص۔ ذرا چل کر تو سنئیے؟

رانی جلدی سے اُٹھکر دالان کی طرف آئی یونہی لون کی آواز کان میں پونچی
وہیں کھڑی ہو گئی۔ جب وہ کہہ چکا تب آگے بڑھکر بولی۔

رانی۔ آہ! میں نے تو تیرے باپ کی تحریر پر عمل کیا۔ اُسی کو سچ جان اپنے
لخت جگر کو شہر بدر کیا! کیا وہ بات جھوٹھ ہے؟

لون۔ اور کیا! بالکل جھوٹھا اتہام سراسر غلط!! ایشور جانے تم سب کی عقل پر کیوں پردہ
پڑ گیا کہ کسی نے بھی اس بات کو تحقیق نہیں کیا۔ اور زیادہ تر غضب یہ کیا کہ جو
کسی پر نہیں وہ ظلم بیچاری انجنا پر کیا گیا۔
اوف! تم نے بھی اپنی بیٹی کی بے عزتی ہی چاہی! بھلا کچھ تو سوچا ہوتا!۔
معلوم نہیں اِن باتوں میں کیا جادو بھرا ہوا ہے کہ ان کو سنتے ہی رانی وشم سے

زمین پر گر پڑی ہے۔ چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ منھ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ دانتوں کے جبڑے مل گئے ہیں۔ اور دم رُک رُک کر آرہا ہے۔

رانی کی یہ حالت ہونے سے محل میں کہرام مچگیا۔ کوئی راجہ کے پاس بھاگا جاتا ہے اور کوئی وید (ڈاکٹر) کے

چونکہ پون کو چرک شاستر سے کچھ واقفیت تھی اس لئے رانی کے دل کی حرکت کو محسوس کر نبض کی رفتار پر غور کیا تو سکتے کی مرض کا ہم پلہ پایا۔ فوراً لعل اجالا جلوتری ہاتھ پاؤں میں ملا اکسیر کھلا لخلخہ سونگھایا جس سے رانی کو ہوش آئی اور ہائے! انجنا کہکر پھر خاموش ہو گئی۔

ایک طرف راجہ بیٹھا ہوا اس کی حالت کو دیکھکر افسوس کر رہا ہے۔ دوسری طرف پرسن کیرتی آنسو بہا رہا ہے اور تمام کُنبہ بے چین ہو کہہ رہا ہے۔ "اُبھی دم بھر میں اس کو کیا ہو گیا؟"

ناظرین! بہت دیر تک رانی کی یہی حالت رہی۔ کبھی تو ہوش آجاتی۔ اور کبھی وہی پہلی صورت!! آخر بڑی کوشش اور تردد کے بعد رانی کو کلی صحت ہوئی تو اُٹھکر بیٹھ گئی اور زار زار دل کھول کر روئی۔ غم کا غبار جو مغز کو چڑھگیا تھا ہلکا ہوا تو کہنے لگی۔

رانی۔ میں نے بے گناہ انجنا کے حال پر کچھ بھی خیال نہ کیا اور نہ ہی اُسکی مصیبت کو دیکھکر میرے سخت سینہ سے ایک آہ ہی نکلی اور نہ ہی آنکھوں سے آنسو ٹپکا۔ اوف! کوئی والدہ ایسی نہ ہوگی جیسی کہ میں کمبخت! جس نے بھوکی پیاسی دیکھکر بھی پانی تک نہ پوچھا! آہ! میری انجنا کہاں ہوگی کیا حالت میں کیا جو ابسہ رہی ہوگی۔

یہ کہا اور پھر رونا شروع کر دیا۔ تب راجہ نے کہا۔

راجہ۔ پریہ جی! اس قدر گھبرانے سے تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وقت جو گذر گیا اُس کا فکر کرنا بے فائدہ ہے۔ انسان کا فکر اور لکڑی کا گھُن برابر ہے۔ اس کو چھوڑو۔ اور ایشور پر یقین رکھو۔ وہی ہر حال میں سب کا نگہبان ہے۔ ہاں آیندہ کی فکر کرو کہ اب کیا کرنا چاہئیے؟

رانی آہ سرد بھر کر بولی سے

انجنا دینی تراہ کام میں کھوٹا کینا   درانی کی وچار مفت میں اجس لینا
کریں مجکو دھکار نگر کے سارباسی   کیا رنگ کیا ہائے کریں سب مجکو ہانسی
سُنی وو یادھر کی بات نہ مانا تیرا کہنا   ہائے میری راج دلار پڑا دکھ تجکو سہنا
میرا ہردہ بھیا کٹھور سوچ نہیں نے کینی   نہ جانوں کارن کیا ہوئی مت میری ہینی
اب کیا کروں اد پاو بات میں آپ بگاڑی   کٹھن اوستھا گر بھگی بن دکھے پیاری
نہ سُنے انجنا بین نہ کچھ نشچے کینا   بن دیکھے اپراد بیٹی کو میں تراہ دینا
ہائے جائے پیٹ میں پھوٹ سبب سے تیری او   آہ در میرے پرو انجنا پیاسی جاو
ہائے بالی دُکھ اٹھا بہت میں لاڈ لڈائے   ہوتی تھی بے چین ذرا دکھی اس کو پائے
گئی جنگل سدھار آہ وہ میری پیاری   میں بھی اتی کھٹور بیٹی دسن سکھی تمہاری
ہوں ایسی نر لج پران نہ میرے چھوٹے   دیکھ بیٹی کی بپت نین نہ میرے پھوٹے
دہاڑ گ جیون سنسار بات یہ بینے جانی   ہوئے داس بے چین گری دھرتی پر رانی

باب پندرھواں

ہائے وہ کہاں گئی

ناظرین رانی کی باتیں سُن اور اس کی یہ حالت دیکھ کر لون جی کی آنکھوں کے

آگے وہی فوٹو خواب کا پھر گیا۔ جس کو دیکھ کر یہ پہلے روز لیٹنکا میں پریشان
ہوا تھا۔ خود رفتہ سا ہو کھڑا ہو گیا۔ اور منتری کو ساتھ لے جھنڈر پور سے
نکل اُس راستہ کو اختیار کیا ہے جو بڑ کے درخت کے نیچے سے ہو کر لیشو بکھا
بن کو جا رہا ہے۔ اگرچہ دل میں کئی طرح کے خیال پیدا ہو اُس کی مایوسی کو بڑھا
رہے ہیں۔ مگر جب انجنا کی بھولی بھالی صورت اُس کو یاد آجاتی ہے تو نہایت
بیقرار ہو دل میں کہنے لگ جاتا ہے "انجنا! تیری تمام تکلیفوں کا باعث میں
ہی کمبخت ہوا۔ پہلے تو ۱۲ بارہ سال اُس طرح گذرے۔ اور اب تیری بات کو نہ مانا
اور انگوٹھی دے ٹال کر چلا گیا تو یہ نوبت پہنچی" (خود ہی) "والدہ نے بھی تو غضب
ہی کر دیا! معلوم نہیں اُس کی عقل پر کیا پردہ پڑ گیا جو کچھ بھی خیال نہ کیا! اوف!
انجنا! تیرے دل میں اُس وقت کیا گذری ہوگی؟ جب تجکو........ کہا
گیا ہوگا۔ آہ! تیرے نازک دل نے ان باتوں کو کیونکر برداشت کیا ہوگا!" (تھوڑے
سے سکوت کے بعد) "واہ ری قسمت! کس کس پر افسوس کروں۔ دیکھئے جسکا
لخت جگر تھی اُس نے بھی تو کچھ خیال نہ کیا۔ بلکہ بات تک نہ پوچھا۔ آہ! وہ کس
امید سے یہاں آئی ہوگی اور کیسی مایوسی سے لیشو بکھا بن کو (خود ہی) "اے لیشو
بکھا بن! وہاں تو بیشمار خونخوار درندے پھرتے ہوں گے۔ وہ کیا کرتی ہوگی!
وہاں تو کوئی پناہ کی جگہ بھی نہیں!"

آہ! اس خیال کے آتے ہی پون نہایت بدحواس ہو گھوڑے کو روک
سوچنے لگ پڑا۔ تب منتری نے کہا۔

منتری۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے دل کو سخت صدمہ پہنچا ہے
مگر اب گذشتہ باتوں کو یاد کرنے سے سوائے رنج کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔
مہاراج! تقدیر بڑی زبردست ہے اس کے آگے کسی کا چارہ نہیں چلتا

اُس بیچاری کی قسمت میں یونہی لکھا تھا۔ کسی کا کچھ قصور نہیں۔ آپ خود دانا ہیں۔ اِن باتوں کو اچھی طرح جانتے ہیں میرے کہنے کی ضرورت نہیں۔

پون۔ منتری! میں سب کچھ جانتا ہوں۔ اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ اپنے نہ سنبھلنے والے دل کو بہتیرا سنبھالتا ہوں۔ مگر جب اُس کی وہ شکل جو خواب میں دیکھی تھی اور پنتو لکھابن کا جانا یاد آتا ہے تو سر آسمان کی طرح چکر کھاتا ہے اور بے اختیار ہو جاتا ہوں۔ سچ کہتا ہوں میں اب وہ **پون** نہیں رہا۔ رنج وغم کا مقابلہ ہے نہ کھانے سے رغبت نہ پانی کی پیاس ہے۔ رات کو نیند نہیں آتی۔ ماہی بے آب کی طرح تڑپتا رہتا ہوں۔ اگر کچھ خیال ہے تو یہ کہ وہ بیگناہ کس مصیبت میں پڑ گئی۔ پنتو لکھابن جیسے سنسان ویران جنگل میں کیونکر رہتی ہوگی؟ وہاں تو ایک روز رہنا دشوار ہے۔ اُس کو تو سال بھر کے قریب ہو گیا۔ اب اُس کو کہاں دیکھوں گا (خود ہی) اچھا اگر مل گئی تو بہتر ورنہ **پون** بھی زندہ نہ رہیگا۔ اسی جگہ بھٹکتا بھٹکتا مر جائیگا!!!

منتری۔ کیوں اِس قدر گھبراتے ہو؟ صبر اور استقلال سے کام لو اگر اسکی حیات ہے تو کوئی اُس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہاں تکلیف ضرور ہے اس طرح کی باتیں کرتے کرتے پنتو لکھابن میں پہنچ گئے۔ جس کو دیکھتے ہی بدن میں سنسناہٹ سی ہو گئی۔ کئی طرح کے خیال پیدا ہو بچھو کی طرح ڈنگ مارنے لگے۔ اور شاہِ مشرق بھی مغرب میں جا چھپا۔ اور رات کی تاریکی اور بھی ستم کرنے لگی تو ایک درخت کے سائے میں گھوڑوں کو باگ ڈوروں سے باندھ دیا۔ اور خود قدرتی سبز مخملی فرش پر زین کا تکیہ بنا لیٹ گئے۔ نیند تو کوسوں دور تھی ہاں کروٹیں لیتے اور سرد آہیں بھرتے رات گذر گئی۔ صبح ہوتے ہی **پون** رفع حاجت کے لئے منتری سے کہکر چل پڑا۔

آہ! دیکھئے کیسی مایوسی سے سر جُھکائے جا رہا ہے۔ کہ دفعتاً جو کچھ خیال دل میں آگیا تو وہیں کھڑا ہو سوچنے لگ پڑا اور اب بڑی حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہے۔

ناظرین! وہی خواب کا فوٹو نظر میں پھر گیا ہے۔ اور کانوں میں انجنا کی آہ و زاری کی آواز گونج اٹھی ہے اور دل میں اُسی کی مصیبت کی داستان چھڑ گئی ہے۔ جس نے اس کو نہایت بیقرار کر دیا ہے۔ بس پھر کیا تھا کبھی تو رو پڑتا ہے اور کبھی خاموش ہو دیوانوں کی طرح دائیں بائیں دیکھتا ہوا جا رہا ہے جب پانچ سات کوس اسی حالت میں چلا گیا تو ایک ندی دکھائی دی۔ جس کو دیکھتے ہی وہیں کھڑا ہو گیا ہے۔ اور اب پیچھے کی طرف دیکھ کر کہہ رہا ہے۔ اُوف! بڑی دور آگئے۔ یہ کہہ کر رفع حاجت کی اور اشنان کرنت کرم کیا۔ جب وہاں سے واپس ہوا تو راستہ بھول گیا۔ کیونکہ آتی دفعہ اپنے خیال کی دُھن میں ایسا محو تھا کہ راستہ کی کچھ تمیز نہ کر سکا۔ اور تمام دن اسی سرگردانی میں گذرا مگر منتری اور گھوڑوں کا کچھ پتہ نہ ملا۔ جب پھرتے پھرتے شام ہو گئی بدن سُست پڑ گیا۔ ٹانگوں نے جواب دیدیا۔ آنکھیں دیکھتے دیکھتے تھک گئیں اور دل گھبرا گیا۔ تو ہار کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔

آہ! اس وقت جو پون کے دل میں گذر رہی ہے وہی جانتا ہے۔ یا کچھ تھوڑا بہت اُس کا عکس اس وقت مصنف کے دل پر پڑ رہا ہے جو اُس کی حالت کو اپنے دل میں محسوس کر کے لکھ رہا ہے۔

ناظرین ذرا غور فرمادیں کہ ایک امیر کا لڑکا جو نازونعمت سے پلا ہو اور تمام عمر عیش و عشرت میں بسر کی ہو۔ اُس وقت جب کہ وہ اپنی پیاری! بیگناہ! مصیبت زدہ عورت کی تلاش میں ایک غمخوار کو ساتھ لے گھر سے نکلے۔ اور

اور ایسے لق و دق جنگل میں جہاں ہزاروں خونخوار درندے اور بیشمار زہریلے جانور ہوں اور کوئی جگہہ پناہ کی نہ ہو تو اس حالت میں اُس کے رفیق کا گم ہونا اور خود تنہا رہنا ایک تھوڑی سی بات نہیں۔ ایک طرف تو عورت کا غم اور منتری کی جدائی ستا رہی ہے اور دوسری طرف جنگلی جانوروں کی خوفناک آوازیں کانوں میں پہونچ دل کو ہلا رہی ہیں۔ اور آفتاب کا مغرب کو جانا۔ رات کی آمد آمد ستا رہا ہے۔ مگر ان سب کی کچھ بھی پرواہ نہ کرتا ہوا بہار بہادر اُسی درخت کے نیچے بے سر و ساماں تقدیر کی شکایت کرتا ہوا کہہ رہا ہے۔

اے! بیرحم فلک! تجھے ذرا بھی غمزدوں کی حالت پر رحم نہیں آتا۔ نہ ذرا خیال کر۔ ماں باپ کو چھوڑ گھربار سے منہ موڑ منتری کو ساتھ لے اُس پران پیاری کی تلاش میں آیا تھا کہ دو گھڑی اس سے بات کر غم غلط کر لیا کروں گا۔ لیکن ہائے تجکو وہ بھی ناگوار گذرا اور پہلی ہی منزل میں اُس کو جدا کر دیا۔ اے ظالم! اتنا کیوں ستا رہا ہے۔ تیرے ظلم کی کچھ انتہا بھی ہے کہ نہیں۔ میں نے کونسا ایسا گناہ کیا جس کے عوض ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گیا ہے! اگر تجکو یہی منظور ہے تو منت کہتا ہوں! کہ میرا خاتمہ کر تا کہ ہر روز کی تکالیف سے نجات ہو۔ (پھر خود ہی کچھ سوچ کر) نہیں! نہیں ایسا نہ کرنا۔ ایشور کے واسطے ایسا ہرگز نہ کرنا۔ میں نے ابھی اُس پران پیاری سے ملکر اپنے قصور کی معافی مانگنی ہے آہ! وہ اس ویران جنگل میں کیونکر رہتی ہوگی

یہ کہا اور بیہوش ہو وہیں لیٹ گیا۔ جب کچھ عرصہ کے بعد ہوش آئی تو کیا دیکھتا ہے کہ چاروں طرف عالم سکوت ہے نہ تو کوئی پرندہ ہی پر پھڑ پھڑکتا ہے اور نہ ہی کسی درندے کی آواز آتی ہے۔ ہاں کبھی کبھی گیدڑ ہوئیں ہوئیں کرتے سنائی دیتے ہیں۔ سیاہ ہوا بھراتے بھر رہی ہے۔ اور رات بھی ایسی اندھیری ہے کہ ہاتھ

کو ہاتھ نہیں سوجھتا۔ وہی خودرو پودے جن کو دن میں دیکھنے سے اُس پار برہم
پرماتما کی قدرت نظر آتی تھی۔ اِس وقت ڈراونے معلوم ہوتے ہیں۔ آہ!
یون کی عجیب حالت ہو رہی ہے۔ اگر مُنہ سر لپیٹ لیتا ہے تو انجنا
کی وہی مایوس صورت سامنے آجاتی ہے۔ جس کے ساتھ ہی بُرے بُرے
خیال دماغ سے اور چٹکیاں لینے لگ جاتے ہیں تو بیقرار ہو اُٹھ بیٹھتا ہے
ہاں اگر کچھ تسکین ہوتی ہے تو آسمان پر تاروں کو دیکھنے سے۔ مگر افسوس اسکے
منتشر خیالات اس کو اس طرف دیکھنے کی بھی اجازت نہیں دیتے یونہی آسمان
کی طرف دیکھتا ہے وہیں فلک کے جور وجفا یاد آجاتے ہیں تو بیچین ہو جاتا
ہے۔ غرض اسی پریشانی میں رات گذری تو صبح کو پھر تلاش کرنا شروع کر دیا
مگر کچھ سراغ نہ ملا۔

جب چار دن اسی طرح گذر گئے اور تمام جنگل چھان مارا اور اُس کا کچھ پتہ نہ ملا تو
حیران ہو ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا! ابھی تھوڑی دیر ہی سستایا ہوگا
کہ پھر کچھ وہم سا اُٹھا اور داہنی طرف جو بہت سے گنجان درخت دکھائی دیتے
چلا گیا۔ تھوڑی دور جانے پر ایک مسمار شدہ چاہ (گڑھا) دکھائی دیا۔ نہ
معلوم کیا نظر پڑا کہ اُس میں جھانکتے ہی چلا گیا۔ اور اب کچھ چیز زمین پر سے
اُٹھا کر دیکھ رہا ہے۔

آہ! یہ کیا ہے؟ کہ جس کو دیکھتے دیکھتے اس کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا ہے۔
اور حیرت انگیز خیالوں نے پیدا ہو اس کے مایوس دل پر قبضہ کر لیا
ہے؟

ناظرین! یہ وہی انگوٹھی ہے جو اس نے انجنا کو بطور نشانی کے دی تھی
جس کو اب اس جگہ دیکھ کر حواس باختہ ہو رہا ہے اور کئی طرح کے خیال پیدا

ہوا اس کے دماغ سے دل اور دل سے دماغ کو جارہے ہیں۔ مگر کچھ سمجھ نہیں آتا کہ یہ انگوٹھی اس گڑھے میں کیونکر آئی۔ آخر اس کی حیرانی حد درجہ کی بڑھ گئی تو سر کو پکڑ وہیں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے سکوت کے بعد جب خیال نے اس کے دماغ کو پراگندہ کر دل کو پریشانگی میں ڈال دینے پر آمادہ کیا وہ یہ ہے۔ بس انجھا کا ملنا دشوار ہے۔ یہ کہا اور خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سرد آہ بھر کہنے لگا۔

آہ! میرا خیال تھا کہ وہ اس جنگل میں نہیں آئی۔ ورنہ ضرور اس کا کچھ نہ کچھ سراغ ملتا۔ لیکن ہائے! افسوس اس کو تو کسی درندے نے ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا کر دیا ہے۔ ورنہ وہ جیتے جی کبھی اس کو اپنے سے علیحدہ نہ کرتی! پیاری! تیری موت کا باعث میں ہی بدبخت ہوا۔

آہ! اس جگہ اس امید سے آیا تھا کہ تم کو تلاش کر تمہارا غم غلط کروں گا! اور جن کے سامنے تجھکو بے حرمتی کا جامہ پہنا تیری عصمت پر دھبہ لگایا گیا تھا انھیں کے روبرو تیری پاکدامنی ثابت کروں گا۔ مگر ہائے افسوس کوئی بھی آرزو پوری نہ ہوئی اور سب امیدیں خاک میں ملگئیں۔ اب میرا بھی جینا لاحاصل ہے!!

ع تدبیر کند بندہ تقدیر کند خندہ

اس طرح کہہ ہی رہا تھا کہ سر چکر کھا گیا آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تو سر کو پکڑ کر وہیں بیٹھ گیا جب کچھ افاقہ ہوا تو کہنے لگا "میری سزا اب یہی ہے کہ اسی جگہ جلکر خاک ہو جاؤں"

یہ سوچ اور مصمم ارادہ کر کے اسی گڑھے میں لکڑیاں جمع کر چتہ بنائی اور پتھری سے آگ نکال اس میں لگائی اور آسمان کی طرف دیکھکر کہنے لگا۔ اے فلک ستمگر تم نے میری سب امیدوں کا خون کر دیا سب آرزوں کو خاک میں

ملا دیا۔ اور اُس پیاری صورت کو ہمیشہ کے لئے مجھ سے جُدا کر دیا۔ ظالم! تیری ہی بدولت مجکو بھی اس دنیا سے نامراد جانا پڑا۔ اچھا تیرا بھلا ہو۔ یہ کہا اور ایشور سے پرارتھنا کر

باب سولھواں

میری عقل پر کیوں پتھر پڑ گئے

شام کا وقت ہے جب کہ رات کی تاریکی بڑھ رہی ہے اور مصنوعی روشنی گھر گھر ہونی شروع ہو گئی ہے۔ اگرچہ راجہ پرھلاد و دیادھر کے محل میں بھی جا بجا شمعدان روشن ہیں۔ مگر تاہم تمام محل میں کچھ سناٹا سا چھا رہا ہے اور کمرے کمرے میں وحشت برس رہی ہے۔ کسی کے بولنے کی آواز نہیں آتی۔ ہاں! سرد آہوں کی آندھی چل رہی ہے۔ رانی کیتومتی غمگین صورت بنائے سر جھکائے پلنگ پر بیٹھی ہے اور راجہ پرھلاد و دیادھر ایک زرنگار چوکی پر پریشان صورت بنائے رانی کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اور چند خواصیں تھوڑی دور سامنے چپ چاپ کھڑی ہیں۔

جب کچھ دیر یونہی گذر گئی تو راجہ رانی سے مخاطب ہو پر درد لہجہ میں کہنے لگا۔

راجہ۔ پریہ جی! کیا پون انجنا کے بیان کی تصدیق کرتا ہے؟ اور اب کہاں گیا ہے؟

رانی۔ (سرد آہ بھر کر) جی ہاں! وہ تو اُس کی جلاوطنی سنتے ہی افسردہ خاطر ہو بغیر کھانا کھائے انجنا کو بے قصور بتلاتا ہوا اسکی تلاش میں شاید مہندرپور کو چلا گیا ہے۔

راجہ۔ (تیور بدل غصہ میں ہو) آہ غضب ہوا! مفت میں میں اُس بیگناہ

انجنا کی پاکدامنی پر شک لایا! ہائے میری عقل پر کیوں پتھر پڑ گئے کہ کچھ بھی خیال نہ کیا۔ اور تمہاری باتوں میں آ اُس کی بے حرمتی کا باعث ہوا! (تھوڑے سکوت کے بعد) اوف! پون دل میں کیا خیال کرتا ہوگا؟ مہندر رائے کو کیا جواب دونگا۔ آہ! تم نے تو مجکو سب کی نظروں سے گرا دیا۔ خاک میں ملا دیا اور اب جی ہاں کہہ سنایا"!

ناظرین! رانی جو پون کی تقریر کو سنکر پہلے ہی سے بیقرار ہو رہی تھی۔ اب راجہ کو پر غضب دیکھ اور بھی گھبرا حیرت میں پڑ گئی۔ اگرچہ اس کے سب اعضا سُست پڑ گئے ہیں۔ مگر کلیجہ ہی ہے جو رہ رہ کر اوچھل پڑتا ہے اور دل بے قابو ہوا جاتا ہے نظر زمین پر وحشت برسا رہی ہے۔ دماغ اپنا ہی منطق پڑھ رہا ہے کہ ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ یہی ہے جو آج پیش آ رہا ہے اور رانی بیچاری اپنے کئے پر پشیمان ہو رہی ہے۔ راجہ کی باتوں کا جواب دینا تو درکنار دل ہی موت سے ہمکلام ہو رہی ہے۔ آخر راجہ کی باتیں سُنتے سُنتے غم کا غبار کلیجہ سے نکل مغز میں پہونچا تو گرنی کھاتی ہوئی پلنگ سے نیچے گر پڑی!

رانی کی یہ حالت دیکھکر راجہ کو اور بھی فکر دامنگیر ہو گئے۔ جلدی سے اُس کو اُٹھا کر کہنے لگا۔

راجہ۔ پریہ جی اب تمہارا اس قدر گھبرانا لاحاصل ہے ان باتوں پر پہلے غور کرنی چاہئے۔ تاکہ بعد میں ندامت اُٹھانی نہ پڑے۔ مجکو حیرانگی تو اس بات پر آتی ہے کہ ذرا ذرا بات پر تو اس قدر دلیل کرنا کہ گھنٹوں گذار دینا۔ اور اب ایسے نازک معاملہ پر کچھ بھی خیال نہ کیا! ضرور تم کسی کے بہکانے میں آگئی ہوگی۔ ورنہ ایسی امید تم سے تو ہرگز نہ تھی۔

رانی۔ (سرد آہ بھر راجہ کی طرف دیکھ کر) ہائے مجکو تو کمبخت للتا[1] نے دھوکھا

[1] ایک لونڈی کا نام

دیا۔ معلوم نہیں اُس نے کیا جادو کر دیا کہ بغیر تحقیق کئے ہیں اُس بیچاری سے بدظن ہو گئی۔ اوف! میں نے بڑا ظلم کیا!!!

راجہ۔ بیشک اس میں کچھ شک نہیں! تم نے سخت غلطی کی۔ نہ صرف خود بلکہ مجھکو بھی مغالطہ میں ڈالا (سرد سانس لیکر) مگر خیر اب ان باتوں سے کیا ہوتا ہے۔ اُس کے مقدر میں ہی ایسا لکھا تھا! (کچھ سوچنے کے بعد) لونڈی سے مخاطب ہوا۔

راجہ۔ دیکھو! ابھی رتھوان سے کہدو کہ صبح ہوتے ہی رتھ تیار کر کے لے آوے ہم پریہ جی کے ساتھ مہندر پور جاویں گے۔

باب ستارھواں

راجہ پتی سوریا

دوپہر ڈھل چکی ہے۔ آفتاب حسرت بھری نگاہوں سے دنیا کو دیکھتا ہوا مغرب کو جا رہا ہے۔ مگر زمین ابھی تک پا پیادہ چلنے والوں کو نہ جانے کس کی وجہ سے یا کچھ اور بات ہے کہ آگے بڑھنے نہیں دیتی اس لئے ہم تو پیچھے ہی رہ گئے ہیں۔ مگر ہماری نظر کسی کے دیکھنے کے اشتیاق میں بہت دور آگے نکل گئی ہے۔ سامنے کچھ سبزی سی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن دوری کے باعث ہم اچھی طرح دیکھ نہیں سکتے۔ ہاں سین تو ایک دلکش معلوم ہوتا ہے۔ جس کے دیکھنے کے شوق نے ہم کو بے اختیار کر اُن کے نزدیک پہنچا ہی دیا! اور شکوک جو ہمارے دل میں پیدا ہو رہے تھے رفع ہو گئے۔ اور اُس سبزہ زار کی ہیئت کو پہنچی تو معلوم ہوا کہ وہ درخت جو دکھائی دے رہے تھے کئی ایک قسموں

لگے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ آم کے ہیں جن کی ہر ایک ڈالی کثرت سے پھلنے کے باعث نیچے جھکی ہوئی ہے۔ غریب کیا امیر جس نے ایک دفعہ ان آموں کو دیکھ پایا فوراً دل للچا گیا! اس میں کوئی شک نہیں کہ غریبوں کے لئے زندگی کا سہارا ہیں کیونکہ جس نے دو چار بھی کھا لئے پھر دن بھر کھانے کا نام نہ لیا۔ لیکن امیروں کے لئے یہ اعلیٰ درجہ کی نظیر بن کر دکھلا رہے ہیں۔ کہ جس طرح ہم سب کے لئے پھل تیار کر سر جھکائے پکار کر کہہ رہے ہیں کہ آؤ من مانے آم توڑو اور کھاؤ اسی طرح تم بھی اپنے فرض کو یاد کر مستحقوں کے حق کو نہ بھولو اور غریبوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو کیونکہ ایشور نے تم کو اعلیٰ رتبہ دیا ہے خیر اس تقریر کو جانے دو۔ اور اس انگور کی بیل کو دیکھو جس کے سبز پتوں میں سے اودے اودے انگور کے خوشے کیسے خوشنما دکھائی دے رہے ہیں۔ اور نزدیک ہی گلاب موتیا روبیل اور کئی طرح کے خوشبودار پھول اپنی خوشبو کے خزانے دیکھنے والے کے دماغ کو معطر کر رہے ہیں۔ غرض جہاں نظر پڑتی ہے نرالا ہی نظارہ دکھائی دیتا ہے اس طرح سیر کرتے اور قدرتی دلچسپیوں کو دیکھتے ہوئے بائیں طرف کو جو بڑھے چند عالیشان مکان دکھائی دیئے۔ تو دل میں آبادی کا گمان ہوا۔ اسی دھن میں ہم اُس طرف کو چل دیئے۔ تھوڑی دور گئے ہوں گے کہ ہمارا خیال صحیح نکلا اور ایک شہر نظر پڑا۔

اہا! یہ تو سنہو پور ہے۔ جہاں انجنا دیوی اپنے ماموں کے ساتھ آئی ہے۔

آؤ ذرا اُس بیچاری کا حال تو دریافت کریں۔

اوہو! راجہ پرتی سوریا کے گھر تو کوئی لڑکا لڑکی نہیں اور نہ ہی ابھی کچھ ہونے کی امید ہے تو پھر اُس کے محل کے آگے شادیانے کیسے بج رہے ہیں۔ اور دھوم دھام کیسی ہو رہی ہے؟ کیوں صاحب! حیران کیوں ہو گئے! انجنا

کے لڑکے کا نام کرن سنسکار ہو رہا ہے۔ اُسی کی خوشی منائی جا رہی ہے راجہ نے اپنے شہر کے نام پر لڑکے کا نام ہنوبان رکھا ہے۔ وہ دیکھئے اس وقت انجنا بھی عمدہ لباس زیب تن کئے بیٹھی ہے۔ مگر اس کا چہرہ کچھ ایسا بشاش نہیں۔ بلکہ اوداس سا معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسری عورتوں کا گانا بجانا بھی نہیں بھاتا۔ یہ اسی فکر میں ہے کہ اگر آج میں اپنے گھر ہوتی تو سوامی (پون) جی اس موقعہ کو دیکھ کیسے خوش ہوتے۔ ہائے! معلوم نہیں وہ کہاں ہیں اور میری نسبت کیا خیال رکھتے ہیں۔"

ناظرین! جب انجنا دیوی کو اس جگہ رہتے کچھ عرصہ گذر گیا۔ مگر اضطرابی نہ گئی۔ تو ایک روز رانی روپ سندری نے راجہ سے کہا۔

رانی۔ مہاراج انجنا دیوی دن رات غمگین رہتی ہے۔ دن آہ زاری کرتے اور رات کروٹیں لیتے اور سرد آہیں بھرتے گذار دیتی ہے میرے خیال میں آپ اسے مہندر پور لے جاویں۔ اور اُن کی تسلی کر وہاں چھوڑ آویں تو اچھا ہے۔

راجہ۔ پریہ جی! بیشک آپ کا خیال درست ہے۔ میں نے بھی اکثر اس کو غمگین ہی دیکھا ہے۔ یہ کہکر اُسی وقت رتھ تیار کر بسنت مالا اور انجنا کو ساتھ لے مہندر پور کو روانہ ہوا۔

باب اٹھارھواں
ہنوبان واپس نہیں آئے

ٹھیک دوپہر کا وقت ہے جبکہ آفتاب نے اپنی غضبناک شعاعیں ڈالکر جنگل کو سنسان بنا رکھا ہے اس وقت نہ تو کوئی درندہ ہی بولتا سنائی

دیتا ہے اور نہ ہی کوئی پرندہ اڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ قیامت کی اداسی چھا رہی ہے ہاں! کبھی کبھی ہوا کے جھوکے آکر پتوں کی کھڑکھڑاہٹ کرتے ہوئے آگے چلے جاتے ہیں بعد میں پھر وہی سناٹے کا عالم ہو جاتا ہے۔ البتہ ایک جانور کھگوا کوہ کہتا ہوا سنائی دیتا ہے۔ آہ ایسے سنسان ویران جنگل میں ایک بانکا جوان موچھوں کو تاؤ دئے عمدہ سفید پوشاک زیب تن کئے دوپٹے کا آنچل سر پر ڈالے ایک درخت کے نیچے کھڑا ہے اور جنگلی جھاڑیوں کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس کی حسرت بھری نگاہیں چاروں طرف دوڑ دوڑ کر کسی غمخوار کی تلاش میں جاتی ہیں۔ مگر بڑی مایوسی کے ساتھ واپس آجاتی ہیں۔ ایشور جانے دل میں کیا سوچتا ہے جو کچھ دیر سر جھکا زمین کی طرف دیکھ کر پھر سامنے دیکھنے لگ جاتا ہے۔ مگر جب اس کا غمزدہ دل اس کے قابو سے نکل اس کو بیخود کر دیتا ہے تو اس بیخودی کے عالم میں دیوانوں کی طرح تیس چالیس قدم ادھر ادھر چلتا ہے اور رہ رہ کر جھاڑیوں کی طرف دیکھتا ہوا غمگین ہو واپس آجاتا ہے۔ اور ذرا سی آہٹ آنے سے چونکتا ہوا ادھر ادھر کو دیکھنے لگ جاتا ہے! اوف! اُدھر تو گرمی غایت درجہ کی ہو رہی ہے۔ اور جنگل بھی خوفناک دکھائی دیتا ہے۔ یہ نوجوان کون ہے؟ اور کیوں اس قدر حیران ہو رہا ہے؟ آؤ! ذرا اس کو دیکھیں تو سہی کہیں وہی **پون جی** کا منتری تو نہیں؟ آہا! یہ تو وہی ہے وہ دیکھو دونوں گھوڑے ابھی تک ویسے بندھے ہیں۔ بیچارہ حیران نہ ہو تو کیا کرے؟ وہ رفع حاجت کو صبح سے گئے ابتک واپس نہیں آئے! بدحواس نہ ہو تو کیا کرے؟ جب تھوڑا سا دن باقی رہ گیا تو دل میں مختلف خیالات پیدا ہو گھبراہٹ پیدا کرنے لگے۔ تب ایک گھوڑے پر سوار ہو دوسرے کی باگ ڈور پکڑ ادھر ادھر تلاش کرنے لگ پڑا۔

سات آٹھ کوس تک خوب چکر لگایا۔ مگر پون کا کہیں ہی پتا نہ ملا تو حیران ہو کئی طرح
کے خیال دوڑاتا ہوا شام کے وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور نہایت بے چینی
سے رات بسر کی جب صبح ہوئی تو پھر اسی کام میں مشغول ہو گیا۔ دور دور تک جب انکا
کچھ بھی نشان نہ ملا تو خیال کیا کہ شاید انکو انجنا ملگئی ہے اور اسی خوشی میں مجھے
بھول مہندرپور چلے گئے ہیں۔ یہ سوچ کر فوراً گھوڑے پر اسوار ہو مہندرپور
کو چلدیا۔

باب انیسواں

یہ سب میرے ہی پوربلے کرموں کا پھل ہے

جب دوسری مرتبہ رانی بیگ موہنی بیہوش ہو زمین پر گر پڑی تو راجہ مہندر رائے
بہت گھبرا گیا۔ اور بڑی کوشش کے بعد اس کو ہوش میں لانے لگا۔

راجہ۔ پریہ جی۔ کیوں اس قدر فکر کرتی ہو! اچھا جو اس کی تقدیر میں لکھا تھا ہو گیا اب
ان باتوں کو چھوڑو اور اس کے تلاش کرنیکی فکر کرو۔ اس بیچاری کو تو ایک ایک گھڑی
سال کے برابر گذرتی ہوگی معلوم نہیں کس مصیبت میں ہے ادھر ادھر دیکھکر
ہیں! پون کہاں گیا؟ اوف! انتھاری گھبراہٹ میں اس کی بھی کسی نے خبر
نہیں لی!

رانی۔ (سرد آہ بھر بات کاٹ کر) سوامی جی! میرے کچھ اختیار میں نہیں۔ جب
مجکو اپنی بدسلوکی جو میں نے انجنا دیوی کے ساتھ کی ہے یاد آتی ہے۔ تو
بے اختیار ہو دل دھڑک کلیجہ پھڑک کر رہجاتا ہے۔ اور سینے سے بخارات
پیدا ہو مغز کو حیر سر کو چکر دے بیہوش کر دیتے ہیں تو بے بس ہو جاتی ہوں

ہائے اکوئی بھی تو ایسا نہیں کرتا۔ جیسا کہ میں نے!!!

راجہ۔ پریہ جی! جو وقت گذر جائے دانا اس کا فکر نہیں کرتے۔ بلکہ اس سے تجربہ حاصل کر آیندہ کی احتیاط کرتے ہیں!۔

راجہ ابھی اس فقرے کو اچھی طرح کہنے ہی نہیں پایا کہ شور غوغا کی آواز آئی۔ مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ لیکن ہاں سب کے کان اس طرف رجوع ہو گئے ہیں اور بڑی حیرت سے باہر کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ اتنے میں ایک خواص دوڑتی ہوئی آئی اور کہنے لگی۔ "راجی انجنا آگئی ہے"

اگرچہ اس بات کو سنتے ہی سب کے چہروں کے رنگ خوشی میں تبدیل ہو گئے ہیں مگر رانی کے تو گویا مردہ جسم میں جان ہی پڑ گئی ہے وہ دیکھئے کیسی جلدی سے اٹھکر کہہ رہی ہے "آئی! کہاں؟ میری پیاری بیٹی کہاں ہے"؟

اتنے میں انجنا سامنے آتی ہوئی نظر پڑی۔ اس وقت نہ جانے رانی کے کمزور بدن میں ایسی طاقت کہاں سے آگئی کہ اس پھرتی سے قدم اٹھایا کہ اس کو (انجنا) کو آگے بڑھنے کی بھی فرصت نہ دی اور گلے سے لگا روئی ہوئی نظر پڑی۔ آہا! اس وقت تو ہر ایک آگے بڑھکر انجنا کا درد بھرا قصہ سُن آنسو بہار ہے ہے رانی کیتو متی کو لعنت ملامت کر دل کے بخار نکال رہا ہے! اور راجہ پہلی سوریا انجنا کی سرگذشت مہندر راجہ سے کو سُنا رہا ہے۔

ناظرین ابھی بہت سی عورتیں انجنا دیوی کے ارد گرد جھرمٹ باندھے بیٹھی باتیں کر رہی تھیں کہ اتنے میں ایک خواص نے آنکر خبر دی کہ راجہ پرہلاد و دیا دھر اور رانی کیتو متی آئے ہیں۔ یہ سنکر راجہ پرتی سوریا اور مہندر راجہ تو اُن کی پیشقدمی کو آگے گئے۔ رانی بیگ موہنی اور انجنا دیوی رانی کیتو متی کا انتظار محل میں کرنے لگیں۔

یونہی رانی نے قدم دہلیز پر رکھا انجنا اُس کے پاؤں پر گر پڑی اور بڑی عاجزی سے بولی۔

انجنا۔ آج کا دن کیسا مبارک ہے کہ میں آپ کے درشن کر رہی ہوں، ماتا جی! آپ اچھی طرح تو ہیں؟

انجنا دیوی کی باتیں سُنکر رانی کیتومتی شرمندہ سی ہو گئی۔ شرم سے آنکھیں نیچے کو جھُک گئیں۔ بدن میں کاٹو تو خون نام کو نہیں رہا۔ دل میں موت کو ترجیح دے رہی ہے اور اپنی بدسلوکیاں یاد آ آ کر منہ پر قفل لگا رہی ہیں جواب دے تو کیونکر!!!

نوٹ۔ ناظرین دیکھئے رانی کیتومتی کیوں اس قدر شرمندہ ہو زندگی سے موت کو ترجیح دے رہی ہے کیا انجنا یا اُس کے والدین نے اس کو کچھ کہا ہے؟ نہیں اب اس کی خود اپنی ہی کم فہمی کا ثمرہ ہے جس نے اس کی گردن کو جھکا منہ کو چھپا رکھا ہے جو ہر انسان اس کو لعنت ملامت کر شرمندہ کر رہا ہے۔ آنکھیں سامنے ہونے سے گریز کر رہی ہیں۔ زبان ہمکلام ہونے سے شرم جانتی ہے۔ مگر یہ سب کچھ کیوں؟ ایک بات کے نہ سوچنے کا نتیجہ ہے اس لئے پیارے ناظرین جو کام سوچ وچار کر کیا جائے خواہ اُس کا انجام اچھا ہو یا بُرا مگر اسقدر رنج نہیں آتا جیسا کر دیکھ رہے ہو!! شاباش انجنا تجھکو اور صد رحمت تیری والدہ کو جسکی گود میں تو نے پرورش پائی اور جس سے انسانیت کے جوہر سیکھے! باوجود اسکے کہ رانی کیتومتی ہی تمہاری سب مصیبتوں کا باعث ہوئی۔ مگر تم نے ان باتوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کر اسی کے پاؤں پر سر کو رکھکر بتلا دیا کہ انسان میں کہاں تک برداشت کرنے کی طاقت موجود ہے۔

اے آجکل کی ستورتو! تم بھی ذرا بچار دو اور انجنا کی تکالیف کا مقابلہ کر کے دیکھو اگر تم میں سے کوئی ہوتی تو جبتک بال بال نہ اُکھاڑ لیتی کبھی چین نہ پڑتا مگر یہی طریقہ جبلاً نہیں درست نہیں جو کوئی کم عقلی کے باعث تم سے بدسلوکی کرے اسکو سمجھانے کی کوشش کرو اور نرمی سے کام لو تمہارا یہ برتاؤ اسکو وہ صدمہ پہنچا سکتا ہے جو دوسری طرح بالکل ناممکن اور غیر واجب ہے

انجنا۔ (ہاتھ جوڑ کر) ماتاجی! آپ کیوں نہیں بولتی میرا قصور معاف کریں میں
آپکی لونڈی ہوں۔ بغیر آپ کے کوئی سہارا نہیں رکھتی!
کیتو متی (بڑی نرم آواز سے) تیرا کچھ قصور نہیں! بلکہ میں تیری گنہگار ہوں!
ہے! تیری مصیبت کا باعث میں ہی بدنصیب ہوئی۔
انجنا۔ آپ اس بات کی کچھ فکر نہ کریں۔ آپ کے کچھ اختیار نہیں۔ یہ سب میرے
ہی پوربلے کرموں کا پھل ہے۔ ماتاجی! ذرا غور تو کیجئے (والدہ کیطرف اشارہ
کرکے) یہ میری والدہ کھڑی ہیں۔ میں نے کیا کسی نے بھی انکی پیشانی پر بل پڑے
ہوئے کبھی نہیں دیکھے۔ اور رحم دل بھی ایسی ہیں کہ ذرا سا کسی کو تکلیف میں دیکھنے
سے بے چین ہو جاتی ہیں۔ مگر افسوس میرے پوربلے کرم ایسے برے تھے کہ مجکو
بھوکھی پیاسی دیکھکر بھی ان کو رحم نہ آیا۔ اور شہر سے باہر نکالدیا! میں سچ کہتی ہوں
میرا افسوس کسی پر نہیں۔ صرف اپنے ہی کرموں کا دوش ہے۔
جب انجنا نے اس طرح کہا تو سب کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے تب بسنت مالا
نے کہا۔
بسنت مالا۔ اب رونے سے کیا حاصل ہے۔ اچھا! جو ہونا تھا سو ہوگیا
اب رہنو مان کو آگے کرکے) یہ دیکھو ایشور نے تم کو وہ لعل دیا ہے جس کے
واسطے ہر ایک بھٹک رہا ہے۔
یہ کہکر رانی کیتو متی کی گود میں اس کو دیدیا اور چٹکی بجا کہنے لگی۔ بیٹا بجرنگی نانی
دادی دونوں کی خوب خبر لو۔" بسنت مالا کی چٹکی سنتے ہی ہمارا بہادر جرنیل
ہنس پڑا۔ آہا! اس کا مسکرانا کیا ہے جادو ہے کہ جس نے سب کو اپنی طرف
رجوع کرلیا ہے! اس وقت تو سچ اس گھر سے ایسے بھاگا جیسے روشنی سے
اندھیرا۔ رانی کیتو متی اور راجہ مہندر کے چہروں سے تو معلوم ہوتا ہے

کہ تمام جہان کی خوشی آج ان دونوں کے ورثہ میں آئی ہے! اگر بیگ موہنی اڑکے
کو لیتی ہے تو کیتومتی بے صبری سے انتظار کرتی دکھائی دیتی ہے۔
اتفاق سے رانی کیتومتی پیار کر رہی تھی کہ ہمارے بہادر جرنیل کی نگاہ اُس کے
کان پر پڑی جس میں معلوم نہیں کیا ایسا چمکدار زیور پڑا ہوا ہے کہ جس کو دیکھتے
ہی پکڑ لیا اور اس زور سے کھینچا کہ بے اختیار ہو کر رانی کی چیخ نکل گئی! سب
عورتیں نیچے منہ کر کے مسکرا رہی ہیں۔ رانی شرمندہ سی ہو گئی۔ اور اسجنا دیوی مشکل
سے اس کا ناتھ چھڑا مُسکراتی ہوئی دوسرے دالان کو جا رہی ہے۔ اور ہم اپنے
خیال کو لے کر جہاں راجہ مہندر رائے۔ پرمِلا دو دیا دھر اور بسنتی سور یا
بیٹھے ہیں چلتے ہیں۔

باب بیسواں

کیا وہ یہاں نہیں آئے

ادھر یہاں تو انجنا دیوی ہی کی داستان چھڑی ہوئی ہے۔ اُسی کا ہی ذکر
ہو رہا ہے۔ وہ دیکھئے راجہ مہندر رائے اور بسنتی سور یا کیسے بول رہے
ہیں۔ مگر پرمِلا دو دیا دھر چپ چاپ بیٹھا سر جھکائے انکی باتیں سُن رہا
ہے۔ دل میں اپنے آپ کو لعنت ملامت کر کہہ رہا ہے۔ اگر میں رانی کی باتوں
میں نہ آتا تو آج مجکو یہ ندامت نہ اُٹھانی پڑتی۔ ان کے شکوے بجا ہیں۔ کیونکہ
ہر ایک امر کا ذمہ وار میں ہی ہوں! رانی کو کون پوچھتا ہے! میں نے سخت
نادانی کی! بیشک نادانی کی!!!
اتنے میں ایک شخص جس بکھر جائے ہوئے گرد آلودہ چہرے اور ہونٹوں کی

خشکی سے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں دور سے آرہا ہے۔ آیا اور سر تسلیم خم کر بڑی حیرانگی سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہے۔

راجہ پرھلادودیادھر اس نووارد شخص کو دیکھکر بولا۔

پرھلادودیادھر۔ ایں! انّم کہاں اور پون کدھر ہے؟

نووارد (حیرانگی سے) کیا! وہ یہاں نہیں آئے؟

راجہ۔ کیا کہا؟ کیا تم کو معلوم نہیں تم اُن کے ساتھ تھے!

نووارد۔ ہائے! ستم ہوا اب کیا کروں؟

راجہ۔ (بڑی سوچ میں ہوکر) کیوں خیر تو ہے؟

آہ! اِس فقرہ نے سب کو بدحواس کر دیا اور بے صبری سے اُس کے جواب کا انتظار کرنے لگے۔

نووارد۔ مہاراج ہم دو نو لشنو گمھا بن کو انجنا دیوی کی تلاش میں گئے۔ تو وہاں پونچکر رات ایک درخت کے نیچے بسر کی۔ صبح ہوتے ہی وہ رفع حاجت کو گئے۔ اور پھر واپس نہ آئے! ہر چند تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ ملا۔ تب میرے دل میں خیال گذرا کہ انجنا دیوی کے ملجانے کے باعث وہ مہندر پور چلے گئے ہیں! لیکن ہائے افسوس میرا خیال غلط نکلا!

راجہ۔ کیوں گھبراتے ہو پون نادان نہیں۔ آج نہیں کل آجائیگا۔ زیادہ تر جس کا فکر تھا وہ تو آہی گئی ہے۔

ناظرین! آپ سمجھ تو گئے ہوں گے کہ یہ نووارد پون کا منتری ہے جو راجہ کی کلام سُنکر حیران ہو کہہ رہا ہے۔

منتری۔ کیا! انجنا دیوی آگئی؟

راجہ۔ ہاں وہ تو ہمارے سے تھوڑی دیر پہلے آگئی تھی!

آہ! اس بات کو سنتے ہی منتری نہایت پریشان ہو دیکھا کا دیکھا رہ گیا۔ اور کچھ جواب نہ دے سکا۔

راجہ۔ کیوں چپ کیوں ہو گئے؟ تمہارے چہرہ کا رنگ کیوں اوڑ تا جارہا ہے؟

منتری۔ مہاراج! وہ تو یہاں آگئی اگر پون کا ملنا مشکل ہے کیونکہ جنگل بڑا وسیع ہے۔ اب اُن کو خبر ہو تو کیونکر ہو؟

راجہ۔ کوئی فکر کی بات نہیں۔ دو چار روز تک خود تلاش کر کے آجائیگا۔

منتری۔ ہے! اس بات کی تو کچھ پرواہ نہیں۔ لیکن مجھکو تو رونا اس بات کا ہے کہ وہ کہتے تھے "اگر انجنا مِلگئی تو بہتر ورنہ میں بھی کسی کو منھ نہ دکھاؤنگا۔ اور اسی جنگل میں اپنی جان پر کھیل جاؤنگا"!

راجہ۔ ایں! کیا کہا؟ جان پر کھیل جاؤنگا۔

منتری۔ جی! ہاں۔

اس چھوٹے سے فقرہ نے راجہ کے دل پر بجلی کی طرح اثر کیا۔ کلیجہ پھڑ پھڑ ایا دل گھبرا گیا۔ حواس باختہ ہو آنکھوں میں آنسو بھر گئے۔ تو راجہ مہندر رائے نے کہا راجہ مہندر رائے۔ آپ کیوں ایسے بے چین ہوتے ہیں۔ دل کو مضبوط کرو حوصلہ رکھو۔ ابھی ہم لوگ تلاش کر اُن کا پتہ نکالیں گے۔ جہاں ہونگے وہاں سے لائیں گے آپ تسلی رکھیں۔

یہ کہا اور گھوڑوں پر سوار ہو فوراً تیار ہو گئے۔ راجہ پرتی سوریا نے ہر ایک سے بتاکید کہا کہ جس شخص کو پون جی ملجائیں وہی اپنا نشان بلند کر دے۔ تاکہ دوسرے اس فکر سے نجات پائیں۔ یہ کہا اور گھوڑوں کو سرپٹ ڈال دیا۔ اور دیکھتے دیکھتے نظروں سے غائب ہو گئے۔

پیتو نگھا بن میں پونچ ہر ایک جانفشانی سے جستجو کرنے لگا۔ مگر افسوس دل کی

مراد کسی کی پوری نہ ہوئی۔

دوسرے روز دوپہر کے بعد ایک جگہ سے دھوئیں کے غبار نکلتے ہوئے دکھائی دئے جن کو دیکھکر سب کو گمان آبادی کا ہوا تو اُسی طرف گھوڑوں کو ڈالدیا۔

ناظرین! ہم تو ان لوگوں کے پیچھے پیچھے چلے آئے ہیں۔ اور محل کا کچھ حال معلوم نہیں کہ ان بیچاریوں پر اس خبر کے سننے سے کیا گذری!

آہ! اس خبر نے تو یہاں غضب ہی کر دیا ہوا ہے! اُسی گھر میں جس میں ابھی ہنس ہنس کر باتیں ہو رہی تھیں ماتمی فرش بچھا خموشی کا قفل لگا رکھا ہے۔ آئے دن کی مصیبت کو دیکھ سب کے چہروں پر اوداسی کی گھٹا چھا رہی ہے۔ اور بعضوں کی آنکھوں سے تو آنسو بھی گر رہے ہیں۔ لیکن رانی کیتومتی کی آنکھیں تو ابر نوبہار کی طرح برس رہی ہیں

او ہو! ذرا انجنا کی طرف تو دیکھنا باہر سے کیسی ہنستی ہوئی آ رہی ہے اور اب اس خبر کو سنتے ہی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ خون رگوں میں خشک ہو دل دھڑک اُٹھا اور کلیجہ جھجک جھجک کر سینہ میں دب گیا۔ جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہگئی ہے!!! اب اس کی وجہ خواہ یہ ہو کہ بےخودی کے عالم میں اُس کے ہاتھ پاؤں بھول گئے ہوں یا اُس وقت کی بڑھی ہوئی حسرت نے اُس کے پاؤں زمین میں گاڑ دیے ہوں۔ اخیر کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ مگر ان باتوں کو سُنکر وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکی۔ اور سکتے کے عالم میں وہیں ٹھٹک کر رہ گئی۔ اور کئی طرح کے خیال پیدا ہو بےچین کرنے لگے!!!

باب اکیسواں

”ہے پران ناتھ تم کہاں ہو“

قریب آدھی رات کا وقت ہوگا جبکہ اندھیری رات نے اپنے چاروں دامن پھیلا کر بنوکھا بن کی ڈراونی شکل کو اور بھی آراستہ کر رکھا ہے! انسان تو دن میں ہی بہت کم نظر آتے تھے مگر خونخوار درندے اور پرندے بیشمار تھے۔ لیکن اسوقت وہ بھی سوں و تارے جوگی کی طرح بے خبر پڑے ہیں! ہاں کبھی کبھی منحوس اُلو شور مچانے لگ جاتا ہے۔ یا ہوا پھڑ پھڑاتی ہوئی سنائی دیتی ہے جس کو سُنکر دل اور سہم جاتا ہے۔ اس حالت میں اگر کچھ سہارا ہے تو صرف آسمان پر تاروں کو دیکھنے سے مگر چرخ رفتار فلک کو یہ بھی ناگوار گذرا کہ سیاہ بادل تمام آسمان پر چھا گئے اور اندھیر گھٹا ٹوپ ہو گیا! لیکن آپ جانتے ہیں کہ جو سچے دل سے نیکی کرنے پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ چاہے کتنی روکاوٹیں اُن کے آگے کیوں نہ آئیں وہ اپنے ارادے سے باز نہیں رہتے۔ اسی طرح اس وقت بہادر تاروں نے رحم کو چھوڑنا مناسب خیال نہیں کیا اور بیش قیمتی ابر میں سوراخ کر مایوس دلوں کو تسکین دینا شروع کر دیا۔

آہ! اسوقت تو دن کے اندھے اُلو نے بھی نہ جانے کیا سوچکر خاموشی اختیار کر لی ہے۔ مگر ہوا کے پھڑاٹے برابر سنائی دیتے ہیں۔ یا ایک ظلم رسیدہ عورت کے رونے کی آواز آرہی ہے۔ اوف! اس کو تو اپنی جان بھی عزیز نہیں جو اس وقت اس ویران سنسان جنگل میں بےچین ہو رہی ہے یہ ضرور کوئی نہ کوئی سخت مصیبت زدہ ہے جو اس طرح سے ولاپ کر رہی ہے

"ہے پران ناتھ! تم کہاں ہو؟ میرے نین چکور کی طرح آپ کے درشن کو ترس رہے ہیں۔ کرپا کر چاند سا مکھڑا دکھا۔ اِن کو تسکین دو! ہائے! آپکے دل میں ایسی باتیں کیوں آ گئیں۔ سوامی جی! مجکو بغیر آپ کے اور کوئی سہارا نہیں!!!"

آہ! انجنا کو تو ہم محل میں چھوڑ آئے ہیں۔ یہ دوسری مصیبت زدہ کون ہے چلو دریافت کریں زمانہ کی گردش نے کونسا ایسا سلوک اس سے کیا ہے جس نے اس کو یہاں تک پونچایا ہے!

ایں! یہ تو وہی مصیبت کی ماری انجنا دیوی ہی ہے جو اپنے خاوند کا حال سُنکر صبر نہ کر سکی اور کسی پر یقین نہ کر خود تلاش کرتی ہوئی یہاں پونچی ہے

شاباش انجنا تجکو! اپنی برتا اسی کو کہتے ہیں کہ عزیز جان اور خوفناک جنگل کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی اور گھر سے بے سر و سامان نکل پڑی ہے۔ ایشور تیری مراد بر لا دیں!

پیارے ناظرین! رات کے پہلے حصہ کی بابت تو ہم کہہ نہیں سکتے۔ لیکن آدھی رات سے لیکر صبح تک صبح کی سفیدی نے اپنا سرخ نقاب چہرہ سے دور نہیں کیا۔ اس کی آہ و زاری کی آواز برابر آ رہی ہے۔ مگر اب تو جہاں گنجان جھاڑیاں دکھائی دیتی ہیں ایک ایک جگہہ کو دیوانوں کی طرح دس دس دفعہ پڑتال کرتی اور کہتی جا رہی ہے۔

"اُے پرندو! میرے حال پر تم ہی ترس کرو۔ اور میرے پران ناتھ کو دیکھا ہو تو بتاؤ! اے جنگلی درختو تم بسبب اونچائی کے سب کچھ دیکھتے ہو۔ سوامی جی کا پتہ تم ہی بتاؤ! اے پہاڑ کی بلند چوٹیو! ایشور تم کو ہمیشہ سرسبز رکھے میرے حال پر تم ہی دیا کرو۔ ہائے! کوئی بھی جواب نہیں دیتا! سچ ہے! مصیبت کا کوئی بھی ساتھی نہیں ہوتا"۔

اس طرح تلاش کرتی اور کہتی جا رہی ہے کہ درختوں میں سے کچھ روشنی سی نظر پڑی اور دھواں اوڑتا ہوا معلوم ہوا۔ جلدی جلدی قدم اُٹھا اس طرف کو بڑھی تھوڑی دور گئی ہوگی کہ آگ کے شعلے نکلتے ہوئے دکھائی دیئے۔ اور پاس ہی ایک آدمی کھڑا دیکھا۔ آہ اب تو نہایت حیران ہو بڑے غور سے اُس طرف دیکھتی ہوئی جا رہی ہے۔ چند ہی قدم اور بڑھی ہوگی کہ اُس شخص کو پہچان لیا۔ اور پہچانتے ہی غم کا پہاڑ گر پڑا۔ کلیجہ سنبھالا تو دل بیٹھ گیا۔ دل کو ہاتھ میں لیا تو سر نے آسمان کی طرح چکر کھایا۔ آہ! جب سر کو پکڑا تو پاؤں ڈگمگائے۔ لیکن واہ ری! محبت! تم نے سب کو خاک میں ملا اپنا ہی جوہر دکھایا۔ یا تو انجنا حواس باختہ پریشان یہاں کھڑی دکھائی دے رہی تھی یا مقناطیس کی طرح پون کو چمٹی ہوئی کہتی سُنائی دی!

انجنا - ہائے! یہ کیا کرنے لگے ہو! سوامی جی! ایسا نہ کرو!!

پون - (پیچھے کو دیکھ کر) پریہ جی! تم کہاں؟

اتنے میں راجہ پرہلاد و دیادھر نے آواز دی۔

پرہلاد و دیادھر - بیٹا! کیا کرتے ہو خبردار ایسا ظلم نہ کرنا۔

مہندر رائے - یہ بہادروں کا کام نہیں۔ ہوش کرو! شوربیر ایسا نہیں کرتے۔

غرض ہر طرف سے اسی قسم کی آوازیں آئیں تو پون ان سب کو دیکھ حیران ہو گیا۔ چند منٹ میں وہی جنگل خوشی کے نعروں سے گونج اُٹھا۔ مبارک سلامت کی آوازیں آنے لگیں۔

ناظرین! جنگل میں منگل اسی کو کہتے ہیں۔ دیکھئے یہ وہی جگہ ہے جس کو تھوڑی دیر پیشتر سب منحوس کہتے اور دیکھ کر آہ سرد بھرتے۔ لیکن اب سب سے یہی

مبارک ہے جہاں سب کے چہرے جو تھوڑی دیر پہلے غمگین اور اداس نظر آتے تھے اب کھلکھلاتے نظر آ رہے ہیں اور ہر ایک کا چہرہ مارے خوشی کے سرخ ہو رہا ہے۔ کوئی پون کو گلے سے لگا کر پیشانی پر بوسہ دے رہا ہے کوئی انجنا دیوی کی طرف اشارہ کر اُس کی ہمت پر عش عش کر رہا ہے۔ ایک جگہ کو دیکھ منحوس قرار دیتا ہے۔ دوسرا اس کے برخلاف اس کو مبارک خیال کرتا ہے۔ کیونکہ اسی کے ذریعہ سب کا اس جگہ آنا ہوا اور پون کا سراغ ملا۔ راجہ پرتی سوریا (جو پاس ہی کھڑا ہے) سنئے! کیا کہہ رہا ہے۔

راجہ پرتی سوریا۔ (اُن لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر) بیشک ابنیک! یہ ہی درست ہے۔ اگر دھواں یہاں سے نمودار نہ ہوتا تو اس طرف کوئی بھی نہ آتا (راجہ مہندر رائے کی طرف دیکھکر) مہندر! میری رائے میں یہاں ہون کیا جائے تو اچھا ہے۔ کیونکہ یہ ہی جگہ مبارک ہے جہاں سبکی مراد بر آئی۔ مدت کے رنج و غم دور ہوئے۔

راجہ مہندر رائے۔ میں نے پہلے ہی دیواندر کو سامگری[1] کے واسطے بھیجدیا ہے (انگلی کا اشارہ کر کے) وہ دیکھئے گھوڑا دوڑا سے جاتا ہوا درختوں میں سے نظر آ رہا ہے۔

تھوڑے عرصہ کے بعد دیواندر آ گیا اور ہون کرنا شروع ہو گیا۔

اہا! اس وقت تمام جنگل خوشبو سے مہک رہا ہے۔ بجائے اُن درندوں کی خوفناک آوازوں کے وید مقدس کے چھندوں کی آواز گونج رہی ہے۔ جن کو سنکر ہر ایک کا روح خوش ہو اُس پار برہم پرماتما کا دھنیاد کر رہا ہے اور ہو! ذرا انجنا دیوی کو تو دیکھنا پون کو دیکھ دیکھ کر کیسی خوش ہو رہی ہے۔ اس کا مدتوں کا مرجھایا ہوا چہرہ اس وقت کسی قدر رونق پر نظر آتا ہے

[1] سامگری یعنی ہون کی چیزیں

دیکھئے وہ گردن جھکائے ان سب سے الگ کھڑی ہے - اور کبھی کبھی اونچی نظر کر
یون کی طرف بھی دیکھ لیتی ہے - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وہ سب
رنج وغم بھول اس سے بات کرنا چاہتی ہے لیکن ان سب کو دیکھکر جھجک
جاتی ہے -

جب ہون کر چکے تو گھوڑوں پر سوار ہو خنداں وشاداں وہاں سے روانہ
ہوئے -

مولف - سے

شبھ دن پیاری انجنا آج ہوا پرکاش | گئے بیت دن بیت کے ہوا دکھوں کا ناش
دکھ اٹھائے ان گھنے سُنئے بچن آیوگ | دن ان خوشیاں ہاں اب ادر ہوگ خوشی کے ہوگ
ستونتی تو نارہے شیل سبھا گنوان | نہیں دوش کسی کو نہیں دیا لیا بھاگ پور بلا ہان
دھیرج راکھی من وکھے ایشور پر وشواس | شبھ پھل نتیجہ پا گئی کہے جوڑ کر داس

باب بائیسواں

رتن پور

دن آخر کا آ پہنچا ہے جبکہ رتن پور کے مشرقی دروازہ کے باہر میدان میں لوگ
کثرت سے جمع ہو رہے ہیں - اور ابھی اور بھی یکے بعد دیگرے آ رہے ہیں -
پردھان رتن بیر بڑے کروفر سے رؤسائے شہر کے ساتھ ہنس ہنس کر
باتیں کر رہا تھا کہ ایک شخص نے کہا -

ایک - اوف! انجنا دیوی پر بڑا ظلم ہوا کیسا جھوٹھا اتہام لگایا گیا -
دوسرا - کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ رانی کیتومتی نے کیونکر ایسی غلطی ہونی دی

بڑا ہی سیانا عورت ہے۔

تیسرا۔ لطف تو یہی ہے اور زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ راجہ اس طرف کچھ متوجہ ہی نہیں ہوا۔

چوتھا۔ اس کی وجہ میں بتلاتا ہوں اور حقیقت میں یہی ہوگی۔ چونکہ رانی کیتوتی دانائی میں بے نظیر ہے۔ اور آج تک کوئی بھی ایسی بات وقوع میں نہیں آئی جس سے کسی کو شکایت کا موقع ملا ہو۔ اور یہی سبب ہے جس نے راجہ کو مغالطہ میں ڈالا ورنہ وہ کبھی اس دھوکھے میں نہ آتا!

پانچواں۔ جو کچھ آپ نے فرمایا درست ہوگا۔ اگر ایسی باتوں پر جو دوسرے کی تباہی کا باعث ہوں۔ غور کرنا لازم ہے۔ تاوقتیکہ پورے طور پر اطمینان نہ ہو جائے اُن پر عمل کرنا انسانیت سے بعید ہے۔

رتن سر۔ کسی کا کچھ قصور نہیں۔ یہ **للتا** کی آگ لگائی ہوئی ہے جو رانی کی بہت منہ چڑھی تھی۔ اُس نے رانی کی عقل پر ایسا پردہ ڈالا اور بدظن کیا کہ بلالحاظ کسی تحقیقات کرنے کے **انجنا** کو شہر بدر کر دیا۔

اس طرح کی باتیں کر رہے تھے کہ ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور پردھان سے کچھ کہنے کی دیر ہوئی کہ سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور شادیانے بجنے شروع ہو گئے۔

ایں! یہ شادیانے کیسے؟ اور یہ لوگ کیوں کھڑے ہو گئے ہیں؟

ناظرین! وہ دیکھئے چند سوار آگے آگے گھوڑوں کو سرپٹ ڈالے آرہے ہیں۔ اور اُن کے پیچھے راجہ **پرہلاد** و دیا دھر اور **پون** وغیرہ ہیں۔ جن کے استقبال کے لئے یہ سب لوگ جمع ہیں۔ اور خوشی منائی جا رہی ہے۔

وہ لو! اب تو بالکل قریب ہی آ گئے اور گھوڑوں کو روک اوتر رہے ہیں۔ راجہ پرہلاد و دیا دھر

پہلے پروہان سے باتیں کر بعد میں سب سے خیر و عافیت پوچھ رہا ہے اور اسیطرح
پون بھی اپنی پریم بھری باتوں سے سب کو خوش کر رہا ہے۔
آہا! اسوقت کیا عمدہ نظارہ ہے کہ سب کے چہرے مارے خوشی کے سرخ
ہو رہے ہیں۔ پھولوں کے ہار پہنائے جا رہے ہیں اور شادیانوں کی آواز اس
رونق کے جوبن کو اور بھی بڑھا رہی ہے۔ اور **انجنا دیوی** رتھ میں بیٹھی ہوئی
اس نظارہ کو دیکھکر کہہ رہی ہے۔ ؎

دھن دن ہے یہ آج کا دھن تجکو کرتار
نکلی تھی اس نگر سے کالا دیس میں دھار
تھا سمے وہ جہاں کٹھن کوئی نہ پوچھن ہار
بلہاری جگدیش کے تھا جبکا مجھی آدھار

یہ کہکر بار بار خالق خلق کے آگے سر جھکا اُس کا شکریہ ادا کر رہی ہے۔ اور ہمارے
بہادر **ہنومان جی** ہجوم کو دیکھ دیکھ کر کیسے خوش ہو رہے ہیں۔ اور مسکرا کر لوگوں
کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔
غرض بڑی دھوم دھام سے شہر میں داخل ہوئے **رتن پور** کا نظارہ اس وقت
کا قابل دید ہے۔ جابجا شادیانے بج رہے ہیں۔ روشنی کا سامان دیکھ دیوالی کی
رات پھیکی پڑ گئی ہے۔ اگرچہ اس قدر خوشی کو دیکھ رنج و غم بھی حسد کی آگ میں جلکر
نیست نابود ہو رہا ہے۔ تاہم رانی **کیتومتی** کو دیکھئے کیسے سر جھکائے منہ
چھپائے رتھ میں بیٹھی ہے اب یہ کیوں! اپنی ناعاقبت اندیشی پر پریشان ہو رہی ہے
اور بدسلوکیوں کو یاد کر خود بخود شرما رہی ہے۔ آنکھیں لوگوں کے چہروں کو دیکھنا
نہ چاہتی ہیں۔ بے چاری سب کے پاؤں کی سیر کر رہی ہیں۔ سنئے وہ عورتیں جو سامنے اس مکان
کی سقف پر آ رہی ہیں کیا کہہ رہی ہیں ؎

چلو سکھی اُٹھ دیکھئے ہوا یہ کوتک کیا
دیکھا آئی انجنا باجے رہے سجا
سانجھی کمسی انجنا ڈھنگ سیہول میں ہیں
جھونڈیا دیسے کلنک اس بہو کو کیا نہیں

سدپوشاک

ایک گود سو ہاتھ تا مستک چند سمان | دھن دھن تجکو انجنا تیرا پتر انکھا مان
یون کو پیاری دیکھو کیسا چڑھا امنگ | چلے چال گج مست کی بین گوڑھا رنگ
کنتومتی: لاج سے دیکھے سیس اٹھا! | جیتی ہے یہ پاپنی مری نکیوں بس کھا
سپارح گنی پیاری ہی لگے کہو مکھ سے بات وچار | پہلے گن اوگن پرتال کر جو پیچھے ہو نہ ہار

اس طرح کی جا بجا باتیں ہو رہی ہیں۔ ہر ایک رانی کو حقارت کی نظر سے دیکھ رہا ہے جبتک محل میں داخل نہ ہوئی ان باتوں کا سلسلہ بھی ختم نہ ہوا۔

باب تیسواں

رانی کنتومتی

صبح کا وقت ہے رانی کیتومتی اپنے کمرہ میں سر جھکائے بیٹھی ہے۔ اور کئی طرح کے خیال اس کے دماغ سے اوتر کلیجہ کو دبا رہے ہیں۔ زبان کو بند کرے ہیں۔ انجنا دیوی کی عاجزانہ گفتگو کانوں میں گونج رہی ہے۔ اور اپنی بدسلوکی کو یاد کر دل میں کہہ رہی ہے۔ "اوف! میں نے بے قصور انجنا کو کیوں ایسے سخت الفاظ کہے؟ کیوں اس کی بےحرمتی کا باعث ہوئی۔ وہ تو ایک پارسا اور نیک بخت لڑکی ہے میں کیوں اس سے بدگمان ہو گئی؟ (کچھ سکوت کے بعد) ہائے! للتا تیرا ستیاناس ہو۔ تو نے ہی مجھکو اس سے گمراہ کر خاک میں ملایا لیکن خود ہی میں خود بیوقوف ہوں جس نے تیری بات پر یقین کر بیچاری انجنا کو نکال دیا (کچھ سوچ کر) بس اب مجکو یہی لازم ہے کہ لوگوں کے دلوں سے اس شکایت کو رفع کرنے کی کوشش کروں جہاں تک ہو سکے انجنا کو خوش رکھوں اور گھر کے انتظام میں دخل نہ دوں وہ جانے اور گھر! وہ بڑی لائق ہے۔"

اتنے میں انجنا دیوی سندھیا اوپاسنا کر رانی کے کمرے میں آئی - اور اُس کے
پاؤں پر سر کو رکھکر بولی -

انجنا - ناناجی! فرمائیے دشمنوں کی طبیعت کیوں پریشان ہو رہی ہے - یہ
کیسی اوداسی چھا رہی ہے - اگر کچھ میرے لایق خدمت ہو تو ارشاد کیجئے - لونڈی
بسر و چشم حاضر ہے -

رانی - (خوش ہوکر) بیٹی کوئی پریشانی نہیں - اور نہ ہی کسی بات کا خیال ہے
ایشور نے جب تمھارے جیسی لایق بہو دی ہے تو پھر مجھکو اوداسی کیسی - اور
فکر کیوں ہو - ہاں ایک بات ہے جو کبھی کبھی بدن میں ٹیس سی مارتی ہے -
دل کو بگاڑتی ہے وہ یہ ہے کہ عمر میری زیادہ ہو گئی ہے - اور جسم کمزور پڑ گیا
ہے - مجھسے خانہ داری کا انتظام ہونا مشکل نظر آتا ہے - اگر اس میں تم میرا ہاتھ
بٹاؤ تو میرا ارادہ ہے کہ باقی حصہ زندگی کا ایشور کی بھگتی میں بسر کروں! امید ہے
تم مجھکو مایوس نہ کروگی!!

انجنا - (کچھ دیر سوچکر) مجھکو زیبا نہیں کہ آپ کی موجودگی میں ایسی جرات کر ان
باتوں کا حوصلہ کروں - مگر اس بات کا بھی خیال ہے کہ میرا عذر کرنا آپ کو ناگوار
نہ گذرے - اسلئے اگرچہ میں اپنے آپ کو اس لایق نہیں خیال کرتی - لیکن اگر آپ
میرے نگراں رہیں گی تو میں بھی اس کو انجام دینے میں کوشش کرونگی!

ناظرین! انجنا کی باتیں سُنکر رانی کے خون میں مارے خوشی کے کچھ ایسی
حرکت سی پیدا ہو گئی کہ تمناؤں کی طرح رگ رگ میں دوڑنے لگ پڑا - اور اسیوقت
زر و جواہرات اس کے سپرد کر گوشہ نشینی اختیار کی - اور **انجنا دیوی** کاروبار
میں مصروف ہو گئی - اُدھر راجہ پرھلاد ودیادھر عنان حکومت پون
کے ہاتھ دے یاد حق میں مصروف ہو گیا -

باب چوبیسواں

بانروپ میں تہلکہ مچگیا

صبح کا وقت ہے ابھی آسمان پر تارے جھلملا رہے ہیں۔ اور پرندے درختوں پر بیٹھے چہچہا رہے ہیں کہ ہمارا بہادر ہنومان خواب غفلت سے بیدار ہو پلنگ سے اوتر ادھر اُدھر دیکھ رہا ہے۔ اور انگڑائیاں لئے جا رہا ہے۔ یونہی انجنا دیوی سندھیا اوپاسنا کے کمرے سے نکلتی ہوئی نظر پڑی۔ وہیں اُس کو جا پکڑا! اہا! ایک ہاتھ سے تو اُس کی ساڑھی پکڑ رکھی ہے۔ اور دوسرے کو پھیلا اُس کے مُنھ کی طرف دیکھ کچھ کہہ رہا ہے۔ گویا اُس کی گود میں جانا چاہتا ہے مگر انجنا دیوی کو دیکھنا اس کو دیکھ دیکھ کر کیسی خوش ہو مُسکرا رہی ہے۔ اور اُنگلی کے اشارہ سے اس کو لینے سے انکار کر رہی ہے اور اس نے بھی اب رونی سی شکل بنا دونوں ہاتھوں سے پکڑ وہیں روک لیا ہے۔ بھلا انجنا دیوی اس کو اس حالت میں دیکھ کیونکر گوارا کر سکتی ہے۔ جلدی سے اُٹھا چھاتی سے لگا لیا۔ اور پیشانی کو بوسہ دے اپنے کمرے کو چلی گئی ہے۔

ناظرین! اگرچہ ہونہار ہنومان اس وقت دو برس کا ہے۔ لیکن اس کے جسم کی ڈیل ڈول دیکھنے والے کو پانچ سال کا یقین ہو جاتا ہے۔ دن بدن اپنے والدین کی تمناؤں کو بڑھاتا اور اُن کو خوش کرتا ہوا جب سات سال کا ہوا تو ایک لائق پنڈت اسکی تعلیم کے واسطے مقرر کیا۔ ۵

سات برس کا جب ہوا انجنی ست ہنومان دو دیا دھن کراوتے پنڈت چتر سجان

سرستی ٹیپی لکھو کھے جو پڑھتا ہنومان   دوجی بیر نہ دیکھتا کھتا لوگ زبان

چھ سال نو ماس میں پڑھ ودیا پایا مان   ایسا ہوا ودوان پر دیکھ پنڈت ہوئے حیران

چودہ سال کی عمر میں ویاکرن (سنسکرت گرامر) وغیرہ کو خوب اچھی طرح سمجھ لیا۔
رگ - یجر - سام - وید کو پڑھ لیا۔ غرض سنسکرت ودیا میں وہ مہا ودوان پیدا
کی کہ بڑے بڑے پنڈتوں اور ودوانوں نے بھی اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھ
اس کی تعریف کی۔ بل ودیا (فن کشتی) میں وہ شہرت حاصل کی کہ تمام بانر دیپ
میں تہلکہ مچ گیا۔ کئی ایک مشہور نامور پہلوانوں نے بھی جو اپنے آپ کو بے نظیر
خیال کرتے تھے اس کے بہادرانہ داؤ پیچوں کو دیکھ حیرانگی اختیار کی۔ جب کبھی
کسی کو ان سے کشتی کرنے کا موقع ملا اول تو پہلے ہی خشم آلودہ نظر پڑنے سے
اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ اگر کسی طرح جرات بھی کی تو ایسا نیچا دیکھا کہ پھر
عمر بھر سامنے آنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ فن سپاہگری آہا! اس میں بھی تو کمال ہی کر دکھایا
تھوڑے عرصہ میں وہ اتالیق جو اس کو سکھلانے کے لئے مقرر کئے گئے تھے
اس کے گرز رسانی - تیر اندازی اور شمشیر زنی کے ہنروں کو دیکھ انگشت
بدنداں ہیں۔ غنیم کی فوج کو مغلوب کرنے کے نقشے اور تجویزیں سن کر پرانے تجربہ کار
سپہ سالار بھی اس کی عقل اور دانائی پر عش عش کر رہے ہیں۔

مختصر یہ کہ ہمارا جرنیل اپنے زمانہ میں لاثانی ہے۔ اس بہادر کی جوانمردی کی بابت
طول طویل لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ آریہ ورت کا بچہ بچہ اس کی شجاعت کی
داد دے رہا ہے۔ اور رامائن کے مصنفوں نے اس مضمون پر کئی ورق
سیاہ کر دئے ہیں۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا رامائن دیکھئے۔

باب پچیسواں

میں بُزدل نہیں۔ نامرد نہیں ہوں

دن کے پچھلے پہر کا وقت ہے۔ پرچھائیں ڈھل چکے ہیں۔ دھوپ کی تیزی بھی اب وہ نہیں رہی جو تھوڑی دیر پہلے محسوس ہو رہی تھی۔ ایسے وقت میں ہمارا خیال جہاں پہونچتا ہے وہ رتن پور کے راجہ کا دربار ہے۔ جس میں راجہ پرجھلاد و دیادھر کا لڑکا پون بڑے آن بان سے ایک مرصع تخت پر سر جھکائے ایک خط ہاتھ میں لئے بیٹھا ہے۔ اور سامنے کچھ فاصلہ پر ایک سپاہی فوجی وردی پہنے باادب دست بستہ کھڑا ہے۔ ایشور جانے اس خط میں کیا لکھا ہے کہ پون بڑی حیرانگی سے رہ رہ کر اس کو دیکھ رہا ہے۔ ہاں کبھی کبھی اپنی نظر اُس نوجوان پر جو تخت کی دائیں طرف سرخ پوشاک پہنے سر پر مُکٹ رکھے بیٹھا ہے ڈال لیتا ہے۔ اور حاضرین دربار کی نظر اسی طرف کام کر رہی ہے۔ تمام کمرے میں عالم سکوت ہے۔ سناٹا سا چھا رہا ہے۔ مگر کسی کی جرات نہیں پڑتی کہ ذرا اُٹھکر اس خط کی ماہیت دریافت کرے یا باعث حیرانگی کا پوچھے۔ جب کچھ عرصہ اسی طرح گذرا تو ان سب کے منہ پر لگی ہوئی مہر خاموشی کو جس نے بیچ میں آکر توڑا وہ وہی نوجوان ہمارا بہادر جرنیل ہنومان ہے۔ سنئے کیا کہہ رہا ہے۔

ہنومان۔ مہاراج! آپ کو اس قدر متفکر دیکھکر میرا دل بے چین ہو گیا۔ ایک طرح کے پیچ تاب کھا رہا ہے۔ اگر بتلانے میں کچھ حرج نہ ہو تو مجھکو بھی اس امر سے آگاہ کیجئے۔

پون - (ہنومان کی طرف دیکھکر) بیٹا کوئی فکر کی بات نہیں! تم کیوں حیران ہو گئے -

ہنومان - تو فرمائیے! پھر آپ اس طرح کیوں؟

پون - (خط کو دکھا کر) مہاراجہ راون لکھتا ہے کہ ورن نے پھر سرکشی اختیار کی ہے. خراج دینے سے انکاری ہے - اس لئے اس ناعاقبت اندیش ورن پر فوج کشی کی گئی ہے اور سہیتم پربت پر ہم کو بھی شامل ہونے کے واسطے لکھا ہے سو اس بات کا تو کچھ فکر نہیں - اگر کچھ خیال ہے تو اس امر کا کہ ہماری غیر حاضری میں تم یہاں کے کاروبار کو انجام دے سکو گے کہ نہیں ہ کیونکہ تمہارا خیال اس طرف بہت کم ہے

جب سنا پِد کا نام ہنوماں من میں ہرکھایو — اتی امنگ کے ساتھ بچن کر جوڑ سنایو
اگیا دیجے تات مجکو میں وہاں جاؤں — ہار دل شستر دہیا سے راون کا دکھ مٹاؤں
ہے من میرے میں چاہ پتا راجھوم کو دیکھوں — کیا کیا کریں کرتب[1] سبھی جانیں پیکھوں[2]
جو نہچا ہیرے میں زور جار ان ناہاں دکھاؤں — ورن کو آؤں پچھاڑ جگت میں کیرتی پاؤں
بالک مجکو جان پتا تم مت گھبراؤ — دے آگیا مجکو تات واس کا مان گھٹاؤ

پون - (ہنومان کی طرف دیکھکر) ورن اور اُس کے لڑکے بڑے ہوشیار اور تجربہ کار ہیں - کئی ایک دفعہ تو میں ان کو خود آزما چکا ہوں - بلکہ ہر ایک پہلو سے دیکھ چکا ہوں - تم ابھی اُن کے مقابلہ کے لائق نہیں ہو - کیونکہ خورد سال ناتجربہ کار ہو - میدان کارزار دیکھا نہیں - میں کیونکر جانے کی اجازت دے سکتا ہوں!

ہنومان - بیشک آپ کا فرمانا درست ہے - اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے ابھی تک کوئی جنگ نہیں دیکھا - اور ناتجربہ کار بھی ضرور ہوں لیکن

۱ کرتب یعنے ہنر - ۲ پیکھوں یعنے دیکھوں - ۳ بازو -

میں بزدل نہیں نامرد نہیں ہوں جو اپنے نام کو دھبہ لگا خاندان کو بدنام کرونگا
اگر آپ مجکو جانے کی اجازت دیں گے تو میں بھی اس بات کو ثابت کر دکھاؤنگا
کہ بہادری اس کو کہتے ہیں۔ شجاعت اس کا نام ہے۔ اور یہ بھی آپ کو
بخوبی روشن ہو جائیگا کہ میدان کارزار میں کس نے اس کو نیچا دکھا لیس پا کیا۔
ہنومان کی اس بہادرانہ گفتگو کو سنکر پون نہایت خوش ہو کر بولا۔
پون۔ بیشک! مجکو تم پر ایسی ہی امید ہے۔ بلکہ پورا اطمینان ہے
کہ ضرور ایسا ہی کر دکھاؤ گے۔ لیکن ورن اور پنڈریک بھی کم نہیں انھوں
نے کئی ایک سمر کے دیکھے ہیں۔ زمانہ کے نشیب و فراز سے واقف ہیں۔
کھر اور دوکھن جیسوں کو تو انھوں نے زیر کر دیا۔ تم تو ابھی بچہ ہو!
ہنومان۔ آپ کا! بار بار اس بات پر زور دینا کہ میں ناتجربہ کار ہوں سلڑائی
کے مسکے سے ناواقف ہوں شاید شفقت پدرانہ کے باعث ہے۔ جو
دل میں سما گیا ہے۔ لیکن بغور تو کیجئے۔ کب تک میں اس بات کو سوچکر جنگ
سے گریز اور اپنے دلی جوش کو ضبط کر سکتا ہوں۔ آخر ایک روز تو اسی حالت
میں جانا ہوگا۔ بہر کیف اپنے آپ کو آزمانا ہوگا!
ناظرین! حاضرین دربار ہنومان کی گفتگو سنکر پون سے مخاطب ہو
کہنے لگے۔ مہاراج! الشور مہا جزادے کی ہمتوں کو بڑھاوے اس سے
زیادہ اس کے حوصلہ کو بلند کرے۔ بیشک انکی عالی ہمتی دلیری اور استقلال
سے ہم لوگوں کو یقین ہے۔ اور ہر طرح سے تسلی ہے۔ آپ کچھ فکر نہ کریں
اور جانے سے ہرگز نہ روکیں۔ سپہ سالار توسستہ ہوگا"
جب سب نے اس طرح کہا اور ہنومان کو ثابت قدم دیکھا کہ جانے سے

لہ یہ دونوں راون کے رشتہ دار تھے

بار نہیں آتا تو کچھ دیر سوچنے کے بعد تیاری کا حکم دیا۔ اور دوسرے روز ایک جرار دستہ فوج کا دیکر ستہیم پربت کو روانہ کیا۔

باب چھبیسواں

ستہیم پربت

یہ پہاڑ لنکا کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ اس کے نیچے بائیں طرف ایک بڑا وسیع میدان ہے۔ جہاں کچھ سرسبز درخت لہلہاتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ اور جن کے بیچ میں سے ایک نشان جس کا پھریرا ہوا میں اڑتا ہوا آسمان سے باتیں کرتا دکھائی دے رہا ہے۔

اب ہم اپنے خیال کو لے کر یہاں پہنچکر کیا دیکھتے ہیں کہ داہنے ہاتھ کی طرف ایک چھوٹی سی ندی جس کا نیلگوں شفاف پانی ہے بہ رہی ہے۔ اور چند نوجوان جن کی قطع وضع سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی لشکر سے تعلق رکھتے ہیں اشنان کر کے سندھیا اوپاسنا کر رہے ہیں۔ ان کو دیکھ ہی رہے تھے کہ ہماری نگاہ بائیں طرف کو پڑی تو ایک بیشمار لشکر دکھائی دیا۔ جس کے دیکھنے کے شوق میں ہم وہاں پہونچگئے۔

اہا! جتنی سپاہ نظر آرہی ہے اُن میں سے زیادہ حصہ کی رنگت سیاہ ہے ایسے نہیں جیسے حبشی۔ ان کے رنگ بہ نسبت اُن کے اچھے ہیں۔ ہاں چہروں کی شکل کچھ ملتی جلتی ہے۔ قد درمیانہ ہے بھانت بھانت کی وردیاں پہنے اُدھر اُدھر ٹہل رہے ہیں۔ اور بعضے بیٹھے گپ اشٹک اور ڈراسے میں ان کو دیکھتے ہوئے جب ہم تھوڑی دور اور آگے بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ

ایک خیمہ میں چند افسر بیٹھے ہوئے بات چیت کر رہے ہیں۔ اُن میں سے
بعضوں کے سروں پر تاج کی قسم کے جڑاؤ مکٹ رکھے ہیں۔ خنجر بیش قیمتی
جواہرات جڑے ہوئے جگمگ جگمگ کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی راجہ
مہاراجہ ہیں جو اس جاہ و جلال سے بیٹھے ہیں۔ آؤ ذرا ان کی گفتگو تو سنیں۔

ایک تاجدار۔ پون ابتک نہیں آیا اور نہ ہی وہ ایلچی واپس آیا ہے۔

دوسرا۔ کچھ سبب ہی ایسا ہو گیا ہوگا۔ ورنہ ایسی اُمید اُس سے ہرگز نہیں
کہ آپکے حکم میں تامل کرے۔

وہی پہلا شخص۔ پون بھی ایک تجربہ کار جوان ہے۔ پچھلی دفعہ اُس نے
ورن کو خوب ہاتھ دکھائے تھے۔ لیکن وہ بڑا بے شرم ہے جو پھر بھی
باز نہیں آیا۔

تیسرا۔ مہاراج سنا ہے کہ اُس کا لڑکا اُس سے بڑھکر بہادر منچلا
اور پھرتیلا جوان ہے۔ اس بار دیپ میں تو اُس کا کوئی ثانی نہیں۔

پہلا شخص۔ اچھا (بات کاٹ اور کچھ سوچکر) آج کا دن اور انتظار کر لو
کل تو ضرور یہاں سے چلدوں گا! اب کی دفعہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو ورن کو
اس سرکشی کی سزا دئے بغیر کبھی نہ چھوڑونگا۔ وہ کیا یاد کریگا کہ راون
سے واسطہ پڑا تھا!

اتنے میں ایک شخص نے آکر اس بیٹھے تاجدار کو جو غالباً راون ہے کہا

نو وارد۔ (آداب بجا لاکر) مہاراج! پون جی کا لڑکا ہنومان بھی
سیتا لیکر آرہا ہے۔

راون۔ (خوش ہو کر) اسکو لیاؤ تم اور راجہ بھیرو ہو۔ ہنومان
کی پیشوائی کو جاؤ!

یہ سُنکر دونو وہاں سے اُٹھے اور بڑی عزت کے ساتھ ہنومان کو اوسی خیمہ میں لائے - اور ان کی گفتگو کو سُن بہادرانہ وجود کو دیکھ ہر ایک فریفتہ ہوگیا آہا! علم اور شیریں زبان بھی دنیا میں ایک نادر چیز ہیں - جو ہر ایک کے دل کو اپنی طرف اس طرح مائل کر لیتی ہیں جیسے چاند کی خوبصورتی چکور اور بھادوں کی کالی گھٹا مور کو -

ناظرین! جو لوگ یہاں اس وقت موجود ہیں خواہ عمر میں چھوٹے ہیں یا بڑے سب ہنومان جی کو عزت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں - اور ان کی عالمانہ تقریر کو سُنکر اُنکی لیاقت پر عش عش کر رہے ہیں - غرض بڑی دیر تک اِدھر اُدھر کی باتوں میں مشغول رہے - آخر صبح کوچ کی تجویز قرار پائی اور تمام فوج کو حکم سنایا گیا -

باب ستائیسواں

فوج کشی

صبح کا وقت ہے ہر ایک سپاہی اپنے بستروں کو باندھکر چھکڑوں پر لاد رہا ہے اور ایک شخص جو غالباً ان کا افسر ہے گھوڑے کو اِدھر اُدھر دوڑاتا ہوا ہر ایک کو جلدی کرنے کی تاکید کر رہا ہے - اور کبھی کبھی آسمان کی طرف نظر کر کہنے لگ جاتا ہے - "اُوف بہت دن چڑھگیا - کوچ کا وقت ہوگیا ہے - جلدی کرو"

تھوڑی دیر کے بعد کوچ کا سنکھ بجا جس کو سنتے ہی سب سے پہلے ہنومان جی اپنی سپاہ کو لے کر آگے بڑھے - اور اُن کے پیچھے سُگریو اور راجہ

بجھ رہا ہو ہو لیا! اور راون ان سب کے بڑھتے ہوئے جوش کو دیکھ
خنداں وشاداں جارہا ہے۔ بہادر سپاہ کا صفیں باندھ قدم ملاکر چلنا
اور کاندھوں پر ننگی تلواروں کا چمکتے ہوئے دکھائی دینا بتلا رہا ہے کہ یہ
لوگ قواعد جنگ سے بخوبی واقف ہیں۔ جیسے اِن بہادروں کا قدم
آگے بڑھتا جاتا ہے ویسے ان کے چہرے جوش جنگ سے
سُرخ ہوتے جارہے ہیں۔
ناظرین! چھتری کے واسطے اِس سے بڑھکر اور کوئی خوشی نہیں کہ جوانمردی
سے دشمن کا مقابلہ کر میدان جنگ میں کام آئے۔ یہی سبب ہے کہ
یہ لوگ خوشی کے نعرے بلند کرتے لیں ملے کرتے ہوئے جارہے ہیں
جب درمتی نگر کچھ تھوڑے فاصلہ پر رہا تو ایک تجربہ کار منتری کو
ورن کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ اُس کو سمجھا کر جنگ سے باز رکھے
اور خراج دینے پر آمادہ کرے۔
منگل پور کے میدان میں جب وقت یہ منتری پونچا تو کیا دیکھتا ہے
کہ بے شمار فوج چھاونی ڈالے پڑی ہے۔ کئی ایک سپاہی کپیل کانٹے سے
لیس ہو لڑائی کا سامان درست کر رہے ہیں۔ اور جابجا خیمے نصب ہیں
اور عین وسط میں ایک عالیشان خیمہ دکھائی دے رہا ہے جسکے چاروں
طرف ننگی تلواریں کاندھوں پر رکھے سپاہی پہرہ دے رہے ہیں۔ یونہی
اس منتری کو ایک سپاہی نے اس عالیشان خیمہ کی طرف جاتے دیکھا
فوراً جانے اس سے کیا پوچھا کہ وہیں اس کو روک دیا۔ اور خود پردہ اوٹھا
خیمہ کے اندر چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ اس کو بھی اسی خیمہ میں
لے گیا ہے۔ جہاں راجہ ورن بڑی شان وشوکت کے ساتھ

چند فوجی افسروں کو لئے بیٹھا ہے۔ پنڈریک[1] اور راجیو بھی موجود ہیں
منتری نے داخل ہوتے ہی سرِ تسلیم خم کیا۔ اور سامنے کھڑا ہو گیا۔

ورن۔ (اُس کی طرف دیکھ اور اشارہ کر) بیٹھ جائیے۔ تمہارا کس طرح آنا ہوا؟

منتری۔ (ہاتھ جوڑ کر) مہاراج! راجہ راون کا بھیجا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اگر جان کی امان پاؤں تو جو کچھ انھوں نے فرمایا ہے عرض کروں۔

ورن۔ ہاں ہاں! بے شک کہئیے کچھ فکر مت کرو۔ جو کچھ انہوں نے کہلا ہے کہو! اُس پر بخوبی غور کیا جائے گا۔ مناسب جواب دیا جائیگا

منتری۔ پرمیشور! آپ کو سلامت رکھے۔ اقبال بلند کرے۔ اگرچہ میری طاقت سے باہر ہے کہ آپ کے سامنے بولنے کی جرات کروں۔ یا زبان ہی ہلاؤں۔ لیکن کیا کروں مجبور ہوں۔ آقا کا حکم بجا لانا میرا فرض ہے۔

ورن۔ ہاں! بے شک کہئیے۔ شوق سے اُن کے ارادے سے آگاہ کیجئے۔ ایلچی ہمیشہ بری الذمہ ہیں۔ تم پر کوئی بھی الزام نہیں آسکتا۔

منتری۔ مہاراج! جنگ کرنے سے طرفین کا نقصان ہوگا۔ کئی ایک نوجوان اپنے والدینوں کو داغ مفارقت دے جائیں گے۔ اور عورتوں کے عزیز شوہر ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائیں گے۔ نتیجہ معلوم نہیں کس کے حق میں اچھا اور کس کے حق میں بُرا ہو! اس لئے مناسب یہی ہے۔ اور مہاراجہ راون کی بھی یہی آرزو ہے کہ آپ بقایا خراج بھیجدیں اور آئندہ کیلئے

---

[1] پنڈریک اور راجیو دونوں ورن کے لڑکے تھے۔

مناسب شرائط تحریر کر معافی مانگ لے۔ تاکہ جنگ کی نوبت نہ پہنچے۔ خونریزی
خلق نہ ہو۔ راون کا مقابلہ کرنا بچوں کا کھیل نہیں؟

ورن۔ یہ باتیں سنتے ہی آگ بگولا ہوگیا۔ غصہ سے منہ تمتما گیا۔ طیش میں آکر
بولا۔

ورن۔ راون اپنے دل میں کیا سوچتا ہے۔ کس بات پر نازاں ہے
یہ جو خراج کا باطل خیال اُس کے دماغ سے خارج ہو رہا ہے۔ اُس کو ضرور
خراب کریگا۔ اس بات کی امید اب ہرگز نہ رکھے۔ مجکو اندر۔ یم اور کبیر
راجہ نہ سمجھے۔ میں ورن ہوں۔ اب اس بات کا فیصلہ (تلوار پر ہاتھ
رکھکر) یہی شمشیر کریگی۔ اور پھر اُس کو پچھتانا پڑیگا۔ اگر وہ لڑائی پر آمادہ ہے
تو اس طرف سے بھی انکار نہیں؟

یہ کہکر سنتری کو وداع کیا۔ پنڈریک اور راجیو کو فوج کی تیاری کا حکم دیا۔
ناظرین! ورن کی گفتگو تو آپ سن چکے۔ اب راون کو چلکر دیکھئے کہ ورن
کا پیغام پہنچنے پر ہنومان۔ سگریو وغیرہ سے کیا کہہ رہا ہے۔

راون۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ لڑائی برپا ہو ناحق میں خونریزی خلق ہو۔
مگر کیا کیا جاوے۔ وہ خود سر پر خاش ہو اسی عزم سے آیا ہے۔ اور
کسی طرح سے نہیں سمجھتا تو ہم کو بھی مناسب یہی ہے کہ اس احسان فراموش
کی خوب خبر لی جائے۔ ایسے شخص سے رعایت کرنی گویا اوروں کا
حوصلہ بڑھانا ہے۔

ہنومان۔ جو کچھ آپ نے فرمایا درست ہے! بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ
ہم لوگ اب درگذر کریں۔ صلح کے طالب ہو ہمیشہ کے لئے کلنک کا
ٹیکا لگالیویں! نہیں! ہم لوگ لڑینگے! ضرور لڑینگے!! اور اپنی اپنی لیاقتوں

کے جو ہر دکھا اُس کو بتلا دیں گے کہ سرکشی کرنے کی یہ سزا ہوتی ہے۔ وعدہ خلافی کا یہ نتیجہ۔ مہاراج! لوہا لوہے سے کاٹا جاتا ہے۔ لاٹھی کے دیو کبھی باتوں سے نہیں مانتے۔

جب اس کی تائید سب حاضرین نے کی۔ تب راون خوش ہو کر بولا۔

راون۔ شاباش! شاباش! آپ لوگوں پر ایسی ہی امید ہے۔ آپ ہی لوگوں کی عقل کے پُرزور سٹیم سے اس حکومت کی ٹرین چل رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بڑا بد دماغ اور بے لحاظ ہے۔ جتنی سزا اس کو دی جائے واجب ہے۔

یہ کہا اور جنگ کا مصمم ارادہ کر سپاہ کو آراستہ ہونے کا حکم دیا۔

باب اٹھائیسواں

میدان جنگ

صبح کا وقت ہے۔ پوہ پھٹ گئی ہے۔ روشنی پھیلتی جاتی ہے۔ اور رات کی رہی سہی تاریکی عالم سے کافور ہو رہی ہے۔ ایسے وقت میں ہمارا خیال جہاں پہنچتا ہے منگل پور کا وہ وسیع میدان ہے۔ جس میں ایک طرف بیشمار لشکر ئے راون خیمہ زن ہے۔ دوسری طرف ورن چھاونی ڈالے پڑا ہے۔ مگر دونوں لشکروں میں معمول سے زیادہ چہل پہل ہو رہا ہے۔ سونے والے انگڑائیاں لے لے کر اٹھ رہے ہیں۔ اور بعضے ابھی نیند میں کچھ ایسے مست ہیں کہ اُن کے نزدیک سپاہی اُن کو آوازیں دے دے کر جگا رہے ہیں۔ لیکن وہ کروٹیں بدل کے اور بے حس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس سین کو دیکھ کر گمان

ہوتا ہے کہ ضرور آج اِن دونوں لشکروں کے مابین لڑائی ہوگی۔ کیونکہ ہر ایک سپاہی رفع حاجت سے فارغ ہو ہو کر کمریں کس رہا ہے۔ ہتھیار باندھ رہا ہے۔ اور بعضے تلواروں کی دھاروں کو انگلیاں لگا لگا دیکھ اور یہ کہکر کہ آج تمھاری کاٹ اور تیزی دیکھی جاوے گی۔ نیاموں میں ڈال رہے ہیں۔ کمانوں کو تان تان کر آزما رہے ہیں۔ اور ترکشوں کو تیروں سے پُر کر کاندھوں پر لٹکائے جاتے ہیں۔ نیزہ اور برچھی پر بھی نظر ڈالی جا رہی ہے۔ غرض اِس وقت ہر ایک سپاہی اپنی وہ صورت وضع بنا رہا ہے جو ایک بہادر جوانمرد کی ہونی چاہیے اتنے میں ناقوس بجا۔ جس کی آواز سنتے ہی طرح طرح کی وردیاں پہنے کمانوں کو تانے چِلّا چڑھائے بہادر سپاہی میدان جنگ میں دکھائی دیئے۔

آہا! کیسی صفیں باندھے کھڑے ہیں۔ کیا طاقت جو ایک بھی لائین سے قدم اِدھر اُدھر کرے۔ یا کسی سے بات کر اپنے خیال کو دوسری طرف لگا وے۔ نہیں! ہر ایک اپنے اپنے سپہ سالار کی طرف دیکھ رہا ہے اور منتظر اس بات کا ہے کہ کب لڑائی شروع کرنے کا حکم ملے۔ اور ہم اپنے تیروں کو دشمن کے خون سے تر کر غنیم کو شکست دیں! اسی جوش میں اُن کے چہرے سرخ ہو رہے ہیں اور ایک ایک لحمہ پہر کے برابر گذر رہا ہے

ہمارے بہادر جرنیل ہنومان کی فوج کو دیکھنا کیسے قطار باندھے کھڑی ہے کہ ایک تل بھر کا بھی فرق نہیں۔ اور آپ (ہنومان جی) کس خوبی کے ساتھ چھاتی تانے گرز ہاتھ میں لئے ہر ایک سپاہی کا دل بڑھاتے ہوئے اِدھر اُدھر ٹہل رہے ہیں۔ اور اسی طرح راجہ ببھیکھن اور سگریو بھی اپنی اپنی سپاہ کو دیکھ خوش ہو رہا ہے۔ کہ اتنے میں ناقوس کی جوش آمیز آواز بلند ہوتی جسکو سنتے ہی بہادروں کے وہ تیر جو ابھی کمانوں میں تانے نظر آ رہے تھے دشمن

کی چھاتیوں کو زخمی کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں! وہی میدان جو ابھی صاف ستھرا نظر آ رہا تھا ایک پل بھر میں بزدلوں کے لئے ہولناک ہو ڈرانے لگا۔ اور خون سے تر ہو بہادروں کے جوش کو بڑھانے لگا۔

ہنومان جی کا پھرتیلا ہاتھ تیروں کی بر کھا کر حیرانگی پیدا کر رہا ہے۔ کیا طاقت جو ایک وار بھی خالی جائے۔ اس کا تیر کیا تقدیر کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ سگریو اور بجر باہو کے تیروں نے بھی مخالف کی فوج میں کھلبلی مچا رکھی ہے۔ جس کو ایک بھی لگا بے خوف ہو ہمیشہ کے لئے سو گیا!!!

پنڈریک جوان کے مقابلہ پر کھڑا ہے دلاوری میں کم نہیں ہے کیا شست باندھکر تیر چلا اپنی بہادری کے پورے جوہر دکھلا رہا ہے۔ جس کو دیکھکر بزدل بھی لڑنے کو آگے بڑھ رہے ہیں۔ آہ! سگریو کی سپاہ کو تو بے ڈھب گھیرا ہے کہ ایک قدم بھی آگے بڑھنے نہیں دیتے۔ مگر اپنڈریک کو تو دیکھو! کیسا آگے بڑھ رہا ہے کہ اس کو جان کا بھی خوف نہیں ہے تحاشا دشمنوں میں گھسا جا رہا ہے! اگرچہ مخالف کے تیروں نے بہادروں کے جسموں کو زخمی کر رنگین پوشاکیں پہنا دی ہیں لیکن ان کا قدم برابر آگے کو بڑھتا جا رہا ہے۔

قریب تھا کہ دروات کی فوج غالب آ دشمن کو میدان جنگ سے شکست دے کہ اتنے میں راون کی سپاہ میں ان کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ ایسا جوش پھیلا کہ وہ سپاہی جن پر بزدلی کا گمان تھا یا کمزوری کا خیال تھا دیکھئے! کس زور سے کمانوں کو تان تیر چلا چھوڑ رہے ہیں۔ اور آگے بڑھکر نیزہ اور برچھی سے بھی کام لے رہے ہیں۔ دیکھنا! سینکڑوں جان پر کھیل گئے۔ لیکن دشمن کو وہیں روک لیا!

جہاں ہنومان جی نے اس زور سے ناقوس بجایا کہ تمام میدان گونج اٹھا۔

اُدھر جنگ کے بجنتریوں نے ایسا راگ الاپنا شروع کیا۔ کہ بہادر سپاہی باوجود ہزاروں لاشوں کے جو زمین پر پڑی نظر آرہی ہیں۔ اور زمیں لالہ زار بن رہی ہے۔ دیکھکر ذرا بھی نہ گھبراتے ہوئے آگے کو بڑھ دشمن کو پیچھے ہٹا رہے ہیں۔

آہ! کیا حیرت ناک سمہ ہے۔ کہ ایک پل بھر میں وہ بہادر سپاہی جو موچھوں کو تاؤ دیتے چھاتی تانے راون کے بائیں طرف کھڑا دشمن کی چھاتی کو اپنے تیر کا نشانہ بنا رہا تھا۔ زمین پر لوٹتا ہوا نظر آرہا ہے۔ اگرچہ دشمن کے تیروں نے اس کے جگر کو چھید کر زمین پر گرا دیا ہے۔ لیکن کمان اس کے ہاتھ میں تانی کی تانی رہ گئی ہے!

راون کی نظروں ہی اس بہادر کی بڑی غضبناک ہو گیا بازگی حملہ کا حکم دیا۔ پھر کیا تھا۔ بہادروں نے تیر کماں کو پھینک ڈھال تلوار کو ہاتھ میں لے نیزہ اور برچھی کے موقع کو دیکھ دشمن کو جا گھیرا۔ دونوں طرف سے ایسی تلوار چلی کہ خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ بیشمار بہادر زمین پر ہمیشہ کے لئے سو گئے۔ اور حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

اس وقت بزدل سپاہی تو دم چرا پیچھے کو ہٹ رہے ہیں۔ اور بہادر اس موقع کو غنیمت جان دل کے ارمان نکال بہادرانہ جوہر دکھلانے کو آگے بڑھ رہے ہیں قریب تھا۔ کہ راون کی سپاہ میدانِ جنگ سے مُنہ موڑ فتح کی امید چھوڑ پیچھے کا رستہ لے۔ کہ اتنے میں آفتاب اُن کے حال پر رحم کر اپنی تیز کرنوں کو سمیٹتا ہوا مغرب میں جا چھپا۔ اور چاند نے اپنی منور تاد کھا شور بیروں کے جوش کو تسکین[1] کیا۔ اس نے بہادروں کو اپنی تقدیر کا فیصلہ دوسرے روز پر چھوڑنا پڑا۔

---

[1] ٹھنڈا کیا۔

دوسرا دن

صبح ہوتے ہی جب آفتاب کی تیز کرنوں کا پرتو راون کی سپاہ پر پڑا۔ تو جادو کا کام کر گیا۔ جس کو دیکھتے ہی بہادروں کی تلواریں نیاموں سے نکل چمکتی ہوئی دکھائی دینے لگیں۔ نیزہ اور برچھیاں خونخوار زبانیں نکال دشمن کو دھمکانے لگیں۔ بہادروں کے چہروں سے معلوم ہوتا تھا کہ لڑائی کا انتظار بے صبری سے کر رہے ہیں۔ اگر سپہ سالار کا خوف نہ ہوتا۔ تو کبھی کے میدانِ جنگ میں جا بہادری کی داد لیتے۔ مگر نہیں۔ حکم کی پابندی ضروری تھی۔ اس لئے دلاورانِ جنگ کو جوش بھرے سینوں سے انتظار کرنا پڑا۔

تھوڑی دیر میں ناقوس بجا۔ اور بہادر میدانِ جنگ میں نظر آئے۔ دوسری طرف ورن کے سپاہی بھی زور شور سے تیاریاں کر منتظر حکم کے کھڑے ہیں۔ مگر بعضے جو نا تجربہ کار ہیں آفتاب کو دیکھ گھبراہٹ میں پڑ ایک دوسرے کی طرف افسوس بھری نظر سے دیکھ رہے ہیں۔

شاید یہ کل کی شکست کا باعث ہے جس نے ان کو اس قدر مایوس کر سست بنا رکھا ہے! دانا پنڈریک ایک ہی نظر میں سمجھ گیا۔ اور ذرا بھی نہ گھبراتا ہوا بلند آواز سے بولا۔ افسوس کا مقام ہے کہ ورن کی سپاہ اور یہ سستی؟ بہادرو! شور بیروں کا یہ کام نہیں کہ ایک دن کی شکست ہونے پر رزم گاہ سے دل چرائیں؟ چھتری وہی ہے جو میدانِ جنگ میں دشمن کو مارے یا خود مرے! راون کی وہی فوج ہے جس کو تم نے کئی دفعہ شکست دی ہے۔ کھراور دوکھن کو باندھ اور راون کو بھگا چکے ہو! اگر ایک دن کی شکست سے تمہاری یہ حالت ہو گئی ہے تو بس چھتری ہونے کا دم نہ بھرو ذرا بھی دیکھ

اور شودروں میں جا ملو۔ مجھکو ایسے چھتریوں کی ضرورت نہیں۔ جن کو اپنے نام کی غیرت نہیں۔ بہادرو! جن کو تم اس وقت میدان میں کھڑے دیکھ رہے ہو۔ آج ہی دیکھو گے کہ دشمن کو پامال کر دنیا میں نام پائیں گے۔ اور تمھارے جیسے بزدل ہمیشہ کے لئے شرمسار ہو پچھتائیں گے۔ جاؤ! تم جیسوں کی ضرورت نہیں! جاؤ!!!

ناظرین! پنڈریک کی باتیں بجلی کی طرح بہادروں کے خون میں اتر گئیں وہی غمگین چہرے سرخ ہو گئے۔ اور تلواریں نیاموں سے نکال بڑے جوش کے ساتھ رزم گاہ میں نظر آئے۔

پنڈریک اس قدر سپاہ میں جوش دیکھ نہایت خوش ہوا۔ اور اپنے والد سے جا کر بولا

پنڈریک۔ مہاراج! سگر یو کے مقابلہ میں آپ اورن ہیں۔ اور راون کے سامنے میں خود اور راجپو۔ اور اسی طرح دلاوران جنگ کو بھی تقسیم کر دیا۔ اتنے میں ناقوس بجا۔ جس کی آواز سنتے ہی چھتریوں نے جنگ کا راگ الاپنا شروع کیا! بہادر کل کے ارمان دل کھول کر نکالنے لگے۔ اور خونخوار تلواریں میدان جنگ میں چمک لپنے جوہر دکھانے لگیں! ہزاروں سپاہی چھن بھر میں گھائل ہو نیچے سر جھکا ڈگمگانے لگے۔ اور خونخوار درندے دو تیے مردہ لاشوں کو دیکھ خوشی منانے لگے۔

آہ! وہ سپاہی جو ابھی اپنی تلواروں کا وار کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے زمین پر لیٹ تڑپ تڑپ کر جان دے رہے ہیں۔ اور حسرت بھری نگاہوں سے دوسروں کی طرف دیکھ رہے ہیں!!!

جو کچھ فاصلہ پر کھڑے ہیں تیروں سے کام لے دشمن کو پریشان کر رہے

ہیں! بہادر ورن اور سگریو ایک دوسرے پر وار کر شجاعت دکھلا رہے ہیں! ہمارے بہادر جرنیل ہنومان جی کو دیکھنا کس پھرتی کے ساتھہ سب طرف چکر لگا دیکھہ رہے ہیں۔ کہ جو کمزور نظر آئے اس کی امداد کو پونچے

اُف! ذرا راون کو دیکھنا آفت ناگہانی کی طرح ورن کی سپاہ پر آن پڑا ہے۔ بہادروں کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ اگرچہ طرفِ ثانی بھی بہت کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر اس کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے! آہ! بہادروں کے خون سے ندی بہہ نکلی ہے سگر غضب یہ ہوا کہ اُس پر آفتاب کی شعاعیں پڑ بزدلوں کا حوصلہ پست کر رہی ہیں۔

ہا ہا! ورن کی سپاہ تو بہت کمزور معلوم ہوتی ہے۔ پنڈریک اور راجیو کہاں ہیں؟ وہ دیکھو! دونو بھائی آگئے۔ اور راون کو اب ایسا گھیرا ہے کہ ذرا فرصت نہیں دیتے۔

اُف! کس زور سے راون پر تلوار کا وار کیا ہے۔ مگر اس نے بھی خوب بچا لیا۔ کیوں نہو! یہ بڑا تجربہ کار ہے۔ اس نے بہت سے معرکے دیکھے ہیں۔ اگر ایسا نہ کرتا تو کبھی نہ بچتا۔ دیکھو! کیسی صفائی سے پیچھے ہٹ تیروں کا وار کر رہا ہے۔ اگرچہ پنڈریک اور راجیو دونکو زخمی کر دیا ہے۔ مگر بہادر پنڈریک زخمی ہو شیر کی طرح گرج کر راون کے سر پر پونچ ہی گیا ہے لیکن ہمارے بہادر جرنیل کی نگاہ بھی اس طرف پڑ گئی ہے۔ وہ دیکھو بجلی کی طرح وہاں پونچکر گرز کا وار کر رہا ہے۔ آخر پنڈریک کو بیہوش کر زمین پر گرا دیا ہے۔

راجیو بھائی کی یہ حالت [illegible] سے غصہ سے ہنومان جی پر لپکا۔ مگر راون نے پیچھے سے ہو کر ایک ہی برچھی سے اُس کا کام تمام کر دیا۔ اُدھر ہمارے جرنیل

نے جب پنڈریک کے ہاتھ پاؤں باندھ دئیے تو وہ بڑی حیرانگی سے اُس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ؎

بولا تب یہ ورن سُت بالک تیرو دیس   کیا نام تمھارا کنور جی کون پتا اور دیس

ہنومان جی ؎

پتا ہمارا ورن ہے، رتن پور نام گرام   نہ چھوڑوں شترو نبد کھے ہنومنت میرا نام
لیا جنم لنگولش ہیں ہم پرنگیا جان   ماروں شترو ورن دکھے نہیں تو تجوں پران

آہ! پنڈریک کو پریشانی کی حالت میں دیکھکر ورن کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ بیخودی کے عالم میں ہو برچھی لے کر اس طرف کو بڑھا۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ قسمت ہار چکی ہے مقدر پلٹ گیا ہے۔ یونہی اس نے اس طرف کا رُخ کیا وہیں سگریو نے اس وقت کو غنیمت جان نیزہ کی نوک سے زخمی کر پکڑ لیا!

ورن کی افسوسناک حالت دیکھکر بزدلوں کے ہوش اُڑے ہتھیاروں کو پھینک بھاگتے نظر آئے۔ مگر دلاوران جنگ برابر وار کرتے رہے۔ انتنے میں فتح کا پھریرا ہوا میں اُڑتا ہوا نظر پڑا۔ جس کو دیکھکر وہ میدان جو تھوڑی دیر پہلے تلواروں کی کھٹا کھٹ سے گونج رہا تھا سنسان ہو گیا۔ اور راون کی سپاہ خوشی کے نعرے بلند کرتی ہوئی کیمپ کو واپس آئی۔

آہ! جس وقت ورن سرنگوں پریشان صورت بنائے پنڈریک کے ساتھ راون کے روبرو حاضر ہوا سب کے دل اس کی گردش ایام کو دیکھ دھڑک اُٹھے!!!

ایشور کرے کسی کی ایسی گت دشمن کو بھی نصیب نہ ہو۔ دیکھئے یہ وہی راجہ ورن ہے جو کل مالک تخت و تاج تھا۔ اور آج کیسی بیکسی کی حالت میں کھڑا ہے

اگرچہ عزیز بیٹے کا غم اس کے دل کو کباب کی طرح سوختہ کر رہا ہے۔ لیکن یہ خون جگر پی پی کر آتشِ غم کو سرد آہوں سے فرو کرتا ہوا چپ چاپ مودب دست بستہ سرِ تسلیم خم کر کھڑا ہے۔

راون۔ (کچھ دیر اس کی طرف دیکھنے کے بعد) ورن کہو کیا حال ہے؟

ورن۔ سر نیچے جھکا خاموش کھڑا ہے۔

راون۔ اب خاموش کیوں ہو؟ تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اندر۔ یم اور کبیر وغیرہ تو میری پناہ میں آئے اور تم ایسے سرکش ہو گئے! افسوس!! مجکو اُن کی طرف دیکھ کر بھی کچھ خیال نہ آیا! بلکہ میرے منتری بھیجنے پر بھی کچھ غور نہ کیا!

ورن۔ (نہایت دھیمی آواز سے) یہ سب میری ہی نادانی کا نتیجہ ہے۔ مجھ پر رحم کیجیے! میں نے اپنے کئے کی سزا پا لی۔

راون۔ اتنی جلدی! تم تو کہتے تھے کہ میں ورن ہوں۔ مجکو اور نہ خیال کرنا۔

ورن۔ (سرد آہ بھر کر) شرم سے سر نیچے جھکا لیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ تب ہنومان اور سگریو وغیرہ نے درمیان میں پڑ کر بصد مشکل ورن کو معافی دلائی۔ اور آئندہ کے لئے شرائط مقرر کر ورن سے مخاطب ہو کر کہا! جب مہاراج تم کو یاد کریں فوراً حاضر ہونا ہوگا۔ ورنہ یاد رہے پھر ایسا موقعہ کبھی نہ دیا جاویگا

ورن ان سب کا نہایت شکر گذار ہو ورمنتی نگر کو واپس گیا۔ اور راون نے خوشی خوشی لنکا کا راستہ لیا۔ اور ہر ایک کو خلعت عطا کر وہیں سے رخصت کیا۔

باب انتیسواں

میں اس کو کب تک کنواری رکھونگی

ہمارا خیال ہم کو لیکر شہر کسکندرا میں جو مدراس کے شمال و مغرب اور حیدرآباد کے جنوب میں زیر اہتمام موجب راماین کے لائق انجنیئر لسوکرمان کے تعمیر کرایا گیا تھا اُس وقت پونچا ہے جب چند نوجوان لڑکیاں زرق برق پوشاکیں پہنے پدم راگا کے کمرے میں بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی ہیں۔ جن کی گفتگو کو سنکر ہمارے کان بھی اُسی طرف رجوع ہو گئے ہیں سنئے پدم راگا بال سُندری سے کیا کہہ رہی ہے۔

پدم راگا۔ سکھی عورت اور خاوند کا رشتہ مانند بادشاہ اور وزیر کے ہے جس گھر میں ان دونوں کا اتفاق ہے وہی باعث خوشنودی دینی و دنیاوی ترقی خاندان ہے۔ اور ایک دوسرے سے بدگمان رہنا گویا بربادی خاندان زوال ننگ ناموس کُربت رنج و الم ہے۔ اس لئے عورت کیا مرد دونوں کا فرض ہے کہ ایک دوسرا محبت سے کام لے۔ دل و جان سے الفت کرے اگر کوئی ایسی بھی عادت ہو جو دوسرے کے برخلاف ہو اُس کو ترک کرنے کی کوشش کرے۔ ورنہ یاد رہے بری وقت پیش آئیگی۔ عزیز زندگی بھی رجان کا وبال ہو تلخ ہو جائیگی۔

بال سندری کچھ پوچھنے کو تھی کہ کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی جھجک رہ گئی اور سب برآمدے کی طرف دیکھنے لگ پڑیں کہ اتنے میں پدم راگا کی

لہ سگر لو کی لڑکی کا نام ہے

والدہ سامنے آتی ہوئی نظر پڑی تب تو سب دم بخود ہو نیچے سر جھکا خاموش
ہو گئیں مگر پدم راگا نے جلدی سے اُٹھکر والدہ کو پرنام کیا - اور بیٹھنے کیواسطے
پرارتھنا کی - لیکن رانی لڑکیوں کو دیکھ وہاں زیادہ ٹھہرنا مناسب خیال نہ کر
کچھ سوچتی ہوئی اپنے کمرے کو واپس جارہی ہے - اور اب دل ہی دل میں
یوں کہہ رہی ہے "میں کب تک اس کو کنواری رکھوں گی - گو یہ بیچاری نہایت
سیدھی سادی ہے - لیکن میرا دھرم نہیں کہ اب خاموش رہوں اور
اور اس کی شادی کا فکر نہ کروں" - جب تک شام نہ ہوئی رانی اسی فکر میں مبتلا
رہی - جب سگریو محل میں آیا کہنے لگی

راوی - ناظرین! آپ یہ خیال نہ کریں کہ پدم راگا شوخ دیدہ ہے یا آغاز
جوانی ہے جو ایسی باتوں میں مشغول ہے - نہیں! ہرگز نہیں! - یہ بڑی نیک
خصلت دھرم کے پالنے والی شرم حضور لڑکی ہے - جب کبھی اس کو
سکھی سہیلیوں سے بات کرنیکا موقعہ ملا تب ہی اُن کو نصیحت آمیز باتیں اور
ست شاستروں کا اوپدیش دینا شروع کر دیا!

رانی - سوامی جی! کچھ پدم راگا کا بھی فکر ہے کہ نہیں؟ اُس کی ہم عمر لڑکیاں
تمام بیاہی گئی ہیں اور آپ نے ابتک بر کی تلاش بھی نہیں کی -

سگریو - پریہ جی! مجکو اس بات کا خود خیال ہے مگر کیا کروں - کوئی لڑکا لایق
نظر نہیں آتا - اور ایسے ویسے لڑکے کے ساتھ شادی کرنے کو دل نہیں چاہتا
کیونکہ اس کی تمام زندگی کی خوشی کا مدار ہماری اسی وقت کی سوچ اور وچار پر
منحصر ہے -

رانی - جو کچھ آپ نے فرمایا درست ہے مگر اب خاموش رہنے کا بھی وقت
نہیں - اور وید مقدس کے بھی برخلاف ہے - کیونکہ اس کا برہمچریہ پورا ہو چکا ہے -

رانی کی باتیں سن کر سگر پو نہایت متفکر ہو گیا اور بہت دیر تک عالم سکوت میں رہا۔ دفعتاً جو کچھ خیال دل میں آگیا تو کہنے لگا۔

سگر پو۔ (خوشی کے لہجہ میں) آہا! خوب یاد آگیا۔ پون کا لڑکا ہنومان بڑا دانا اور عالم ہے۔ اور بہادر بھی اول درجہ کا ہے۔ البتہ اُس کے وصف میرے دل پسند ہیں۔ شاید اس کا ذکر میں نے تم سے کیا تھا۔

رانی۔ وہی جو تمھارے ساتھ پچھلی دفعہ ورن کے مقابلہ میں شریک تھا۔

سگر پو۔ ہاں! ہاں! وہی وہی۔

رانی۔ پر جب آپ کو اُس پر اطمینان ہے اور ہر طرح سے تسلی ہے تو پھر دیر کیوں کرتے ہو؟

سگر پو۔ نہیں پریہ جی! میں صبح ہی منتری کو بھیجدوں گا۔ آپ تسلی رکھیں دوسرے روز صبح ہوتے ہی ایک منتری کو رتن پور روانہ کیا۔

باب تیسواں

گرھست آشرم سب سے افضل ہے

رتن پور کے راج مندر کے بائیں طرف ایک عالیشان بارہ دری ہے جس کو پون جی نے مختلف جگہ کے کاریگروں کو بلوا اور بہت سا روپیہ خرچ کر کے بڑے شوق سے تیار کرایا ہے۔ بارہ دری مذکور کی چوبی چھت سنہری گلکاریاں اور جابجا شیشوں سے آراستہ ہے۔ چونے کی دیواریں نہایت صاف اور ستھری ہیں۔ جن کو دیکھ کر سنگ مرمر کا شک ہو جاتا ہے۔ اور ان پر بیل بوٹے ایسی خوبصورتی اور نزاکت کے ساتھ بنائے گئے ہیں کہ دور سے

گلزار نظر آتا ہے۔

اہا! سبز سبز پتوں اور نازک پتلی ڈالیوں میں سرخ۔ بسنتی اور اودے رنگ برنگ کے پھول کیا خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ اور بعضے شگوفہ جو ابھی اچھی طرح سے نہیں کھلے مگر اس جوگی کی طرح جو پرماتما کے دھیان میں کچھ عرصہ کے لئے آنکھیں بند کر کے مگن رہتا ہے اور بعد میں پریم بھری آنکھیں کھول کر دنیا کو دیکھتا ہے تھوڑے کھلے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ صرف یہی نہیں۔ ان پر چھوٹے چھوٹے جانور بھی بڑی خوبی کے ساتھ نظر آتے ہیں کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا ہے۔

نیچے سرخ مخملی فرش جس کے حاشیہ پر قلابتو کا کام۔ اور عین درمیان میں ایک گول چکر بنا ہوا ہے۔ جو پیمایش کے لحاظ سے چار پانچ گز سے کم نہیں۔ اس پر کاریگر نے زری کے بیل بوٹے بنا کر دستکاری کے ہنر میں کمال ہی کر دکھایا ہے اس گول چکر کے شمال کی طرف ایک جڑاؤ سورن کی چوکی پر سبز مخمل کا گدیلا بچھا ہوا اور اطلس کا گاؤ تکیہ دھرا ہے جس کا سہارا لئے اور بدن کے نچلے حصہ پر دوشالا پھیلائے پون جی بیٹھے کچھ سوچ رہے ہیں اور بائیں طرف پردھان رتن سپیر کاغذ ہاتھ میں لئے پڑھ رہا ہے۔ اور سامنے جنوب کی طرف ایک بڑا دروازہ آمد و رفت کا ہے جہاں دو دربان وردی پہنے کھڑے ہیں۔

ایک شخص درمیانہ قد سفید ریش سر پر گول چکردار پگڑی باندھے اور انگرکھا پہنے ڈھیلی دھوتی کو بائیں ہاتھ سے پھٹکارتا ہوا آیا۔ اور اس بڑے دروازہ پر ٹھہر کر دربانوں سے کچھ دریافت کر بارہ دری کے اندر داخل ہوا اور جھک کر پون جی کو پرنام کیا۔

پون جی ۔ (ذرا سر کو اٹھا کر) آہا! چندر گتی تم کہاں ۔ بڑی مدت
کے بعد تم کو دیکھا ہے ۔

چندر گتی ۔ ہاتھ جوڑ کر ایک ضروری کام کے لئے آپ کی خدمت میں
حاضر ہوا ہوں ۔

پون جی (ہاتھ کا اشارہ کر کے) بیٹھئے ۔ کہو تمہارا راجہ تو اچھا ہے ۔

چندر گتی ۔ مہاراج سب آپ کی کرپا ہے ۔

پون جی ۔ کہئے ۔ وہ کونسا کام ہے جس نے آپکو آنے پر آمادہ کیا؟

چندر گتی ۔ مہاراج راجہ سگریو کی بیٹی پدم راگا جو ہمہ صفت موصوف
لڑکی ہے ۔ اُس کے بر کی جستجو میں تھے ۔ کہ آپکے کنور ہنومان جی کے بہادرانہ
جوہروں کا ذکر سنکر سب نے یہی مناسب خیال کیا کہ پہلے آپ سے
عرض کی جاوے کہ آپ کنور جی کی شادی کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں ۔

پون جی ۔ (خوش ہو کر) اوہو! پدم راگا! میں بڑی خوشی سے اُس کے
ساتھ اپنے کنور کی شادی کرنے کو تیار ہوں!

چندر گتی ۔ تو مہاراج! ہماری طرف سے بھی کچھ دیر نہیں ۔

مذکورہ بالا گفتگو کو سنکر ہنومان جی نے جو پاس ہی بیٹھے ہیں نہ جانے
کیا سوچ کر یا شرم سے سر کو نیچے جھکا لیا ہے اور بڑی آہستہ سے کہہ رہے
ہیں ۔ مہاراج مجکو شادی کی اچھیا نہیں ۔ یونہی ان کی آواز پون جی کے
کان میں پہنچی بڑی حیرانگی سے بولے!

پون جی ۔ کیوں! کیا باعث تمہارا برہمچریہ پورا ہو چکا ۔ شریرک ۔ مانسک اور
آتمک دھرم کو پالن کر چکے ۔ پھر گرہست سے انکار کیوں؟

ہنومان ۔ اس آشرم میں منش کو بہت بندھن پڑ جاتے ہیں ۔ اور کئی قسم

کے دکار ہوتے ہیں۔ اس لئے میں اس پر پرویش کرنا نہیں چاہتا!

پون جی ۔ بیٹا کیا کہتے ہو؟ یہی آشرم سب آشرموں سے اعلےٰ ہے جس کے ذریعہ انسان ہر قسم کا اوپکار کر سکتا ہے۔ برہمچاری کی حالت میں تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں! جو باتیں اس آشرم میں انسان کے لئے دکھدائی ہوتے ہیں اون کا خیال رکھنا ضروری ہے! سو ہم نے پہلے ہی اُن کو سوچ لیا ہے! ایشور کی کرپا سے خاندان نیک اور آرودگیہ ہے۔ لڑکی دھرم کے پالنے والی اور ودوان ہے۔

ہنومان ۔ مہاراج! جو آپ نے فرمایا درست ہے۔ لیکن میری طبیعت کو شادی سے کچھ نفرت ہی ہوگئی ہے۔

پون جی ۔ (تیور بدل کر) کیوں جی! بڑے بڑے رشی مُنی اسی آشرم میں پیدا ہوئے۔ وید اور شاستروں نے اسی آشرم کو سب سے ترجیح دی ہے! ایک یہی آشرم ہے جس میں لوک اور پرلوک دونوں سدھر سکتے ہیں۔ افسوس! تم ایسے ودوان ہو کر انکار کرتے ہو!

ہنومان جی نے جب دیکھا کہ پون جی اسی بات پر زور دیتے چلتے ہیں اور ان کا حکم نہ ماننا وید اور شاستروں کی مریادا کو توڑنا میری زندگی پر دھبہ لگائیگا یہ سوچکر خاموش ہوگئے۔

ہنومان کو خاموش دیکھکر پون جی نے پدم راگا کی تصویر اُس کے ہاتھ میں دیکر کہا "یہ راجہ سگر پو برادر بالی والی کسکندا کی لڑکی ہے جسکے ساتھ تمھاری نسبت کی تجویز کرتے ہیں! اس بات کو سُنکر ہنومان جی کے دل میں نہ جانے کیا خیال گذرا کہ ایک دفعہ چندر گپتی کی طرف دیکھا اور بعد میں تصویر کو پون جی کے آگے رکھ سر جھکا لیا۔ بس پھر کیا تھا دمیں پردھان رتن چھبر نے مبارکبادی آواز بلند کی اور اب سب طرف سے یہی آواز

تکلیفیں

آرہی ہے۔

دوسرے روز صبح ہوتے ہی پون جی نے ہمارے بہادر جرنیل کی تصویر چندر گپتی کو دے وداع کر تاکید کی کہ جلدی مشورہ کر شگون بھجوادیں

باب اکتیسواں

دل کی مراد برآئی

گو شہر کسکنداکے ہر ایک مکان کی عمارت اور شہر کی بناوٹ قابل دید ہے۔ لیکن ہمارا مطلب تو اُن شاہی محلات سے ہے جو پوہ کرنی[1] دروازہ کے متصل واقع ہیں۔

آہا۔ جیسے پوہ کرنی دروازہ سے شہر میں داخل ہوئے ایک فراخ بازار نظر پڑا جس کے دونوں طرف دوکانیں اور عالیشان عمارتیں نظر آرہی ہیں۔ بازار کی صفائی کا یہ عالم ہے کہ ایک تنکا بھی نظر نہیں آتا۔ گرد و غبار کا تو نام نشان نہیں۔ خاصہ عمدہ سرخ پتھر کا فرش ہے دونوں طرف کہیں کہیں درخت بھی نظر آتے ہیں۔ جو بازار کے سین کو اور بھی خوبصورت بنا رہے ہیں۔ اور آنے جانے والوں کا ہجوم تو کثرت سے ہے۔ تھوڑی دور آگے بڑھکر بازار کا خاتمہ ہے۔ اور ایک وسیع فراخ چوک دکھائی دیتا ہے۔ جس میں ایک خوشنما پھلواڑی لگی ہوئی اور طرح طرح کے خوشبودار پھول کھلے ہوئے نظر آرہے ہیں اس پھلواڑی کے عین مقابل میں ایک بڑا پھاٹک ہے۔ جہاں دونوں طرف دو سپاہی ننگی تلواریں لئے پہرہ دے رہے ہیں! دروازوں پر سنہری کام

---

[1] اس دروازہ سے پہپاندی یا پوہ کرنی کو راستہ جاتا تھا۔

کیا غضب کا ہے - کہ سورج کی روشنی میں اُس طرف دیکھنا محال ہے - آنکھیں چوندھیا جاتی ہیں - کیا طاقت کوئی نظر بھر کر اس طرف دیکھ سکے - گو دیواریں چونے کی بنی ہیں لیکن ان کی صفائی دیکھکر سنگ مرمر بھی شرمندہ ہوتا ہے - اس پھاٹک کے اندر جانے سے دو بلند عالیشان محل ایک ہی وضع کے نظر آتے ہیں - اب ہم دائیں ہاتھ کے محل کو چھوڑ کر بائیں کی طرف جاکر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دالان میں جو اپنی نرالی وضع کے باعث بے نظیر اور پورانے رشی منیوں اور شور بیروں کی تصویروں سے آراستہ ہے - کیمخواب کے گدیلے پر راجہ سگر پوادھاس کی رانی بیٹھی ہوئی ذیل کی گفتگو کر رہی ہے -

رانی - سوامی جی! چندر گپتی تو ابتک واپس نہیں آیا؟

سگر پو - آٹھ روز ہوگئے - آج تو ضرور آنا چاہئیے!

رانی - کسی کو بھیجکر اُس کے گھر سے خبر تو منگا لیجئے - مجکو اس بات کی بڑی فکر لگی ہوئی ہے - دیکھیں کیا جواب لاتا ہے -

اتنے میں دربان نے آکر عرض کی کہ منتری چندر گپتی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے دروازہ پر منتظر حکم کا کھڑا ہے -

سگر پو - خوب! اُس کو اس جگہ بھیجدو -

تھوڑی دیر کے بعد چندر گپتی حاضر ہوا اور ہاتھ جوڑ آداب بجا کر بولا مہاراج مبارک ہو - دل کی آرزو پوری ہوئی - یہ کہکر عشوبان جی کی تصویر دیکر وہاں کا سب حال بیان کیا - اور تھوڑی دیر کے بعد اپنے گھر کو چلا گیا -

سگر پو - بڑی خوشی سے تصویر ہاتھ میں لیکر پریچی دیکھو کیسا خوبصورت جوان ہے -

رانی - مہاراج تصویر سے تو ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے -

سنگر لو۔ پرپوچی ! الکھی بہت سے وصف ایسے ہیں جو اس تصویر سے ظاہر نہیں ہوتے۔ وہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ سو میں نے ان میں بخوبی تسلی کر لی ہے۔ آپ بدونتی کو یہ تصویر دے پیاری پدم کے پاس بھیجکر اُس کی منشا دریافت کریں۔

ناظرین ! اُسی وقت پنڈتہ بدونتی کو بلاکر پدم راگا کے پاس بھیجا گیا۔ حسن اتفاق سے جس وقت وہ (بدونتی) پدم راگا کے کمرے میں گئی تو کیا دیکھتی ہے وہ اکیلی بیٹھی ہوئی رگ وید کے کسی ایک منڈل کا مطالعہ کر رہی ہے۔ سر کے بال بکھرے ہوئے گردن پر لٹک رہے ہیں۔ اور کچھ سر کو نیچے جھکانے سے آگے کی طرف پڑکر رخساروں کو چھپا رہے ہیں۔ یونہی کسی کے آنے کی آہٹ پائی۔ جھٹ بالوں کو دونوں ہاتھوں سے پیچھے ہٹا اوڑھنی کو درست کر دروازے کی طرف دیکھا تو اپنی پنڈتانی کو پایا۔ ہنس کر بولی ماتاجی آگئے ! یہ کہکر اپنے آسن پر بٹھا لیا۔

بدونتی۔ بیٹی ! یہ کیا مطالعہ کر رہی ہو ؟

پدم راگا۔ (کتاب کو اُس کے سامنے کرکے) رگ وید کے اس منڈل کو دیکھ رہی ہوں۔ مگر اس شلوک کے ارتھ اچھی طرح میری سمجھ میں نہیں آتے کرپا کرکے آپ بتلائیے ؟

بدونتی نے کتاب کو ہاتھ میں لیکر اس شلوک کے ارتھ جو کلا۔ کوشل کے سلسلہ پر تھے پدم راگا کو سمجھائے۔ اور بعد میں ہنومان جی کی تصویر دکھلا کر کہنے لگی۔

لہ یہ بدونتی۔ پدم راگا کی معلمہ ہے۔ جس سے وہ سنسکرت ودیا کی تعلیم پاتی ہے۔

بدونتی ۔ دیکھو یہ کیسی عمدہ تصویر کسی بہادر شخص کی ہے ۔

پدم راگا ۔ ہاں ماتاجی! واقعی یہ بڑا شور بیر معلوم ہوتا ہے ۔ اسکا نام کیا ہے؟

بدونتی ۔ اس کا نام ہنومان بتلاتے ہیں!

پدم راگا ۔ ایں! ہنومان ۔ (تصویر کو ہاتھ میں لیکر) کیا یہ وہی ہے جس کا ذکر پتاجی کرتے تھے ۔ کہ ہنو کے ساتھ جنگ میں شریک تھا ۔ اور جس نے ورن اور اُس کے لڑکے پنڈریک کو گرفتار کیا تھا!

بدونتی ۔ ہاں وہی وہی! کیا تم اس تصویر کو اپنے پاس رکھنا چاہتی ہو؟

پدم راگا ۔ ہاں! مجکو دیدو میں اپنے کمرے میں رکھوں گی ۔ وہاں اور بہت سی تصویریں بہادر اور وو والوں کی ہیں ۔ ایسے شخص دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں

بدونتی ۔ (ذرا مسکرا کر) کیا تُم چاہتی ہو ۔ کہ اس کے ساتھ تمہاری شادی کی جائے ۔

پدم راگا ۔ (شرم سے گردن نیچے جھکا کر کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد بڑی آہستگی سے) ماتاجی پھیر یہ ذکر نہ کرنا ۔ میں شادی نہیں کرونگی ۔ اور تصویر کو اوس کے آگے رکھدیا ۔

بدونتی ۔ بیٹی! کیا کہا ۔ بیاہ نہیں کرونگی؟ بھلا یہ ہوسکتا ہے ۔ کہ تمہاری شادی نہ ہو ۔ کیا تمہاری والدہ گوارا کرسکتی ہے ۔ کہ تم کنواری رہو؟ کسی نے آجتک اپنی لڑکی کنواری رکھی ہے ۔ جو وہ رکھیگی ۔ آخر ایک دن تو بیاہ کیا ہی جائیگا ۔

پدم راگا نے نیچے سر جھکا لیا ہے ۔ اور کچھ جواب نہیں دیا

بدونتی ۔ (گود میں لیکر) میری پیاری بیٹی مجھسے اتنی شرم

پدم راگا ۔ (بڑی نرم آواز سے) میں نے تو کہدیا ہے ۔ مجھکو شادی کی خواہش نہیں

بدو نتی۔ (تصویر پدم راگا کو دکھلاکر) بیٹی دیکھو ایسا لائق بر ملنا پھر مشکل ہوگا۔ تم خود دوان ہو۔ ذرا سوچ سمجھکر جواب دو۔

پدم راگا۔ (گود سے پرے ہٹکر) ماتاجی آج آپ کو کیا ہوگیا ہے۔ جو بار بار اسی بات کا ذکر کرتی ہو۔

یہ کہا اور تصویر کو اوس کے ہاتھ سے لیکر نیچے رکھدیا۔ اور اب دبی ہوئی نظر سے اُسی کو دیکھ رہی ہے۔

بدو نتی۔ (پدم راگا کے منہ کو ہاتھ سے اونچا کر اور اوسکی طرف مخاطب ہوکر) بی بی پدم! کیوں شرماتی ہے۔ اس میں کوئی عیب کی بات نہیں۔

یہ سنکر پدم راگا نے مسکرا کر منہ پھیر لیا۔ تب بدونتی معلوم کرگئی۔ کہ یہ اسکو چاہتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ لڑکی بڑی شرم حضور ہے۔ کبھی بھی اپنے منہ سے ظاہر نہیں کریگی۔ یہ سوچکر پدم راگا کا ماتھا چوما۔ اور اسبس دیکر اوس کی والدہ کو آکر مبارکبادی دی۔

ناظرین اس وقت سگر لیو اپنی دلی آرزو کی کامیابی دیکھکر نہایت خوش ہؤا۔ فوراً بیاہ کی تیاری کا حکم دیا۔ اور گھر گھر سنگلاچار ہونے لگا۔ پنڈت کو بلا مشورہ کر تاریخ شادی کی مقرر کی۔ اور شگون دے گجندر کو رتن لیکہ روانہ کیا۔ اور چندر گنتی کو موتی محل آراستہ کرنیکا حکم دیا۔

باب بتیسواں

شادی

صبح کا سہانا وقت ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ اور

نسیم سحری کے خوشگوار جہوکے جادو کا کام کر رہے ہیں۔ لیکن ایک برات میں شامل ہونیکا شوق ہے۔ جگہ جگہ باکر بیدار کر رہا ہے۔ اور سونے والے انگڑائیاں لے لیکر اُٹھ رہے ہیں۔

بیشمار ہاتھی اور گھوڑے سج سجا کر راج مندر کے باہر کھڑے ہیں۔ چین پر ودیا دہر[1] اور اون کے لڑکے آ آکر سوار ہو رہے ہیں۔ اس وقت کا نظارہ قابل دید ہے۔ آگے آگے ہاتھیوں کے سنہری ہودوں میں چھوٹے چھوٹے لڑکے بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کو چھیڑ چھاڑ کر کیسے خوش ہو رہے ہیں۔ کہ ایک دم بھر تو چین نہیں لیتے۔ ان کے بعد بڑے بڑے شور بیر اور بہادر گھوڑوں پر سوار ہیں۔ جنکے گھوڑے بہت چاہتے ہیں۔ کہ وہ اپنی تیز رفتاری کے جوہر دکھائیں لیکن یہ اُن کو اجازت نہیں دیتے۔ اور ایک دوسرے سے مذاق اُڑاتے ہوئے جا رہے ہیں۔ رتھ اور بہلیاں جن کے رنگ برنگی اطلس اور مخمل کے سرخ اور سبز پردے دور سے چمک کر برات کی رونق کو اور بھی دوبالا کر رہے ہیں۔ سب براتیوں سے پرے ہیں۔ ان کے درمیان میں ایک سُکھ پال ہے جس کو کہار مستانوں کی طرح جہومتے ہوئے اُٹھائے ہوئے لیجا رہے ہیں۔ اور اس کے بیچ میں ہمارے بہادر جرنیل گاؤ تکیہ لگائے سر پر جڑاؤ مکٹ رکھے بیٹھے ہیں۔ آہا! سکھپال کی خوبصورتی دیکھکر تو ہر ایک لٹو ہوا جاتا ہے۔ اسکی سورن کی کلس نما چوٹی جس پر کاریگر نے جڑاؤ کام اس خوبی سے کیا ہے۔ کہ جہاں سورج کی کرنیں اس پر پڑیں۔ ایسی چمکدار رنگ آمیزی شعاعیں نکلیں۔ کہ دیکھنے والوں کے لیے مقناطیسی کام کر گئیں۔ جس کی نگاہ اس پر پڑی بے اختیار

[1] بازدیپ میں جو شخص ودیا حاصل کرتا تھا۔ اوسکو خطاب ودیا دہر کا دیا جاتا تھا۔

نزدیک آدیکھنے کی کوشش کی۔

گو برات پہلے ہی بیشمار ہے۔ لیکن اس مقناطیسی کشش نے تماش بینوں کا وہ ہجوم کر دیا۔ کہ چلنا دشوار ہو گیا۔ غرض بڑے کرّ و فر سے منزلیں طے کرتے ہوئے برات دوسرے روز شام کے وقت کسکندا میں پہونچی ٭

برات کے شہر میں داخل ہوتے ہی تمام مرد و عورت جو مدّت سے اس کا انتظار کر رہے تھے جمع ہو گئے۔ جس کسی کی نگاہ دولہا پر پڑی۔ گو کثرت ہجوم سے دم نکل روح پرواز کر گیا۔ مگر آنکھوں کی سیاہ پتلی ہرگز نہ پھیری استریوں کے واسطے جو مکانوں کی چھتوں پر کھڑی دیکھ رہی ہیں۔

ہنومان جی کی موہنی صورت نے مقناطیس سے بڑھکر کام لیا۔ بوُ ہیں ادن کی نظران کی بھولی بھالی صورت پر پڑی۔ ایسی ٹکٹکی بندھی ہے۔ کہ بالک گود سے گر چلا رہے ہیں۔ اور وہ بے خبر کھڑی دیکھ رہی ہیں۔

جب برات راج محل کے قریب پہونچی۔ راجہ سگر لو پروہان اور منتری وغیرہ کو ساتھ لے پیشوائی کو آیا۔ اور رسم ملنی کی ادا کر تمام کو نچھاور دن مالا مال کر دیا۔ اور سوتی محل میں جو پہلے ہی سے بڑے بڑے مہاتماؤں اور شہ پہیروں کی تصویروں سے آراستہ ہے۔ برات کو اوتار دیا۔ سب سے پہلے ہنومان جی کو ایک صندل کی چوکی جس پر ریشمی گدیلا پڑا ہوا ہے لا بٹھایا ہے۔ اور اب سید راتی بڑی آن بان سے بیٹھ رہے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد طرح طرح کے کھانے شیر بے اور چٹ پٹے نمکین براتیوں کے آگے رکھے گئے۔ جن کی تشریح کرنے سے ناظرین کا دل للچائیگا اور ہاتھ کچھ نہ آئیگا۔ مناسب خیال نہ کیا۔

جب ان عجیب کھانوں سے برات نے ہاتھ اٹھایا۔ تو لگن کا وقت قریب
پا بیدی کے نیچے سورن کی چوکی پر ہنومان جی کو لا بیٹھایا۔ اور سکھی سہیلیوں
نے پدم راگا کو نہلا زیور اور کپڑوں سے آراستہ کر ہنومان جی کے بائیں طرف
بیٹھا گٹھ جوڑا کیا۔

اس وقت پنڈتوں کا دولہا اور دولہن کو وید وکت منت انکول اون کے
فرائض سے آگاہ کرنا اور استریوں کا ایشور کی استتی کے بھجن گا ان دونوں
کی عمر درازی کے لیے ایشور سے پرارتھنا کرنا کیا ہی شوبھا دے رہا ہے۔ آہا!
اب ہون کنڈ میں کیسر۔ کستوری۔ گھی اور مختلف قسم کی سوگندھت سامگری
ڈال ہون کر دولہا اور دولہن کے ہاتھ میں دھان کی کھیلیاں دے بھوریوں[1]
کی رسم ہو رہی ہے۔ استریوں کا وہ گیت گانا جس کا خلاصہ یہ ہے۔ اے میرے
ماتا پتا و بھائی مجکو اس اجنبی شخص کے حوالے جسکو میں نے کبھی نہیں دیکھا
اور نہ ہی اس کی مزاج سے واقف ہوں کیوں کرتے ہو۔

ناظرین چھ بھوریوں تک تو اس طرح کے گیت گاتی رہیں۔ مگر ساتویں
بھوری پہ جب انہوں نے یہ گیت گایا۔ جسکا خلاصہ یہ ہے۔ اے پتی اب میں
اب تیری ہو چکی ہوں۔ میرے ماتا پتا اور کسی رشتہ دار کا اب میرے پر کچھ زور
نہیں رہا۔ اور میری زندگی کا دار آپ پر ہے۔ چاہے سختی سے پیش آؤ یا نرمی
سے میں آپ کی شرن ہوں۔ ناظرین ان گیتوں نے سگریو کے دل کو ہلا دیا
نہ صرف اس کے بلکہ سب حاضرین کے آنسو بہا بتلا دیا۔ کہ لڑکیاں ماں
باپ کے گھر مہمان ہوتی ہیں۔

جب بھوریوں کی رسم کو ادا کر چکے۔ تو پدم راگا کو سکھی سہیلیاں لے گئیں

[1] یعنے پھیرے۔

اور مہوہان جی موتی محل میں آبراجمان ہوئے۔

تین روز تک برات بڑی خاطر تواضع سے رکھی گئی۔ کسی کو شکایت کرنیکا موقع نہ ملا۔ چوتھے روز بیشمار دہیز دے برات کو وداع کرنے لگے۔ تو پدم راگا جو دو روز پہلے ہی سے رو رو کر اپنا حال تباہ کر رہی تھی چلنے کا نام سن بیہوش ہو زمین پر گر پڑی۔ موہنی نے اُسی دم اُٹھا گود میں بیٹھا لیا۔ اور بولی سکھی! کیوں اتنا گھبراتی ہے رو رو بیحال ہوتی ہے۔ سچ ہے۔ ماں باپ کی جدائی کس کو بھائی ہے۔ پر کیا کریں ہم سب کے لئے یہ ہی تباہی۔ پاری باری گردن جھکا ہم سب چلی جائینگی۔ لڑکپن کا زمانہ ماتا پتا کا پیار جبھی یاد آئیگا۔ آنسو بہائینگی۔ لڑکیاں ماں باپ کے گھر مہمان ہوتی ہیں۔ کیا امیر کیا غریب کسی کے گھر نہیں سماتیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ ماں باپ نے بر گھر دیکھکر بیاہ کیا۔ تو لڑکی سُکھ پا خُوش رہتی ہے۔ نہیں تو خونِ جگر پی قسمت کو روتی ہے۔ پیاری سکھی تجھکو تو گھبرانا اوچت نہیں۔ انجنا دیوی جیسی ساس کس نے پائی ہے۔ جو شیل سہاگنوں اور اتی سیانی ہے۔ پیاری! مہوہان جی کی دولہن کہلاؤگی۔ اون سے پریت لگا ہم سب کو بھول جاؤگی۔

نرملا! سکھی یہی تو پدم راگا کی چترائی ہے۔ کل بال سندری کو اوپدیش دے سمجھا رہی تھی۔ استری پرش کا دہرم بتلا رہی تھی۔ آج اپنی باری آئی تو رو رو کر ہم کو ڈرا رہی ہے۔ ماں باپ کی محبت بتلا رہی ہے۔ سچ پوچھو تو یہ صرف ظاہر داری ہے۔ دل میں تو بس رہی دولہا کی صورت پیاری ہے۔

نرملا کی باتیں سُنکر پدم راگا نے شرما کر منہ پھیر لیا۔ اور دھیمی آواز سے کہنے لگی۔ "سکھی تم کو تو دل لگی سوجھی ہے۔ اور میرے جی کو بن رہی ہے مجھکو تو وہاں جانا ہوگا۔ جہاں اپنا نہ بیگانہ ہوگا۔

اتنے میں سگر لو محل میں آیا - اور پدم راگا کو رو دتی دیکھ آنسو بہا
چھاتی سے لگا کر بولا -

سگر لو - بیٹی کیوں رو رو کر پریشان ہوتی ہے - بھلا تیری جدائی میں گوارا کر سکتا ہوں - لیکن کیا کروں مجبور ہوں - دنیا کی رسموں سے پابند زنجیر ہوں - میری تو کچھ حقیقت نہیں - بڑے بڑے مہاراجوں کے گھر بھی تو لڑکیوں کی سمائی نہیں - تم خود ودوان میرے کہنے کی ضرورت نہیں! پرم پتا پرماتما تمکو ہمیشہ خوش رکھیں -

یہ کہا - اور پدم راگا کو لاکر سکھپال میں سوار کیا - اور ہاتھ جوڑ کر پون جی اور ہنومان کو اوس کی سونپنا کی -

ناظرین! جس وقت پدم راگا کو سکھپال میں بٹھایا گیا - اوس نے زار زار رونا شروع کر دیا - جس کی گریہ زاری کو سنکر سب کے آنسو بے اختیار نکل پڑے - یونہی برات یہاں سے روانہ ہوئی - سب کے چہروں پر اداسی کی گھٹا چھائی جہاں تک نگاہ نے کام دیا دیکھتے رہے - اور آنسو بہا دل کے ارمان نکالتے رہے +

آہ یہ کیا افسوس ناک نظارہ ہے - جبکہ ہم اپنے لخت جگر کو اوس شخص کے ساتھ شاستروں کی پابندی سے وداع کرتے ہیں - جسکی اوس نے پہلے کبھی شکل بھی نہیں دیکھی - اور اوسکی آیندہ زندگی کا مدار اوسی پر چھوڑ دیتے ہیں!!



باب پینتیسواں

مبارک ہو۔ ڈولی آگئی

ڈولی کی آمد آمد سُنکر چھوٹے بڑے آدمی - مرد اور عورت - بوڑھے اور جوان شہر کی گلی کوچوں سے نکل نکل کر مشرقی دروازہ کی طرف جا رہے ہیں۔ مگر امیروں کی عورتیں پالکی میں سوار ہو اور بعض پیدل عمدہ عمدہ زیور اور بیش قیمتی رنگ برنگی کپڑوں سے آراستہ ہو انجناؤلوی کے محل کو آرہی ہیں۔

آہا! انجناؤلوی کا محل بھی ایک نرالی وضع کا ہے۔ پہلے ایک بڑا چوبی پھاٹک ہے۔ گویا یہی محل کا صدر دروازہ ہے۔ جس سے گذر کر اندر داخل ہوتے ہی چند برامدے دکھائی دیتے ہیں۔ ہر ایک برامدے کے متعلق ایک ایک چھوٹا سا مختصر مکان بھی نظر آتا ہے۔

بعضوں میں تو عورتیں بیٹھی نظر آرہی ہیں۔ کوئی روٹی پکانے میں مشغول ہے۔ کوئی آٹا گوندھ رہی ہے۔ شاید یہ اُن سپاہیوں کی عورتیں ہیں جن کی ملازمت کا تعلق اس محل سے ہے۔

بیشک یہی درست ہے۔ وہ دیکھو ایک سپاہی جس کی وردی چارپائی پر پڑی ہے اور خود کھانا کھا رہا ہے۔

ان برامدوں کے درمیان میں سے ایک اور دروازہ نظر آتا ہے۔ جس کے اندر جاتے ہی ایک پھلواڑی دکھائی دیتی ہے۔ جس میں طرح طرح کے خوشبودار پھول سفید سرخ اور بسنتی رنگ کے کھلے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ ایشور جانے اس میں کیا بھید ہے؟ کہ ایک دفعہ پھلواڑی پر نظر پڑی تو پھر ہٹنے کا

نام نہیں لیتی - اور آنکھ کھلی کی کھلی رہجاتی ہے - جیسے وہ نرگس کا پھول ہے جو سامنے دکھائی دے رہا ہے۔

اِس چھوٹی سی پھلواڑی میں روشیں بھی بہت عمدہ بنی ہیں کہ چہل قدمی کرتے کرتے دماغ معطر اور دل خوش ہوجاتا ہے - اِس کے سامنے ایک خوشنما عمارت ہے - جو انجنا دیوی کے محل سے منسوب ہے - اِسکی چھت پتھر کی ہے - اور چار بُرج ایک دوسرے کے مقابل پر ہیں - جن پر سونے کی کلسیاں بنی ہیں - اہا! جہاں سورج کی کرنیں ان پر پڑیں ہزاروں اور پیدا ہوگئیں دیکھنے والوں کی آنکھوں کو چکاچوند کردیا - کیا طاقت نظر اُٹھا کر دیکھ سکیں -

دروازہ سے داخل ہوتے ہی ایک چھوٹا سا کمرہ ملتا ہے - اس کے بعد ایک بڑا کمرہ اور آگے جاکر ایک بڑا بھاری دالان ہے - جس کی آرائش میں بہت نفاست سے کام لیا گیا ہے - اور نیچے ایک بیش قیمتی سُرخ قالین بچھا ہوا ہے - جس پر انجنا دیوی رانی کیتو متی اور بہت سی عورتیں بیٹھی ہیں - اور بعض ابھی آآکر بیٹھ رہی ہیں - اور گا بجاکر دل خوش کر رہی ہیں -

اتنے میں ایک داسی نے آکر کہا - مبارک ہو ڈولی آگئی!

اہا! اِس بات کے سُنتے ہی انجنا دیوی کا کلیجہ مارے خوشی کے سینے میں اوچھل پڑا - اُسی وقت الشور کے گُن یاد گاتی ہوئی تمام استریوں کے ساتھ پھلواڑی تک آئی ہوگی کہ بڑی دھوم دھام سے ہنومان جی دولہن کے ساتھ سُکھ پال میں بیٹھے ہوئے دروازہ پر پہونچ گئے - ان کو دیکھتے ہی انجنا دیوی کا چہرہ باغ باغ ہوگیا ہے اور مارے خوشی کے جامہ میں

پھولی نہیں سماتی اور بار بار الیشور کے حضور میں سر جھکا اس کا دھنباد کر رہی ہے۔ بسنت مالا نے سہارا دیکر پدم راگا کو سکھ پال سے نیچے اوتارا اور انجنا دیوی نے دولہا اور دولہن کے سر سے پانی وار کر پیا اور سب استریوں کے ساتھ الیشور کے گُن گاتی ہوئی پدم راگا کو دالان میں لائی۔ اہا! اس وقت چاروں طرف سے مبارکباد کی آواز آرہی ہے۔ اور ہر ایک دولہن کو دیکھ خوش ہو تعریف کر رہی ہے۔

۵

انجنا من میں مگن ہو گاتی منگل چار ۔ دین دوہائی نگر کی آئی سب ہی نار
دھن دھن بھگو انجنا دھن یہ تو کمار ۔ ایسی سندر پدمنی جس نے بیاہی نار
ہاہین مرگ سے اوپک ہیں مستک چندر سمان ۔ دولہا دولہن پیاری رس بھر خوش رکھے بھگوان

ناظرین! گو یہ دالان بڑا فراخ اور وسیع ہے۔ لیکن اس وقت تو تل بھر جگہ خالی نظر نہیں آتی۔ تمام عورتوں سے پُر ہے۔ ہمارے بہادر جرنیل بھی نہ جانے کہاں اور کس وقت چلے گئے جو نظر نہیں آتے۔ اس لئے اس قدر استریوں کا ہجوم دیکھکر ہم کو بھی شرم دامنگیر ہے۔ اور انسانیت سے بھی بعید ہے کہ اب ہم یہاں اکیلے ٹھہریں۔ اس لئے سب کو آداب کرتے ہوئے کچھ عرصہ کے لئے جاتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

ٹھاکر سکھر ام داس

۱۴ دسمبر ۱۹۱۶ء

مصنفہ شنکر داس صاحب متخلص عاصی

گفتگو تیری سے خلقت ہوگی ساری فیضیاب
ختم ہوئی راستی کو لیکے یہہ نادر کتاب
کہدیا ہاتف نے یوں تاریخ اسکی کان میں
بعد از صدی انیسویں ماہ جون کا ورجستا ہے

اطلاع

ہم نے اصحاب بیرونجات کی سہولیت کیلئے یہ انتظام بھی کیا ہے۔ کہ کتب از قسم ناول۔ شوشل۔ مذہبی وقصہ کہانی وغیرہ جس کسی کی فرمائش ہمارے نام آوے بازار سے بکفایت خرید کرکے روانہ کی جاویگی۔ معاملہ بالکل صاف ہوگا۔ کسی قسم کے دھوکے کی امید نہیں کیجا سکتی +

اصحاب بیرونجات ایکدفعہ آزما کر ہماری تحریر کی تصدیق فرماویں +

فرمائش کی تعمیل نقد قیمت موصول ہونے یا ویلیوپے ایبل کی اجازت کے بغیر نہ ہوگی +

پتہ یہ ہے :-

المشتہر
ٹھاکر سکھرام داس ملازم الائنس بنک لاہور

جیون لابھ

یہ کیا ہے؟ ایک چھوٹی سی ۳۲ صفحہ کی کتاب ہے
جس کے پڑھنے سے آتما کو وہ آنند پراپت ہوتا ہے جو دنیا کی تمام
نعمتوں کے حاصل ہونے سے ناممکن ہے۔ استوتر وشوناتھ
جو اسی کتاب کی ایک جز ہے۔ روح کو وہ سرور بخشتا ہے۔ کہ
دنیا کی تمام رنج و راحت کو بھول پرماتما کے حضور سر جھک جاتا ہے۔
بھگت جنوں نے اسکی بہت قدر کی ہے۔
قریباً ۲۰۰ جلد باقی ہے متلاشیان حق اسکا ضرور ملاحظہ
کریں قیمت ۱ر۔

المشتہر

ٹھاکر سکھرام داس

ملازم الائنس بنک لاہور

شکریہ

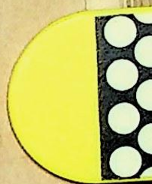
ہزار ہزار شکر اور دھنباد ہے اُس پرماتما کا جس کے انوگرہ سے میں اپنے اُس ارادہ کو جو جون ۱۸۹۶ء میں کیا تھا آج کامیاب دیکھتا ہوں اگرچہ کئی قسم کی روکاوٹیں - دقتیں - اور دشکنیں پیش آئیں کہ ایسے اہم کام کو میں ناچیز جو اِس صیغہ سے بالکل بے بہرہ اور ناتجربہ کار ہوں - کیونکر سر انجام دونگا - لیکن ایک طاقت تھی - جو میرے دل کو ادکسا رہی تھی - اور کمرہمت مضبوط کر رہی تھی کہ گھبرائے نہیں - میں بتلاتا ہوں - وہ بہادر بوناپارٹ کے اُس فقرہ کی (کہ دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں) تصدیق تھی - جس کو لیکر میں ایشور پر بھروسہ رکھتا ہوا کام کرتا رہا اور کامیاب ہوا امید ہے - کہ ناظرین نکتہ چینی سے پرہیز کر اصل مطلب کی طرف رجوع ہوکر - میری محنت کی داد دے کر حوصلہ افزائی کرینگے دوسرے حصہ کے جو نہایت عجیب و غریب تیار ہے - چھپوانے پر آمادہ کریں گے جو ایکنو ادر خواست کے آنے پر شروع کیا جاوے گا ٭

المشتہر

ٹھاکر سکھر ام داس ملازم الائنس بنک لاہور



نقشہ ہندوستان



نام مرض	مایوس مریضوں کو مژدہ	قیمت
جریان و سیلان منی	ایک ماہ کے استعمال سے فائدہ کلی ہوتا ہے۔ خواہ کیسی پورانی مرض کیوں نہ ہو۔	عه ر
آتشک	تمام بدن کے بگڑے ہوئے کو ایک ہفتہ میں فائدہ ہو سکتا ہے۔	عمر
سوزاک	کیسا ہی دیرینہ ہو ایک ہفتہ میں فائدہ ہو سکتا ہے۔	عمر
آتشک سوزاک اکٹھے ہوں	یہ دوائی ایکماہ کے کہانے سے دونوں کو دفع کرتی ہے۔ اور بگڑا ہوا خون کا باہر پڑ دانے یا عورت کا حیض بند ہونے سے عورت کا بدن بگڑ جائے کلی فائدہ دیتی ہے	۱۲ ر
[illegible] دمہ	یہ بیماری بچوں کو بہت پیدا ہوتی ہے جبکہ زیادہ باد وبیہ کا دم آنز مشہور ہے بچہ جلدی جلدی دم لیتا ہے۔ تین یا چار گولیوں سے فائدہ حاصل ہوتا ہے	بارہ گولی ۸ ر
[illegible] ہیضہ و دست [illegible] مروڑ	یہ دوائی بہت جلدی فائدہ بخشتی ہے۔ چاہے ہیضہ کے دست کیوں نہ ہوں۔	بیس گولی ۸ ر
[illegible] بخار	یہ بخار چاہے دو ماہ کا ہو ساتھ کہانسی کے اسکی استعمال سے فائدہ ہوتا ہے۔ خوراک اسکی دو یا تین رتی ہے۔	ایک تولہ عه ر
چنبل [illegible] برص	کیسی ہو دو ماہ کے کہانے سے فائدہ بخشتی ہے۔ بشرطیکہ پرہیز ہو۔	دو تولہ صر
سرمہ اکسیر	دھند غباری۔ سرخی۔ ڈھلکہ۔ خارش۔ چشم اور دیگر امراض اسکی ایک دوا کہائی جائے۔ موتیابند کو شروع سے روکتا ہے۔ اور آتی ہوئی آنکھوں کو بھی فائدہ دیتا ہے۔	ایک تولہ عه ر
دل ضعف	بدن کی طاقت کو ہمیشہ پر اثر ہے۔ خواہ بوڑھے آدمی کا بدن کمزور ہو جائے	ایک تولہ ۱۲ ر
سستی و نامردی	مرد چاہے کیسا ہی سست یا نامرد ہو دو ہفتہ کہانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ خوراک دو ہفتہ۔	صر

نوٹ:۔ میرے پاس ہر ایک بیماری کا علاج ہے۔ کہ جو مدت کے بعد سیوا کرنے حاصل کیا ہے۔ جو اشخاص میرے مکان پر آئیں اور دواؤں کا فائدہ دیکھیں۔ قیمت فائدہ ہونے پر پوری لیجائیگی۔ لیکن چوتھائی پیشگی ادا کرنی ہوگی۔ صبح و شام چھ بجے سے آٹھ بجے تک مل سکتا ہوں ٭

المشتہر

ٹھاکر سندر داس کوچہ سدھ مصر متصل آریہ سماج وچھووالی لاہور

بے نظیر اخلاقی ناولیں

رامائن - نیطرز ناول - مہاراجہ رام چندر جی کی سوانح عمری - تمام رامائنوں
ایک بےنظیر اخلاقی ناول - علم ادب کا خزانہ - آرین تہذیب کا فوٹو - شائقین کے
کیلئے ایک عبرتناک مثال - سعادتمند فرزندوں کی قابل تقلید فرمانبرداری - آریہ
کی پاکدامن اور پتی برتا استریوں کا نمونہ - خونریز جنگ و جدل کا نقشہ عیاشی اور بدکردار
مہلک نتائج - قیمت حصہ اول - (بالکل تیار) ۱۰ - حصہ دوم (زیر طبع) ۱۲ ؛

سانول دیوی - یہ کتاب بھی بحیثیت ایک اخلاقی ناول اور ایک پتی برتا
دردناک داستان کے نوجوانوں کے پڑھنے اور عورتوں کے سننے کے قابل ہے - قیمت
اہل ملک نے جس قدر قدر ہماری تصنیفات کی کی - اوسکا شکریہ ادا کرنے کے لئے
پاس کافی الفاظ نہیں کتابیں دست بدست فروخت ہو رہی ہیں جلد منگوائیے ورنہ
ایڈیشن کا انتظار کرنا ہوگا ؛

ملنے کا پتہ - سرہ پال مالک دوکان گشنچند کمپنی لاہور و لالہ رام دتا مل تاجر کتب بازار
ٹھاکر سکھرام داس صاحب کلرک الائینس بنک شملہ لاہور ؛

المشتہر

ٹھاکر اچھر چند شاہپوریہ دروازہ موچی کٹڑہ پوربیاں

اعلان

بدوں اجازت مصنف کے کوئی صاحب کتاب ہذا یا اسکی کسی ایک جلد کو چھاپنے نقل کرنے یا کسی
بھاشا میں ترجمہ کرنیکا ارادہ نکریں جسقدر کاپیاں مطلوب ہوں مصنف سے طلب فرما دیں - پانچ
خریدار کو محصول ڈاک معاف - صاحبان کتب فروشوں کو خاص رعایت کیجاویگی - جس کتاب پر مصنف
یا دستخط نہ ہونگے مال مسروقہ ہوگا -

المشتہر

ٹھاکر سکھرام داس ساکن موچی دروازہ کٹڑہ پوربیاں کلرک ملازم الائینس بنک شملہ لاہور

HANUMAN JI KA JEEWAN

G. K. U.